آلیس کے گیت



قرۃ العین حیدر

آپس کے گیت

قرۃ العین حیدر کی دیگر کتب

۱۔ آگ کا دریا

۲۔ کارِ جہاں دراز ہے

۳۔ ہمیں چراغ ہمیں پروانے

۴۔ سیتا ہرن

۵۔ فصل گل آئی یا اجل آئی

۶۔ جہانِ دیگر

۷۔ پت جھڑ کی آواز

۸۔ جگنوؤں کی دنیا

۹۔ جہاں پھول کھلتے ہیں

۱۰۔ کوہِ دماوند

۱۱۔ گلگشت

۱۲۔ ماں کی کھیتی

۱۳۔ آدمی کا مقدر

۱۴۔ تلاش

۱۵۔ ڈنگو

آلپس کے گیت

واسل بائی کوف

ترجمہ

قرۃ العین حیدر

مکتبۂ اردو ادب
بازار ستھاں اندرون لوہاری گیٹ لاہور

ناشر سرفراز احمد

مطبع زاہد بشیر پرنٹرز لاہور

قیمت ۱۵ روپے

پیش لفظ

۱۹۴۴ء ـــــ آسٹرین آلپس، نازی کنسنٹریشن کیمپ کی دھاری دار وردیاں، غراتے شکاری کتے، مفرور قیدیوں کا تعاقب کرتے ہوئے گسٹاپو افسروں کی وحشیانہ چیخیں ـــــ دو قیدی زنداں سے بھاگ نکلے ـــ ایک نوجوان، بیلوروسی آیوان تریشکا اور ایک اطالوی لڑکی، جیولیا نوویلی ـــ دونوں اپنا پیچھا کرنے والے صیادوں سے بچنے کی امکانی جدوجہد کرتے ہیں کہ زندگی، محبت اور آزادی آلپس کے برف پوش سلسلۂ کوہ کے اُس پار اُن کی منتظر ہے۔

کیا یہ دونوں اپنی منزلِ مقصود پالیں گے؟؟

واقعات یکے بعد دیگرے، بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھتے ہیں اور یہ داستان ایک اچانک اور غیر متوقع موڑ پر پہنچ جاتی ہے۔ ہیجان انگیز جوش اور ولولہ خیزی، واسل بائی کوف کے طرزِ بیان کی خصوصیت ہے۔ مصنف اپنے ذاتی تجربے کی بنا پر جنگ کے معنٰی سے گہرے طور پر واقف رہا ہے۔ سترہ برس کی عمر میں اپنی

درخواست پر فوج میں شامل ہونے کے بعد بائی کوف محاذ پہ دو مرتبہ زخمی ہوا اور فسطائیت کے خلاف دوسری عالم گیر جنگ کے چند اہم ترین معرکوں کا نظارہ کیا۔

ہٹلر کی جرمنی کے خلاف جنگ، چالیس سالہ واسل بائی کوف کی ساری تحریروں کا خاص موضوع ہے۔ "آلپس کے گیت" اُن کی دوسری کتابوں کی مانند جنگ کا بھیانک اور المناک بوجھ اپنے شانوں پر اُٹھانے والے انسانوں کا ترجمان ہے۔ بائی کوف کے افسانوں کے ہیرو مختلف قوموں کے افراد ہونے کے باوجود یکساں طور پر اُمید پرست آزادی کے شیدائی اور جنگ وجدل سے متنفّر نظر آتے ہیں۔ اُن کی شجاعت، ایسے حریت پرستوں کی نمایندہ ہے جنھیں فاشزم کی اس احمقانہ ــــ انسانیت کش درندگی سے دلی نفرت ہے جو عوام کی مسلّح طاقت کے سامنے بے بس رہ جاتی ہے۔

(۱)

وہ لڑکھڑا کر گر گیا مگر فوراً اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس کے ذہن میں صرف ایک خیال تھا۔ اِس ہنگامے اور آپا دھاپی کا فائدہ اُٹھا کر کہیں اور جا چھپو۔ اس فیکٹری سے دور نکل بھاگو۔

کارخانے میں گرد و غبار کے مرغولوں کی وجہ سے ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی دیتا تھا جہاں بم پھٹا تھا وہ جگہ ایک کھڈ میں تبدیل ہو چکی تھی۔ وہ اِس کھڈ میں گرتے گرتے بچا۔ پھر اپنے ساتھیوں کی تلاش میں اس نے اِدھر اُدھر دوڑنا شروع کیا مگر اُسے کوئی بھی نظر نہ آیا۔ گرد کے سیاہ بادل کے اندھیرے میں وہ ایک ہاتھ سے ٹٹول ٹٹول کر آگے بڑھ رہا تھا تاکہ کسی سے ٹکرا نہ جائے۔ اپنے دوسرے ہاتھ میں اُس نے مضبوطی سے پستول تھام رکھا تھا۔ کنکریٹ کے ایک ڈھیر پر سے چھلانگتے ہوئے اُس کی پنڈلیاں چھل گئیں۔ اس کی کھڑاویں پیروں سے نکل کر گم ہو گئیں۔ زخمی اور ناہموار زمین پر ننگے پاؤں چلتے ہوئے اس کو ناقابلِ برداشت تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔

یکایک اس کے پیچھے پھر آہ و بکا بلند ہوئی اور کارخانے کا دوسرا حصہ مشین گنوں کی گڑگڑاہٹ سے لرز اُٹھا۔

"مجھے تو تم پکڑ نہ سکو گے بچو"۔ فرش پر گری ہوئی آہنی شہتیر پر سے پھلانگتے ہوئے، اس نے دل میں کہا اور اینٹوں کی آڑی ترچھی دیوار پر چڑھ گیا۔ دیوار لگتا تھا اب گری کہ اب گری۔ گرد کا زور ذرا کم ہو چکا تھا مگر اُس کی دُھند ابھی تک اتنی دبیز تھی کہ وہ اس میں بہ آسانی پوشیدہ رہ سکتا تھا۔ جھکی ہوئی دیوار پر چڑھ کر ایوان نے آس پاس کے منظر کا جائزہ لیا۔

فرحت بخش ہوا کے جھونکوں نے کارخانے کے اس حصّے پر پھیلے ہوئے گرد و غبار کے بادل کو منتشر کر دیا۔ ایوان نے اپنے بازو پھیلائے اور توازن قائم کرتے ہوئے کنکریٹ کے ایک ستون پر سے جو دیوار کے سہارے کھڑا تھا، نیچے اُتر گیا اور بمباری سے تباہ شدہ علاقے کے نزدیک جا پہنچا۔ اس سے تین قدم کے فاصلے پر کیمپ کا بیرونی جنگلا نیم شکستہ پڑا تھا۔ اُس سے آگے شہر اس قدر پُرسکون نظر آرہا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ سڑکیں سرسبز درختوں میں چھپی ہوئی تھیں۔ مکان کی سُرخ چھتیں ہریالی میں سُرخ شعلوں کی طرح نمایاں تھیں۔ اور اُن سے ذرا اوپر کوہ آلپس ایستادہ تھا۔ اس کی زندگی یا موت اب فقط اس پہاڑ پر منحصر تھی۔ آلپس ــــ اُس کی واحد اُمید ــــ!

اُس نے کیمپ کی خاردار شکستہ چہار دیواری کا جائزہ لیا اور جنگلے کے اوپر لگے ہوئے نوکیلے آہنی خاروں کے درمیانی فاصلے کا اندازہ لگایا پھر پستول کا دستہ دانتوں میں دبا کر اس نے ایک زبردست اچھال ماری اور جنگلے کی اوپری دو

سلاخوں کو پکڑ لیا۔ اپنے بازوؤں پر زور دے کر وہ اُچک کر چہار دیواری پر چڑھ گیا ذرا کی ذرا دم لینے کے بعد وہ آدھے دھڑ سے آگے کی طرف جھکا اور نیچے کود پڑا۔ وہ پچھلے سال کی سیلابی گھاس کے خشک ٹھونٹھوں پر آن گرا تھا۔ وہ بجلی کی سی تیزی اُٹھ کھڑا ہوا، پستول ہاتھ میں تھاما اور آلو کے کھیت کی خاردار حدبندی کے متوازی دوڑنے لگا۔

اس کے پیچھے گولیاں چلتی رہیں۔ دشمن چلا یا کیے۔ دور کہیں کتّے بھونک رہے تھے ــ یہی بات سب سے زیادہ خطرناک تھی ــ لیکن اُس کے پاس سوچنے کے لئے وقت نہ تھا، متعدد گولیاں سنسناتی ہوئی اُس کے سر کے اوپر سے نکل گئیں۔ اس نے ایسا محسوس کیا کہ ان گولیوں کا نشانہ اُسے نہیں بنایا جارہا تھا۔ شائد دشمن نے اسے دیکھا تک نہیں۔ ایک خاردار جنگلے پر سے کودتے ہوئے اس کے تلوے زخمی ہوگئے۔ لیکن اب وہ اور زیادہ چستی سے پہاڑ کی چڑھائی پر دوڑنے لگا۔ شہر اب قریب آتا جارہا تھا۔

کارخانے کے دوسرے دھماکے نے شہر میں ہنگامہ بپا کر دیا تھا۔ ایک چھوٹے سے سفید مکان سے نکل کر دو ننھے لڑکے پہاڑی پگڈنڈی پر دوڑتے فیکٹری کی سمت جارہے تھے۔ بڑا لڑکا آگے آگے بھاگ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کھلونا رائفل تھی۔ بچے جھاڑیوں کے پیچھے سے ایوان کو نہ دیکھ سکے۔ ایوان نے اور زیادہ تیزی سے بھاگنا شروع کر دیا۔ اُسی لمحے ہاتھ میں فوارہ لئے، ایک لڑکی کیکر کے پیچھے سے نکلی اور ایوان سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔ وہ سہم کر زور سے چیخی۔ فوارہ اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ ایوان پھرتی سے ایک گلی میں مڑ گیا اور کچی سڑک پر جا پہنچا، یہ سڑک شہر کی حدبندی کا نشان

تھی۔ اُس نے دائیں بائیں نظر ڈالی۔ مطلع بالکل صاف تھا۔ وہ سڑک پار کر کے گرد آلود درختوں کے گھنے جھنڈ میں جا گھسا اور زمین پر گر گیا۔ اُس کے سامنے صرف گہری وسیع ڈھلوان تھی۔ جس پر ڈیزی کے سفید پھول لہلہا رہے تھے۔ اونچی اونچی گھاس دھوپ میں اونگھ رہی تھی۔ جنگل کے اوپر آلپس کا مہیب سلسلۂ کوہ، جون کے گرم آسمان سے باتیں کر رہا تھا۔

ایوان سانس روک کر چوکنا ہو گیا۔ فیکٹری کی سمت سے مشین گنوں کی تڑ تڑ، لوگوں کی چیخ و پکار اور کتوں کے بھونکنے کا شور و غل اب بھی سنائی دے رہا تھا۔ اس نے اپنی جیکٹ کی تار تار آستین سے چہرے پر بہتا ہوا پسینہ پونچھا اور صورتِ حال پر غور کرنے لگا۔ نزدیک کی ایک تنگ گھاٹی شہر سے قریب تر معلوم ہوتی تھی۔ اس گھاٹی کے ڈھلان پر صنوبر کے درخت کھڑے تھے۔ وہ پھر اُٹھا۔

چڑھائی پر دوڑنا حد سے زیادہ محنت طلب معلوم ہو رہا تھا۔ اسے لگا جیسے اس کا جسم غیر قدرتی طور پر وزنی ہو گیا ہے اور ٹانگیں بے جان ہو چکی ہیں۔ ڈھلان پر آدھا راستہ چڑھ کر اُس نے پیچھے دیکھا۔ کتے بھونکتے بھونکتے شہر کے کنارے پر پہنچ چکے تھے۔ قریب ہی کہیں ایک مشین گن زور زور سے گرجنے لگی۔ ایوان کو گولیوں کی سنسناہٹ نہیں سنائی دی۔ اُسے یقین ہو گیا کہ مشین گن کا رُخ اس کی طرف نہیں ہے۔ وہ یقیناً دوسروں کا تعاقب کر رہے ہیں۔ خوش قسمتی سے قیدی مختلف سمتوں میں بکھر چکے تھے۔ بھاگو — بھاگو — بھاگو —

اپنی ساری طاقت جمع کر کے وہ کسی نہ کسی طرح پہلی چڑھائی کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ اب سارا شہر اس کے نیچے پھیلا ہوا تھا۔ کارخانے کی وسیع عمارتیں اور حالیہ بم باری

کی نشانی — سیاہ کھنڈر! ایک جگہ ایک جنگلا گرا پڑا تھا۔ اُڑی ہوئی چھتوں کے ٹیڑھے میڑھے کھمبے صاف نظر آ رہے تھے۔ لوگ سراسیمگی کی حالت میں چاروں طرف دوڑتے پھر رہے تھے۔ یہ کچھ پتا نہ چلتا تھا کہ وہ سب آخر کر کیا کہ رہے ہیں!

ایوان نے دُہرا ہو کر پھر دوڑنا شروع کر دیا۔ وہ مسلسل دوڑتا رہا اور آخر کار ایک ندی پر جا پہنچا اور ایک چٹان کی اوٹ لے کر اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ اب وہ تقریباً محفوظ ہے۔ یہ سوچتے ہوئے اس نے آستین سے اپنا چہرہ خشک کیا۔ سڑک اب وسیع اور سرسبز گھاٹی میں سے گزرتی تھی۔ پہاڑ کی چڑھائی زیادہ کٹھن ہوتی گئی، شور مچاتی ہوئی ندی چکنی اور سیاہ چٹانوں پر سے اُچھلتی کودتی بہہ رہی تھی۔ تکان سے چور — ایوان درختوں کے ایک جھرمٹ کے پاس پہنچا۔ وہ اب تھوڑا سستانا چاہتا تھا مگر اُسی لمحے کتوں کے بھونکنے کی آواز سنائی دی۔ آواز کہیں بہت قریب ہی سے آ رہی تھی، ایک بار پھر ہمت کر کے وہ پہاڑی چڑھائی پر دوڑنے لگا۔ "کاش میں جنگل تک پہنچ جاؤں —— وہاں چھپنا آسان رہے گا — اور اگر فرار اپنی قسمت میں نہیں ہے تو میں اپنی جان بہت اونچے داموں بیچوں گا" — ایوان سوچ رہا تھا وہ جنگل تک نہیں پہنچ سکا۔

چٹانوں اور کنکریلے قطعوں کو پیچھے چھوڑتا وہ صنوبروں کے جھرمٹ تک پہنچ چکا تھا کہ پہاڑی کی اوٹ میں سے خونخوار کتوں کے بھونکنے کی آواز آئی۔ ایوان تیزی سے درختوں میں جا چھپا۔ اُس نے پیچھے نگاہ کی تو دیکھا کہ پولیس کا ایک کتا جس کی بھوری پشت گھاس میں ڈوبتی اُبھرتی نظر آ رہی تھی، اس کی سمت بڑھ رہا تھا۔ اس کے پیچھے ایک اور کتے کے بھونکنے کی آواز سنائی دی لیکن ابھی تک کوئی جرمن

سپاہی نظر نہیں آیا۔

ایوان نے محسوس کیا کہ اب وہ گھنے جنگل تک نہیں جا پائے گا۔ اپنے قدم مضبوطی سے زمین پر جما کر اس نے پستول کے دستے کو مٹھی میں بھینچا۔ اب اس کی سلامتی کا دارو مدار صرف اسی پستول پر تھا۔ مگر اب یہ معلوم کرنے تک کا وقت نہ تھا کہ پستول میں کارتوس کتنے ہیں۔ ایک لمحے کے لئے اس نے اپنے پٹھے ڈھیلے چھوڑ دیئے اور سانس درست کرنے کی کوشش کی ——" دھیرج —— دھیرج —— دل اتنے زور سے نہیں دھڑکنا چاہیئے —— جو بھی سامنے آئے۔ تڑ سے گولی چلا دو" —— ایوان نے خود سے کہا۔

کُتّے نے اسے دیکھ لیا اور ایک وحشیانہ چیخ کے ساتھ چڑھائی پر دوڑتے ہوئے اس کی طرف لپکا۔ ایوان ایک درخت کی آڑ میں جھک کر کھڑا ہو گیا اور گھاس میں سے اُبھری ہوئی ایک چٹان کو اندازاً پچاس قدم کا فاصلہ قیاس کر کے نشانہ باندھا۔ کان جھکائے، دُم اُٹھائے کتا تیزی سے چلا آ رہا تھا۔ ایوان کو اس کے کھُلے جبڑے اور بھیانک نوکیلے دانت صاف دکھلائی دے رہے تھے۔ سانس روک کر اس نے صحیح نشانہ باندھنے کی کوشش کی۔ جیسے ہی کتا چٹان کی آڑ سے نکلا، ایوان نے پستول کی لبلبی دبا دی مگر نشانہ خطا ہو گیا۔ پستول کی نالی اوپر کو اُچھلی اور بارود کے تیز بھبکے نے اس کے نتھنوں پر حملہ کر دیا۔ کتا اور زیادہ درندگی سے چیخا۔ ایوان نے نشانہ لئے بغیر دوسرا فائر جھونک دیا۔ کُتّے نے چکر کاٹتے ہوئے ایک دردناک چیخ ماری اور ایوان سے کوئی بیس قدم دور سبزے پر تڑپنے لگا۔ ایوان نے اطمینان کا سانس لیا اور مڑ کر جنگل کی طرف بھاگنے کا ارادہ کیا مگر معاً ایک دوسرا جُغادری

کُتا نمودار ہو۔ سرخ نتھنوں والا بھیڑیے کی نسل کا درندہ جو اپنے ساتھی کے پیچھے پیچھے بھاگتا چلا آرہا تھا۔ چمڑے کی لمبی زنجیر اس کے پیچھے گھسیٹتی چلی آرہی تھی۔

ایوان نے نشانہ لئے بغیر پستول کی لبلبی دبا دی۔ مگر فائر نہ ہوا۔ اس نے کئی بار لبلبی دبائی۔ کھٹ کھٹ کی آواز ہو کر رہ گئی۔ پستول خالی ہو چکا تھا۔ اب کُتا بالکل سر پر آن پہنچا۔ غرا کر اُس نے ایوان پر حملہ کر دیا۔ ایوان پُھرتی سے ایک درخت کی آڑ میں ہو گیا۔ کتے نے درخت کی نچلی شاخوں پر جست بھری مگر نیچے آن رہا۔ ایوان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اپنے آپ کو کس طرح بچائے۔ اس نے اپنی باہیں کُتے کی طرف بڑھا دیں۔

وحشی کتے نے ایک زبردست زقند لگائی اور ایوان پر جا پڑا۔ پستول ایوان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ انسان اور کُتا دونوں آپس میں گتھے ہوئے ڈھلان پر لڑھکتے چلے گئے۔ بس اب خاتمہ ہے۔ ایوان نے سوچا لیکن اسی لمحے اس کُتے کا پٹا پکڑا اور اپنے فولادی ہاتھوں پر پورا زور ڈال کر کتے کو اپنے پاس سے ہٹا دیا۔ کُتے کے پنجوں سے اس کی پنڈلیوں میں خراشیں پڑ گئیں۔ پتلون کے پائنچے تار تار ہو گئے۔ ایوان نے الٹے ہاتھ سے کتے کے پٹے کو گرفت میں لیا اور سیدھے ہاتھ سے اس کی پچھلی ٹانگ مروڑی۔ کُتا لڑھک گیا۔ اُس کے ساتھ ایوان بھی گرا اور دونوں ایک دوسرے سے لپٹے ایک دفعہ پھر ڈھلان پر لڑھکنے لگے۔ کُتے کو قابو میں رکھنے کے لئے ایوان نے اپنی ٹانگیں پھیلا کر اسے اپنے وزن کے نیچے دبا لیا اور گلا گھونٹنے کے ارادے سے اس کے پٹے کو بل دینے لگا۔ ہانپتے ہوئے کُتے نے ایوان کی گرفت سے نکلنے کی پوری کوشش کی۔ ایوان کو لگا جیسے اب وہ زیادہ دیر تک اس کو اپنے قابو میں نہ رکھ سکے گا۔

پھر بھی اس نے ایک آخری کوشش کی اور کُتے کو اپنے اوپر سے نیچے لاتے ہوئے اس کی پسلیوں پر زور سے گھٹنا دے مارا۔ کُتا درد سے دُہرا گیا۔ ایوان کو ایسا لگا جیسے اس کے گھٹنوں کے بوجھ سے کُتے کی ریڑھ چٹخ گئی ہے۔ کُتا ہانپ ہانپ کر بُری طرح رو رہا تھا۔ ایوان کی انگلیاں چھل گئی تھیں۔ اُس نے پٹے کو اور مضبوطی سے پکڑے رہنے کی کوشش کی۔ کتے نے ایک زبردست پلٹا لیا اور اُس کا پٹا ایوان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

ایوان نے خود کو درندے کے حملے کے لئے تیار کیا مگر وہ اُس پر جھپٹنے کے بجائے، زبان لٹکائے ہانپتے کانپتے زمین پر گر چکا تھا، ایوان کی ہتھیلیاں بے طرح زخمی ہو گئی تھیں۔ گھبراہٹ کی وجہ سے اس کے بازوؤں کی مچھلیاں پھڑک رہی تھیں اور اس کا دل اس طرح دھڑک رہا تھا گویا اچھل کر حلق سے باہر آپڑے گا۔ وہ لرزتے ہاتھوں کے ساتھ گھاس پر گر پڑا اور آنکھیں پھاڑ کر کُتے کو دیکھنے لگا۔ اوّلیں جست کے موقعے کے منتظر دونوں ایک دوسرے کو گھورا کیے۔

اب جرمنوں کی آمد کا خطرہ بھی تھا۔ اگلے چند سیکنڈ میں ایوان نے اندازہ لگا لیا کہ کُتا اب اس پر جھپٹنے کے قابل نہیں رہا ہے۔ ذرا تذبذب کے ساتھ ایوان اُٹھ کھڑا ہوا اور ایک بھاری پتھر اٹھا کر چاہتا تھا کہ اُسے کُتے پر دے مارے مگر پھر ارادہ بدل دیا۔ کُتے نے اپنی پیٹھ کو کمان کی طرح بنالی اور اپنی دُم کو زمین پر پٹخنا شروع کر دیا لگتا تھا جیسے وہ کسی بھی لمحے جست لگا دے گا۔ مگر وہ اسی طرح پڑا رہا۔ ایوان کی طرح وہ بھی بُری طرح زخمی اور نڈھال ہو چکا تھا اور بڑی لاچاری سے اس انسان کو گھور رہا تھا ایوان چوکنا ہو کر ایک قدم پیچھے ہٹا۔ کُتے نے بھی خفیف سی جنبش کی۔ اس کی زنجیر

گھاس پر پھسل گئی مگر وہ ایوان پر حملہ آور نہیں ہوا۔ وہ ٹھیک سے کھڑا بھی نہ ہو سکا۔ ایوان جلدی سے چڑھائی پر صنوبروں کے جھنڈ کی طرف لپکا جہاں اس کا پستول گر گیا تھا۔

کتا بے بسی کے عالم میں گھسٹ گھسٹ کر چند قدم آگے بڑھا۔ کراہا اور رک گیا۔ ایوان نے گھاس پر سے پستول اٹھایا اور صنوبروں کے جھرمٹ کی طرف دوڑنے لگا۔

(۲)

پانچ منٹ کے اندر اندر ایوان گھنے جنگل میں پہنچ چکا تھا۔ اب وہ ایک تیز خرام، شفاف ندی کے کنارے کنارے دوڑ رہا تھا۔ جنگل کی چڑھائی پر ہوا نے جھاڑو سی دے رکھی تھی۔ زمین پتوں سے صاف تھی مگر پتھروں اور سنگریزوں کی وجہ سے ایوان کو اپنی رفتار کم رکھنی پڑی۔ وہ ندی میں کود گیا تاکہ جرمنوں کے کتوں کو اس کی مہک نہ مل سکے۔ مگر ندی کا پانی سخت برفیلا نکلا۔ یخ پانی میں چند ہی قدم چلنے کے بعد وہ پھر کنارے پر آ گیا۔ ایک اونچی چٹان پر چڑھتے ہوئے اس نے پستول کھولا۔ وہ کارتوس جس کی خرابی کی وجہ سے پستول نہ چل سکا تھا، کھٹ سے باہر آ گیا۔ ایوان اسے اٹھانے کے لئے جھکا اور سن سے رہ گیا ـــــ کیوں کہ ندی کے شور کے ساتھ ساتھ انسانی آوازیں بھی کانوں میں آ رہی تھیں۔ کارتوس وہیں چٹان پر چھوڑ کر وہ اور اوپر چڑھا اور صنوبروں کے ایک جھنڈ میں داخل ہو کر دھم سے زمین پر گر گیا۔ اس کی سانس بری طرح پھول رہی تھی۔

شروع میں اسے خیال آیا کہ ندی کے شور اور جنوب کی گرم ہوائیں سرسراتے درختوں کی آواز کے علاوہ وہاں مکمل سناٹا ہے۔ ایک سیاہ بادل پہاڑ کی چوٹیوں پر سرکتا آرہا تھا۔ بارش کے آثار نظر آرہے تھے۔ ایوان نے غور سے چاروں طرف دیکھا، صنوبروں کے نیچے بکھری چٹانوں تک کا جائزہ لیا مگر کوئی نظر نہیں آیا۔ اس نے پھر بھاگنے کا ارادہ کیا مگر اسی لمحے کسی نے اُس کو آہستہ مگر بڑی مُصر آواز میں پکارا:

"رُوسو!"

ایوان نے ایک دم جھانپی ماری اور ایک پیڑ کی آڑ پکڑ لی۔ یہ کوئی جرمن تو ہو نہیں سکتا۔ وہ سوچنے لگا۔ شاید کوئی اطالوی قیدی ہو۔ مرے پہ سو دُرے۔ خود اپنی جان بچانا مشکل ہو رہی ہے۔ ایسے میں ایک اور فاقہ زدہ قیدی کا ساتھ!!۔ جرمن خطرے کا سائرن بجا کر اُس کے تعاقب میں روانہ ہو چکے ہوں گے۔ اب فرار اور بھی ناممکن نظر آتا ہے۔

وہ پھر جس قدر تیزی سے ممکن ہو سکا پہاڑ پر چڑھنے لگا۔ ناک کی سیدھ میں اوپر چڑھنے کی طاقت اب باقی نہ تھی اس لئے اُس نے چڑھائی کے جنگل کو کاوے کاٹتے ہوئے عبور کرنا شروع کیا۔ ندی کی طرف سے وہ عمداً دور ہٹ آیا تھا، اس لئے ندی کا سریلا شور غائب ہو چکا تھا۔ درختوں کی سرسراہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔ سورج سیاہ گھٹا میں چھپ گیا تھا۔ فضا میں حبس سا طاری تھی۔ ایوان کی جیکٹ پسینے میں شرابور ہو چکی تھی۔ بم کے دھماکے میں اس کی دھاری دار ٹوپی بھی غائب ہو گئی تھی۔ ذرا کی ذرا وہ ستانے کے لئے رکا۔ چوکتا ہو کر اس نے دائیں بائیں دیکھا اور پہلی انگلی کو خمیدہ کر کے پیشانی کا پسینہ پونچھا۔ دور موٹر سائیکلوں کی گھڑگھڑاہٹ سنائی

دی۔ غالباً آس پاس کہیں کوئی سڑک تھی اور جرمن اپنے تعاقبی دستے روانہ کر چکے تھے۔ تاریک وسوسوں نے اسے ہڑبڑا دیا۔ اس کی سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ اب کرے تو کیا کرے۔ معاً اُسے محسوس ہوا کہ اس کے پیچھے پیچھے کوئی بھاگتا آرہا ہے۔ وہ ایک گھنے درخت کے کائی آلود تنے کی اوٹ میں ہو گیا اور پستول کا سیفٹی کیچ آگے کھسکا کر موٹر سائیکلوں کی گھڑگھڑاہٹ پر کان لگا دیئے جو اب قریب سے قریب تر آتی جا رہی تھی۔ ایوان نے مڑ کر پیچھے کی طرف دیکھا اور گھٹنے کے بل بیٹھ کر مٹھی میں بھینچا ہوا پستول اوپر کر دیا۔ نشیب کی چٹانوں کے درمیان سے پھر ایک گھٹی ہوئی سی آواز بلند ہوئی۔ ایوان نے نیچے نظر کی تو جھاڑیوں میں کوئی چیز ہلتی ڈولتی سی نظر آئی۔ پھر شاخوں کا پردہ آہستہ آہستہ ہٹا اور ایک دھاری دار مخلوق جھاڑی میں سے کود کر باہر آگئی۔ فرازِ کوہ کی سمت نظر اُٹھا کر اس نے صنوبر کے پیچھے روپوش ایوان کو مخاطب کیا:

"روسو!"

لڑکی؟ —— ایوان بھونچکا ہو کر غصے کے مارے بھنّا اُٹھا۔ لیکن فوراً ہی موٹر سائیکلوں کے شور نے اس کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ وہ اب بہت قریب آچکے تھے۔ ایوان ہر طرف مڑا مگر اس کی عقل میں نہ آیا کہ اب کس طرف کو بھاگے درختوں کے چھدرے کنج میں بآسانی پکڑا جا سکتا تھا۔ اوپر سے جھکی ہوئی ایک چٹان کے طاق میں کود کر وہ حملہ آوروں کا انتظار کرنے لگا۔ چٹان بیچ میں آنے کی وجہ سے دھاری دار ہیولیٰ پل بھر کے لئے آنکھ سے اوجھل ہو گیا۔ لیکن ایوان کو اس ہیولے کے بجائے موٹر سائیکل سواروں کی زیادہ فکر تھی۔ اور پھر اس سے کوئی بیس قدم پر

ایک نشیبی چٹان کے پیچھے سے ایک عدد سر نمودار ہوا پھر کمر تک جسم جو غُل غَل کرتی لمبی آستین چڑھی جیکٹ میں ملبوس تھا۔ جیکٹ کے سینے پہ ایک سرخ تکون ٹکا ہوا تھا۔ لڑکی نے پھرتی سے دائیں بائیں دیکھا۔ اس کے جھوا ایسے سیاہ بال عرصے سے تراشے نہیں گئے تھے اور اس کی نیلگوں سیاہ آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔

"چاؤ۔"

ایوان نے یہ لفظ پہلے بھی سُن رکھا تھا، اطالوی قیدی اسی طرح ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے۔ لیکن جواب دینے کے بجائے ایوان اُسی طرح موٹر سائیکلوں کی آواز پر کان لگائے رہا۔ اسے توقع تھی کہ لڑکی اپنے چھپنے کی خود فکر کرے گی، مگر وہ خطرے سے قطعاً بے نیاز معلوم ہوتی تھی۔ اس نے پیچھے مڑ کر بے نقط حرمن میں کسی کو تیزی سے ڈانٹا۔ اب ایوان نے اس جھرمٹ پر نگاہ ڈالی، جس میں سے لڑکی برآمد ہوئی تھی، وہاں اسے دھاری دار کپڑوں میں ملبوس ایک آدمی نظر آیا جو لڑکی کی پھٹکار سُن کر جھاڑیوں میں غائب ہوگیا۔ ایوان ان زبردستی کے ہم سفروں سے جلد از جلد دور بھاگنا چاہتا تھا۔ لیکن لڑکی پھرتی سے چھلانگ لگا کر چٹان پر آگئی۔ کھڑاووں کو، جن کو اب تک وہ ہاتھ میں اُٹھائے ہوئے تھی، پیروں میں پہن لیا اور کھٹ کھٹ کرتی ایوان کی جانب دوڑی۔

موٹر سائیکلیں بس اب سر پر آ پہنچی تھیں۔ لڑکی کی اس جسارت پر ایوان کو سخت غصہ آیا جھک کر اس نے لڑکی کا ہاتھ کھینچا اور اُسے چٹان کی آڑ میں دھکیل دیا اور جھنجھلاہٹ سے بے قابو ہو کر اُسے ایک آدھ گالی بھی دے ڈالی۔ لڑکی تیزی

سے کودتی ہوئی اُس کے پیچھے دوڑنے لگی مگر اس کی ایک کھڑاؤں پیر سے نکل گئی اور چٹانوں پر سے لڑھکتی نیچے گر گئی۔

"ہائے میری کھڑاؤں" وہ جرمن زبان میں آہستہ سے چیخی۔

موٹر سائیکلیں ایک کے بعد ایک آگے بڑھتی آرہی تھیں مگر لڑکی اُن کی پرواہ کئے بغیر اپنی کھڑاؤں اُٹھانے کے لئے نیچے کی طرف چل دی طیش کا مارا ایوان چٹان پر گھونسہ مار کر دانت پیسنے لگا۔ لڑکی نے اپنی کھڑاؤں اُٹھائی اور بڑی تیزی سے پھر اوپر آگئی۔ اُس کی آنکھیں جواریوں کی آنکھوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ ایوان نے بے اختیاری میں اس کے ایک طمانچہ رسید کر دیا۔ لڑکی کا گال سُرخ ہوگیا، وہ آہستہ سے کراہی مگر پیچھے ہٹنے کے بجائے چٹان کی آڑ میں دبک گئی اور خفگی کے بجائے شریر اور متعجب نظروں سے ایوان کو دیکھنے لگی۔

موٹر سائیکلوں کی آوازیں اب دور ہوتی جارہی تھیں۔ ایوان کو اپنی جلد بازی اور بدمزاجی پر افسوس ہو رہا تھا۔ پل بھر کے لئے لڑکی نے اُس طرف توجہ دینے کی کوشش کی آنکھیں پھیلائیں اور آوازوں پر کان لگائے۔ ایسا لگتا تھا کہ اب جا کر اُسے خطرے کا صحیح احساس ہوا تھا۔ دو زانو بیٹھ کر اُس نے کھڑاؤں پہن لی، ایوان کو دیکھا اور جو کوسنے ایوان نے اُس کو دیئے تھے اُن کو ایک ایسے بچے کی طرح دہرایا جس کی زبان میں لکنت ہو۔

لڑکی کی یہ حرکت خود ایوان کے تھپڑ کے مانند اتنی غیر متوقع تھی کہ ایوان کو ایسا لگا جیسے اُس کے اندر کوئی شے چٹ سے ٹوٹ گئی ہو۔ اُس کا دل جو صدمے اور مصائب سہتے سہتے سخت ہو چکا تھا، موم کی طرح پگھل گیا۔ اُس نے پہلی مرتبہ اپنی

آنکھیں استعجاب سے وا کیں۔

"اَدِہو ——!"

"اُوہو ——!" لڑکی نے گویا اس کی نقل اُتاری اور اپنی خفگی کا اظہار کیا۔ مگر صاف ظاہر تھا کہ اس کی ناراضگی محض مصنوعی ہے۔ اُس نے پہلی بار ایوان کا اچھی طرح جائزہ لیا۔ اُس نے اپنے بھرے بھرے ہونٹ سختی سے بند کر رکھے تھے مگر لگتا تھا کہ کسی بھی لمحے وہ کھِلکھِلا کر ہنس پڑے گی۔ ایوان کو لگا جیسے اُس نے اِس کم زور اور ہنسوڑ چہرے پر جگمگ کرتی ان ناقابلِ فہم سیاہ آنکھوں کو کہیں پہلے بھی دیکھا ہے۔ خود کو ایک نئے احساس سے مغلوب ہوتے دیکھ کر اُس نے جھنجھلا کر لڑکی پر نظر ڈالی:

"تم کہاں جا رہی ہو؟" ایوان نے درشتی کے ساتھ سوال کیا اور کھڑاؤں میں بھیچے ہوئے اس کے پیروں پر نظر ڈالی۔

"کیا؟ —— کیا کہا؟؟" لڑکی نے جرمن میں سوال کیا۔

"کیا —— کیا —— میں پوچھ رہا ہوں کہ بھاگ کر کہاں جا رہی ہو؟"

"روُسو بھاگا —— میں بھی بھاگی" لڑکی نے جواب دیا۔

ایوان اپنا غصّہ ضبط نہ کر سکا۔ اُس نے شعلہ بار نگاہوں سے لڑکی کا جائزہ لیا۔ لڑکی کے نرم و نازک چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ ایوان کے الفاظ سمجھنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اپنی گھنی، سیاہ بھنویں اس نے سوالیہ انداز میں سُکیڑ رکھی تھیں۔

"تم جانتی ہو کہ میں بھاگ کر کہاں جا رہا ہوں؟ میں روس جا رہا ہوں۔ اور اگر ان لوگوں نے مجھے پکڑ لیا تو پھر —— ٹھائیں، ٹھائیں۔ اور تمھارا حشر یہ ہوگا اُس

نے اپنی گردن پر اُنگلی پھیری۔ اِس بین الاقوامی اشارے کا مطلب قیدیوں کے کیمپ کا تجربہ رکھنے والے خوب جانتے تھے۔ وہ بھی سمجھ گئی اور دھیرے سے مسکرا دی مگر اس تبسم کا مطلب ایوان نے یہ نکالا۔ گویا کہہ رہی ہو کہ پھانسی کے پھندے کی وہ کب پرواہ کرتی ہے۔ اُس کی اس بے خوفی اور بے پرواہی نے ایوان کو اور زیادہ مشتعل کر دیا۔

"اتراؤ مت۔ تمھیں فرار ہی ہونا ہے تو ضرور فرار ہو مگر میرے ساتھ نہیں۔ میں تمھاری کوئی مدد نہیں کر سکتا" ایوان نے بڑے تلخ لہجے میں کہا۔

"اچھا ——!" لڑکی دوستانہ انداز سے مسکرائی۔ ایوان نے محسوس کیا کہ اُس کا ایک بھی لفظ لڑکی کے پلے نہیں پڑا۔

عین اُسی لمحے شہر کی سمت سے بندوقیں دغنے، چیخنے چلّانے اور فوجی پولیس کے کتّوں کے بھونکنے کا شور پھر سنائی دیا۔ شاید انھوں نے کسی اور مفرور کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔ "جہنم میں جائے لونڈیا —— میں تو بھاگوں" ایوان نے سوچا اور تیزی سے چڑھائی پر روانہ ہو گیا۔

(۳)

ایک بھورا بادل رفتہ رفتہ پھیل کر سارے آسمان پہ چھا گیا۔ صنوبر سرسرائے، جنگل بے چینی سے کراہا اور بارش کی پہلی آڑھی پھواریں درختوں پر گرنے لگیں۔ ایوان اُسی تیز رفتاری سے چٹانوں اور درختوں میں سے نکلتا اوپر کی جانب

بڑھتا رہا۔ اس کے ننگے گھٹنے چمکنے لگے تھے اور اب جاکر اُسے اپنی خون آلود پھٹی ہوئی پتلون کا احساس ہوا تھا۔ شکاری کتّے کے بھنبھوڑنے کے زخم اب قدرے خشک ہو چکے تھے مگر دوڑنے کی وجہ سے اُن کے منہ پھر کھل گئے تھے اور اُن میں سے خون رسنے لگا تھا۔ پتھروں کی ٹھوکریں لگنے سے اس کے پنجے بھی لہو لہان ہو گئے تھے۔ ایڑی میں کانٹا چبھ گیا تھا اور ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں۔ وہ لنگڑا لنگڑا کر چل رہا تھا۔

فضا پر خاموشی طاری تھی۔ ایوان جانتا تھا کہ جرمن آسانی سے اُس کا پیچھا چھوڑنے والے نہیں۔ انھوں نے پولیس اور شکاری کتّے اس کے پیچھے چھوڑ رکھے تھے۔ اگر بارش نے ان کا راستہ کھوٹا کر دیا تو دوسری بات ہے ورنہ اب اس کا بچ نکلنا بہت دشوار تھا۔ ایوان نے بے چین تیز نگاہوں سے بارش کی دھند کے پرے پھیلے ہوئے دیہات کا جائزہ لیا۔ اُسے ڈر تھا کہ غلطی سے وہ کہیں دشمنوں کی کمین گاہ میں نہ جا پہنچے۔ ٹھہر ٹھہر کر اُسے اپنی ہمراہی کے قدموں کی چاپ بھی سنائی دے جاتی۔ وہ اس کے پیچھے چلی آ رہی تھی۔ اگر اُس کی ایک کھڑاؤں بیر سے نکل جاتی تو وہ پل بھر ٹھٹھک کر دوبارہ اس کے پیچھے دوڑنے میں مصروف ہو جاتی۔ ایسے موقعوں پر ایوان کو اُس کے ہانپنے کی آواز صاف سنائی دے جاتی تھی۔

اُس نے لڑکی کی طرف متوجہ نہ ہونے کی کوشش کی۔ اگر وہ کم بخت اس کے ساتھ نہ لگ جاتی تو وہ اطمینان سے آگے بڑھ جاتا۔ مگر اب اس کو دفان کر کے تنہا نکل جانا بہت مشکل کام تھا۔ نہ جانے یہ کہاں سے آ ٹپکی؟ اُس کی مصیبتیں پہلے ہی کیا کم تھیں؟ ایوان نے اندازہ لگایا کہ لڑکی بھی فیکٹری سے اس کے پیچھے پیچھے نکل بھاگی ہوگی۔ کتّوں سے مقابلہ کرنے میں ایوان نے خاصا وقت ضائع کر دیا تھا لیکن خوش قسمتی سے

جرمن اس تک نہ پہنچ پائے تھے۔ بارش کا زور بڑھ چکا تھا۔ پہاڑ پر دبیز اور گہم گہم سی دھند چھا رہی تھی۔ اب پہاڑی جنگلوں میں چھپنا زیادہ آسان رہے گا۔

لیکن بارش کی وجہ سے چڑھائی چڑھنا بے حد مشکل ہو گیا۔ اس کی جیکٹ پانی میں شرابور ہو کر پیٹھ سے چپک گئی۔ پتلون بھی بری طرح بھیگ چکی تھی۔ اس نے پائنچے چڑھا لیے۔ اس کو خوشی ہو رہی تھی کہ ایسے میں اس کے کپڑوں کی دھاریاں دھند لکے کی وجہ سے دور سے صاف نظر نہ آسکیں گی۔ کاش اس کی جیکٹ پر روغنی رنگ سے بنا یا ہوا چاند ماری کا نشان موجود نہ ہوتا۔ یہ نشان اتنی بارش میں بھی جوں کا توں برقرار تھا بلکہ بھیگے ہوئے کپڑوں پر تو وہ اور زیادہ چمک رہا تھا۔

ایک گھنٹہ گزر گیا۔ اب ایوان صنوبر کے درختوں میں سے گزر رہا تھا جن کے درمیان تنے ہوئے مکڑی کے جالوں پر بارش کے قطرے لرز رہے تھے۔ اچانک ایوان ایک سڑک پر پہنچ گیا ـــ ہموار، پکی سڑک جو بارش میں چمکتی، بل کھاتی چڑھائی پر مڑ کر آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔ وہ ٹھٹھک کر چوکنا ہو گیا۔ سڑک خاموش پڑی تھی۔ وہ دوسری طرف مڑا۔ لڑکی درختوں کی ڈالیاں سامنے سے ہٹاتی اس کی طرف بھاگی چلی آرہی تھی۔ اس نے سوچا کہ لڑکی کا انتظار کر لینا چاہیے تاکہ دونوں اکٹھے سڑک پار کر سکیں۔ کہیں یہ لونڈیا پھر کوئی حماقت نہ کر بیٹھے اور دونوں پکڑے جائیں۔

تھکی ہاری لڑکی نزدیک پہنچ کر ایوان کے پاس آکھڑی ہوئی۔ سڑک کو دیکھ کر اسے بھی خطرے کا احساس ہوا۔ ایوان نے لڑکی کی بھیگی ہوئی جیکٹ پر نظر ڈالی جو اس کے نازک خوبصورت جسم سے چپک کر رہ گئی تھی۔ وہ پھر جھنجھلا اٹھا۔ حالات موقعے کے لحاظ سے سخت بے محل تھے۔ لاحول ولا قوۃ ـــ لڑکی اپنی سانس درست کرنے

میں مصروف تھی۔ ایک نوجوان صنوبر کے نازک تنے کا سہارا لے کر ہانپتے ہوئے اُس نے اپنی کھڑاؤں میں سے پانی نکالا۔

ایوان نے انتہائی صبر کے ساتھ اُس کی سانس ٹھیک ہونے کا انتظار کیا اور پھر سڑک کی طرف بڑھا۔ لڑکی بھی احتیاط کے ساتھ اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ سڑک کے کنارے پہنچ کر ایوان نے چاروں طرف دیکھا اور سیمنٹ کے نالے کی طرف بھاگا۔ وہاں ٹھٹھک کر اُس نے آہستہ سے کہا۔

"اِدھر آؤ" اور اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ لڑکی نے اس کی انگلیاں مضبوطی سے پکڑیں اور نالے کے اوپر سے پھلانگ گئی۔ اُس کے چوبی جوتے سیمنٹ پر کھڑ کھڑ کرنے لگے۔ "اتارو ان کمبختوں کو" ایوان نے ڈپٹ کر کہا۔ لڑکی اس کا مطلب سمجھ گئی۔ کھڑاویں اُتار کر اُس نے ایک ہاتھ میں تھام لیں۔ اس کا دوسرا ہاتھ ایوان کے ہاتھ میں تھا۔ اسی طرح ان دونوں نے بھاگتے بھاگتے سڑک پار کی۔ بارش تیز ہو گئی۔ ان کے قدموں کے نشان بارش کے پانی میں فوراً بہہ گئے۔ سڑک کے دوسرے کنارے پر پہنچ کر ایوان نے لڑکی کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ ایک گڑھے پر سے پھلانگتے ہوئے لڑکی کے پاؤں میں چوٹ آ گئی۔ وہ دھیرے سے کراہی۔ پھر اپنے چوبی جوتے پہنے اور تیزی سے ایوان کے پیچھے پیچھے پہاڑ پر چڑھنے لگی۔

لیکن اب اتنی بلندی پر چڑھائی اور زیادہ دشوار ہو چکی تھی۔ صنوبر کے جھرمٹوں میں سے سڑک کی چمکیلی قوس اب بھی نظر آ رہی تھی۔ ایوان بُری طرح تھک چکا تھا۔ اُس کی رفتار سُست پڑ گئی۔ لڑکی جو پہلے ہی بہت زیادہ مضبوط نہیں معلوم ہوتی تھی، اب بالکل نڈھال سی ہو گئی تھی۔ اپنی ساری طاقت جمع کر کے ایوان سامنے کی چڑھائی پر روانہ ہو گیا اور

پھر ایک بڑے صنوبر کے نیچے ٹھٹھک کر اپنی ہم سفر کو لڑکھڑاتے ہوئے اوپر چڑھتے دیکھنے لگا۔ لڑکی کی ایک کھڑاؤں پھر پاؤں سے نکل گئی اور پتھروں سے ٹکراتی نیچے جا پڑی۔

"مقدس مریم!" لڑکی نے کہا اور پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اور پھر ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ کھڑاؤں لینے کے لئے واپس جائے یا نہ جائے؟ اس تذبذب کے بعد وہ پھر اٹھی۔ لنگڑاتے ہوئے نیچے اتری اور کھڑاؤں اٹھا لائی۔ اوپر آ کر اس نے ایوان پر نظر ڈالی اس کی نگاہوں میں تشکر کی جھلک تھی کہ وہ اس کے بغیر آگے نہیں بڑھا۔ ایوان صنوبر کی ٹیڑھی میڑھی جڑوں کے درمیان خاردار خشک زمین پر چپ چاپ بیٹھ کر لڑکی کے اوپر آنے کا انتظار کرنے لگا۔ اس کے نزدیک پہنچ کر لڑکی خستگی سے زمین پر گر گئی۔

"پھاڑ مین ڈالو ان منحوسوں کو" ایوان نے کہا۔

لڑکی نے اپنی بڑی بڑی کالی آنکھیں اس کی جانب گھمائیں۔ ایوان نے چوبی جوتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"پھینک دو انھیں" لڑکی نے نفی میں سر ہلا دیا اور اپنے نازک چھوٹے چھوٹے پیروں کو جنبش دی جو ایسے خطرناک سفر کے لئے قطعی غیر موزوں تھے۔ ایوان کو اپنے مشورے کی لغویت کا اندازہ ہوا۔ اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ یہ بڑے بڑے چوبی جوتے ابھی کافی آفت ڈھائیں گے۔

اس کے پاؤں زخمی ہو چکے تھے۔ بائیں ایڑی میں ٹیس اٹھ رہی تھی۔ اس نے خود اپنے تلوے پر نظر ڈالی۔

"روسو بہت خفا ہے" جرمن میں اسے کیسے کہیں گے؟" لڑکی نے پوچھا۔ سال بھر جرمن کنسنٹریشن کیمپ میں رہنے سے ایوان کو ٹوٹی پھوٹی جرمن آ گئی تھی

وہ لڑکی کا مطلب سمجھ گیا مگر کوئی جواب نہ دیا اور سر جھکائے اپنی ایڑی میں گھسی ہوئی لوہے کی کرچ نکالنے کی کوشش میں لگا رہا۔

کچھ دیر بعد وہ ٹوٹی پھوٹی جرمن میں بولا ــــ "لوگ غصیلا بننے پر مجبور کر دیتے ہیں، ورنہ مجموعی طور پر میں خاصا بھلا آدمی ہوں۔"

"بھلا آدمی؟" لڑکی نے جرمن لفظ دُہرایا اور ہنس دی۔ اس نے اپنے نم اور چمکیلے بالوں پر ہاتھ پھیرا اور اس کو اپنی پتلون پر صاف کرتے ہوئے ایوان کے قریب کھسک آئی۔

"اِدھر لاؤ" لڑکی نے ایوان کا بڑا سا پاؤں اپنے پتلے پتلے سرد ہاتھوں میں لے لیا اور انگلیوں سے کرچ ٹٹولنے لگی۔ پھر جھک کر ایڑی کی موٹی کھال اپنے دانتوں میں داب لی۔ ایوان نے پیر کھینچنا چاہا لیکن لڑکی اُسے مضبوطی سے تھامے رہی۔ جب اُس نے سر اُٹھایا تو کرچ اُس کے دانتوں میں دبی تھی۔

ایوان نے کسی تعجب کا اظہار نہیں کیا۔ نہ ہی لڑکی کا شکریہ ادا کیا۔ اپنا پاؤں آگے پھیلا کر ایڑی پر نظر ڈالی اور اُسے سہلانے لگا۔ تکلیف کافی کم ہو چکی تھی۔ اب اُس نے ذرا دوستانہ نظروں سے لڑکی کے سانولے بھیگے چہرے کا مطالعہ کیا جو نہ معلوم کیوں اب اُسے خوبصورت اور جاذبِ نظر معلوم ہونے لگا تھا۔

لڑکی نے مسکراتے ہوئے کرچ کو دانتوں میں سے نکالا اور ایوان کی طرف مُڑے بغیر ہوا میں اُچھال دیا۔

"بڑی ہوشیار ہو ــــ ہے نا؟" ایوان نے ذرا بے دلی سے کہا۔ گویا اس کے مہارت اور قدر و قیمت کا اعتراف کرنے کے لئے اب بھی تیار نہیں۔

"ہوشیار ——؟" لڑکی نے روسی لفظ دُہرایا — "ہوشیار کا مطلب؟"

اب ایوان پہلی بار دل ہی دل میں مُسکرایا اور اپنے نم بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگا۔

"کیسے سمجھاؤں تم کو ہوشیار کا مطلب؟ —— یعنی کہ اچھّی" اُس نے جرمن زبان میں جواب دیا۔

"اچھی!"

"ہاں —— اچھّی"

"تم بھی اچھے —— میں بھی اچھی" لڑکی نے شگفتگی سے کہا۔

وہ کوئی پرانی بات یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اب اُس نے لڑکی کو اور غور سے دیکھا۔ لڑکی ذرا گھبرا کر کانپی —— جیسے اُسے سردی لگ رہی ہو۔

ایوان نے سوچا اب چلنا چاہیے۔ وہ صنوبر کی پناہ گاہ سے اُٹھنا تو نہ چاہتا تھا مگر اُٹھنا پڑا۔ مینہ اُسی طرح برس رہا تھا اور جنگل گویا ایک عجیب یکسانیت سے مسلسل کراہے جا رہے تھے۔ موسم کی خرابی کی وجہ سے جرمن اُس کا تعاقب ملتوی کر چکے تھے۔ نہ معلوم کتنے قیدی کیمپ سے نکل کر پہاڑوں میں آ چھپے ہوں گے۔ ممکن ہے کہ ان میں سے ایک آدھ قسمت کا دھنی بھی نکل آئے اور فرار کی کوشش میں کامیاب ہو جائے۔

ایوان کو اُس جرمن قیدی کا خیال آیا جو لڑکی کے پیچھے پیچھے بھاگا آ رہا تھا۔ صنوبر کے سائے سے نکلتے ہوئے اُس نے لڑکی سے، جو حسبِ معمول چوبی جوتوں میں سے جھٹک جھٹک کر پانی نکالنے میں منہمک تھی، دریافت کیا،

"تمہارے پیچھے پیچھے کون بھاگتا آرہا تھا؟"

"وہ ـــــ ہا اُدھر ـــــ ؟ ـــــ قیدی ـــــ جرمن قیدی۔"

"کون تھا وہ؟ ـــــ دوست ـــــ کامریڈ؟"

"کامریڈ نہیں۔ قیدی ـــــ پاگل ـــــ بیمار" لڑکی نے مزید وضاحت کرنے کے لئے اپنے ماتھے پر انگلی بجائی۔

"اوہ ـــــ دیوانہ ـــــ ؟"

"ہاں ـــــ ہاں۔ دیوانہ!"

اُس سے باتیں کی جا سکتی ہیں۔ ایوان اس خیال سے خوش ہوا اور اُس کی طرف مڑ گیا۔ نہ جانے کیوں وہ اس کی سیاہ آنکھوں میں جھانکنے سے اب بھی جھجھک رہا تھا۔

"اچھا! جہنم میں جائے پاگل۔ آؤ ہم تم تو آگے چلیں۔"

وہ دونوں کیمپ سے کافی دور نکل آئے تھے۔ جرمن ان کو پکڑنے میں ناکام رہے تھے۔ اس احساس سے ایوان کا شدید اعصابی کھچاؤ بھی کم پڑتا جارہا تھا، اب جاکر ایوان نے دن بھر کے واقعات پر تفصیل سے سوچنا شروع کر دیا۔

(۴)

صبح سویرے سے وہ اور اُس کے چار ساتھی ایک خاص سزا کے طور پر کارخانے کے ورکشاپ میں سے دھنسا ہوا اَن پھٹا بم کھود کر نکالنے میں مصروف

تھے۔ یہ بم گزشتہ رات کے اُس ہوائی حملے میں گرایا گیا تھا، جس میں آدھی سے زیادہ ورکشاپ برباد ہوگئی تھی۔

قیدیوں کو یقین ہو چکا تھا کہ اُن میں سے کوئی بھی زندہ نہ نکل سکے گا۔ صرف ایک ہی خیال تھا، ایک ہی اُمید تھی جس پر وہ جی رہے تھے ـــــ بس کسی طرح کیمپ سے بھاگ نکلیں۔ اور یا پھر اُس تیز زبان قیدی کے بقول جس کا نام "بھنورا" پڑ گیا تھا ـــــ اگر اس دنیا کو چھوڑنا ہی ہے تو جاتے جاتے اپنے پیچھے اس دھڑاکے سے دروازے بند کرو کہ رہ جانے والوں کو چھٹی کا دودھ یاد آجائے

ان کی انتہائی خطرناک سزا اب ختم ہی ہونے والی تھی۔ انھوں نے بیلچوں اور آنکڑوں کے ذریعے ملبے میں سے بم نکال کر احتیاط سے گڑھے کی تہہ میں رکھ دیا۔ لیکن سب سے زیادہ خطرناک اور اہم مرحلہ ابھی باقی تھا۔ سارے قیدی سانس روکے دم بخود اور ساکت کھڑے تھے۔

یکایک دوسرے قیدیوں کی طرح دھاری دار جیکٹ، جس کے سینے اور پشت پر چاند ماری کے گول گول نشان بنے تھے، پہنے ایک قیدی جس کا نام گولودائے تھا، آگے بڑھا۔ گولودائے بحرِ اسود کے جہازی بیڑے کا ایک تجربے کار ملاح تھا۔ اُس نے اپنی جیب سے رنچ نکالا۔ اور بم کے فیوز کی ڈِھبری کھولنے میں جُٹ گیا۔ ڈِھبری جام ہوگئی تھی۔ گولودائے نے رنچ کو دونوں ہاتھوں میں پکڑا اور کٹکٹا کر زور لگایا۔ اُس کے بازو کی مچھلیاں اُبھر کر کلبلانے لگیں اور گلے اور پیشانی کی رگیں پھول گئیں۔ آخر کار ڈھبری گھوم گئی۔ دو تین چکر اور دینے کے بعد ڈھبری ڈھیلی پڑ گئی۔ گولودائے نے رنچ ہٹا لیا۔ اور انگلیوں سے جلدی جلدی ڈھبری کھولنے لگا۔

دوسرے ہی لمحے بم کا فیوز اس کے ہاتھ میں تھا۔ بم زمین پر کچھ اس طرح گرا تھا کہ اُس کے فیوز کا پن گھٹل ہو کر بیکار ہو چکا تھا اور اُس بم کو اُڑانے کے قابل نہیں رہا تھا۔ جو پچھلی شب کے ہوائی حملے میں امریکن بمبار جہاز بی ۲۹ سے اس کارخانے پر گرایا گیا تھا۔ رات کے ہوائی حملے نے کوہ آلپس کی وادی میں چھپے اس چھوٹے سے آسٹرین قصبے کو، صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیا تھا۔

گو فیوز بیکار ہو چکا تھا مگر بم کے اندر ایک ہزار ٹن بارود کے برابر ٹی۔ این۔ ٹی کا آتش گیر مادّہ موجود تھا۔ اسی بم پر قیدیوں نے اپنی آس لگا رکھی تھی۔

گولودائے نے جیسے ہی بیکار فیوز، بم سے الگ کیا، بھنورے نے ایک نیا فیوز جس کو ایک دوسرے ناکارہ بم سے حاصل کیا گیا تھا، اپنی جیب سے نکالا اور اپنی پتلی پتلی مضطرب انگلیوں سے بم میں فٹ کرنا شروع کر دیا۔ جلدی کی وجہ سے فیوز کی چوڑیاں بم کے ساکٹ میں ٹھیک سے نہیں بیٹھ پا رہی تھیں۔ بھنورے کی ہر کوشش بیکار ہو جاتی تھی۔ اتنے میں جھنکار کی آواز آئی۔ ایوان نے چونک کر اوپر دیکھا — کسی نے انھیں یہ سب کچھ کرتے دیکھ تو نہیں لیا — نہیں۔ گڑھے کے باہر مکمل خاموشی تھی۔ ٹیڑھے میڑھے آہنی شہتیر اُن کے سروں پر آڑے ترچھے لٹک رہے تھے۔ سوراخوں اور شگافوں سے بھری چھت میں سے سورج کی دھواں دھواں کرنیں فرش پر بکھری ہوئی تھیں۔ پوری فضا گرد آلود تھی۔ ورکشاپ کے وسطی ستونوں کی قطار کے دوسری طرف گرد و غبار کے بادل میں چھپے درجنوں قیدی ایک دوسرے کو آوازیں دیتے ملبے کو صاف کرنے میں جٹے ہوئے تھے۔ ایس، ایس کے سپاہی پہرے پر موجود تھے۔ مگر ایسے موقعوں پر جب کہ بغیر پھٹے ہوئے بموں کے فیوز نکالے جا رہے ہوں، یہ حضرات

دور ہی رہنے میں اپنی عافیت سمجھتے تھے۔

"اب دیکھنا تماشہ حرامزادو" بھنورے نے فیوز کسنے کے بعد بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ وہ اپنا غصہ ضبط کرنے سے قاصر ہو رہا تھا۔

گولوڈائے اچک کر بم پر کھڑا ہو گیا اور بولا:

"اماں چُپ بھی رہو۔ تیل دیکھو، تیل کی دھار دیکھو۔"

"ٹھیک ہے یارو۔ ٹھیک ہے" ماتھے سے پسینہ پونچھتے ہوئے یانشکا نے کہا۔ جنگ سے پہلے یانشکا ایک اجتماعی فارم کا ٹیم لیڈر رہ چکا تھا اور اب ——— اب وہ یک چشم قیدی تھا۔ اگر موت کے کسی کیمپ میں کوئی ذی ہوش اُمید پرست اور رجائی رہ سکتا ہے تو بھائی یونشکا اس حد تک اُمید پرست واقع ہوئے تھے۔ کیمپ کے جلادوں نے مارتے مارتے اُن کی ایک آنکھ پھوڑ ڈالی تھی اور اُن کی تلّی زخمی کر دی تھی۔ لیکن جب اُن کے ساتھی فرار کی کوشش کے جرم میں پیٹے جاتے یا جب بھاگے ہوئے قیدی شکاری کتوں سے نُچے پھٹے کپڑوں میں واپس لائے جاتے اُس وقت بھائی یونشکا ان کی ہمت افزائی کرتے۔ دم دلاسا دیتے اور کہتے:

"چلو پھر سہی"

سوائے سمر بیب نیکوف کے جو مسلسل کھانسے جا رہا تھا اور الیوان کے جو دیوار کے پاس کھڑا تھا، سب نے اس منصوبے کے متعلق اُسی سرد مہری اور قنوطیت کا اظہار کیا۔ سمر بیب نیکوف نے شروع ہی سے اس سلسلے میں کوئی گرم جوشی نہیں دکھائی تھی کیوں کہ اس اسکیم کی کامیابی سے اس کے لئے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا تھا۔ کیمپ کی اس ہلاکت خیز زندگی اور روزانہ کی جو تالات سے بھی زیادہ تیزی سے

تپ دق اُس کا پاپ کاٹنے والی تھی۔ رہا تریشکا ـــ تو فطرتاً کم سخن تھا۔ اُس نے اظہارِ خیال کی ضرورت ہی نہ سمجھی۔

گولودائے نے اپنی دھاری دار پتلون پر ہاتھ مل کر دوسروں پر نظر ڈالی سارا منصوبہ اُسی کا تو بنایا ہوا تھا۔

"بم کے فیوز پر ہتھوڑا کون مارے گا؟" اس نے اپنے ساتھیوں پر نظر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

یہ سنتے ہی سب چپ ہو گئے۔ جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ ہر ایک نے لمبے سبز بم پر نظریں جما رکھی تھیں۔ یانشکا جس کے پچکے گالوں پر کھچڑی داڑھی اُگ آئی تھی، بے حد دل گرفتہ معلوم ہو رہا تھا۔ بھنورے کی آنکھوں سے اس کے مستحکم اور مصمم ارادے کی جھلک غائب ہو چکی تھی۔ سریب نیکوف کی کھانسی تھم گئی، اور نحیف و لاغر جسم پر اس کے لمبے بازو جھول گئے۔ ناقابلِ برداشت اُداسی اس کی نگاہوں میں تیرنے لگی۔ ظاہر تھا کہ اسی ایک سوال نے جو گولودائے نے ابھی ابھی کیا تھا، ان سب کو شروع سے پریشان کر رکھا تھا۔ سب خاموش تھے۔ سب اپنے اپنے بارے میں سوچ رہے تھے۔ موت کے منہ میں جان بوجھ کر جانا کون پسند کرے گا۔ خودکشی کسی کو پسند نہیں۔

گولودائے کے چوڑے چکلے چہرے پر بے صبری نمایاں ہو گئی۔ اس کا یہ یقین کہ ہر کام قرینے سے پورا ہونا چاہیے، متزلزل ہوتا نظر آ رہا تھا۔

"اگر ہم میں سے کوئی بھی خود کو اس کام کے لئے پیش نہیں کرنا چاہتا تو چلو قرعہ ڈال لیں۔" گولودائے نے تجویز پیش کی۔

"بالکل ٹھیک" بھنورے نے خوش ہو کر کہا اور گولو دائے کے قریب کھسک آیا۔ "ٹھیک ہے ـــــ قرعہ نکالو" یانشکا نے اتفاق کیا۔ سرپب نیکوف ذرا اطمینان سے کھانسا۔ تریشکا نے ایک ہی دفعہ میں اپنی کدال کی پوری نوک زمین میں گاڑ دی ـــــ گولو دائے کو ان سب کی یہ حرکتیں قطعی پسند نہیں آئیں اور وہ اپنی ران پر ہاتھ مار کر مغلظات بکنے لگا۔

"قرعہ کیا اپنے سر سے نکالا جائے؟ یہاں نہ دیا سلائی ہے نہ تنکا۔" اُس نے بے صبری سے چاروں طرف دیکھا اور ایک لانبے دستے والا بے حد وزنی ہتھوڑا اُٹھا لایا۔

"چلو اس کے دستے پر ہاتھ پر ہاتھ رکھو" وہ ہتھوڑے کا سرا پکڑ کر زمین پر بیٹھ گیا، باقی سب بھی اس کے قریب آکر ہتھوڑے پر جھک گئے۔ بھنورے نے گولو دائے کے ہاتھ کے اوپر سے ہتھوڑے کا دستہ پکڑ لیا۔ پھر یانشکا کی گانٹھوں بھری انگلیاں اُس پر جمیں۔ ان کے اوپر سرپب نیکوف کا ہاتھ آیا اور سب سے آخر میں تریشکا کی بھاری مٹھی۔ اس کے بعد دوبارہ گولو دائے، پھر بھنورا، پھر یانشکا اور آخر میں سرپب نیکوف کے پسینہ پسینہ لرزاں ہاتھ نے دستے کا بقیہ حصّہ چھوا۔

سب نے غیر ارادی طور پر اطمینان کا سانس لیا، اُٹھے اور دیوار کے پاس جمع ہو کر ایک دوسرے سے نظریں چرانے کی کوشش کرتے لگے۔ گولو دائے نے انتہائی ضبط سے کام لیتے ہوئے ہتھوڑا مرنے والے کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"کوئی بے ایمانی نہیں۔ بڑی راستبازی سے قرعہ نکالا گیا ہے" گولو دائے نے

ذرا درشتی سے کہا۔ حالاں کہ اس کی آواز میں ہمدردی صاف جھلک رہی تھی۔ سریب نیکوف نے نہ معلوم کیوں کھانسنا بند کر دیا۔ لڑکھڑا کر ہتھوڑے کا دستہ پکڑا اور دوسری طرف گھوم کر اُس کو اُٹھانے کی کوشش کی۔ پھر دستے کو چھوڑ دیا اور ناقابلِ بیان اُداسی کے ساتھ اُس نے اپنے ساتھیوں پر نظر ڈالی۔

"میں نہیں پھوڑ سکتا بم۔" اس نے ایک ایسے انسان کی آواز میں کہا جس کو پھانسی کا حکم سنا دیا گیا ہو — "مجھ میں اتنی طاقت ہی نہیں کہ ہتھوڑا اُٹھا سکوں۔"

چند لمحے سب بالکل گنگ کھڑے سریب نیکوف کو تکتے رہے پھر گولو دائے نے غصے سے اُس بد نصیب پر نظر ڈالی اور انتہائی درشت لہجے میں بولا:

کیا مطلب؟"

"میں اسے پھوڑ ہی نہ سکوں گا — میری — مجھ میں — اتنی سکت ہی نہیں" سریب نیکوف نے ملول آواز میں وضاحت کی اور بُری طرح کھانسنے لگا — گولو دائے نے اُسے پھر مغلظات سنائیں۔

"تم تو بس منصوبے بنانے میں تیز ہو" یکھنورے نے زہریلی آواز میں کہا۔ "ظاہر ہے کہ سریب نیکوف بم نہیں پھوڑ سکے گا۔ اتنا تو کمزور ہے بیچارہ!" یانشکا نے حسبِ معمول ہاں میں ہاں ملائی۔

تریشکا کے اندر کسی چیز نے کروٹ سی لی۔ اُسے معلوم تھا کہ سریب نیکوف جھوٹ نہیں بول رہا، لیکن اس غیر متوقع بات نے اُسے آگ بگولا کر دیا۔ منٹ بھر تک وہ ہڈیوں کے اس ڈھانچے کو گھورتا رہا۔ وہ اپنے دل میں کوئی فیصلہ کر رہا تھا وہ مرنے کا شوقین نہ تھا۔ یہ ایک قدرتی بات تھی۔ وہ بھی باقی سب کی طرح زندہ رہنا

چاہتا تھا اور زندہ رہنے کی اس کوشش میں تین مرتبہ کیمپ سے بھاگ بھی چکا تھا ایک بار تو وہ زِتومیر تک پہنچ گیا تھا۔ پھر بھی ایک آدمی کی زندگی میں ایسے لمحے آتے ہیں جب موت کا سامنا کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے

"لاؤ مجھے دو ہتھوڑا" وہ سریب نیکوف کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

سریب نیکوف نے اپنی مغموم آنکھیں حیرت سے جھپکائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ ہتھوڑا اپنے ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ ترلیشکا نے ہتھوڑا اپنے قریب رکھ لیا اور جھینپی جھینپی آواز میں احکامات دینے لگا:

"اب تم لوگ بیکار کیوں کھڑے ہو؟ پکڑو اسے۔ اب انتظار کا ہے کا ہے۔"

اُداس گولوداٹے، مضطرب بھنورا، پریشان یانشکا ــــ سب نے تعجب سے اُسے دیکھا۔ اچانک ان کو ہوش سا آ گیا۔ وہ بم کے گرد اگرد اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔

"اُٹھاؤ۔ شاباش میرے بھائی"۔ بھنورے نے آواز لگائی۔

"رسّا کدھر ہے؟ ڈنڈے کہاں گئے ــــ؟" ترلیشکا غیر فطری انبساط کے ساتھ ہدایت دے رہا تھا۔ ڈنڈے تلاش کرتے کرتے اس نے گڑھے سے باہر سر نکال کر جھانکا اور لرز کر رہ گیا۔ باقی سب ساکت کھڑے تھے۔ ترلیشکا نے آنے والے خطرے کا احساس کر کے کندھے سیدھے کیے۔

اوپر دھوپ میں چکر کاٹتے گردو غبار کے مرغولوں کے اندر جرمن کمانڈر سینڈلر کھڑا تھا۔ اس نے ایوان ترلیشکا کو دیکھا۔ دونوں کی نظریں چار ہوئیں۔ سینڈلر نے سر کے اشارے سے ایوان کو اوپر بلایا۔

ترلیشکا نے آہستہ سے ایک گالی دی۔ ہتھوڑا کھڈے کی دیوار سے ٹکایا اور جلدی سے اوپر چڑھ گیا اس لئے کہ ایسے موقعوں پر فی الفور حکم نہ بجالانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ باقی سب لوگ گردنیں جھکا کر چپ چاپ دوزانو بیٹھ گئے۔

ورکشاپ میں جلبس طاری تھا۔ اِدھر والا حصّہ خالی پڑا تھا۔ جرمنوں نے بم کے ڈر سے اس حصے سے مشینیں پہلے ہی اُٹھوالی تھیں۔ تیسرے پہر کی دھوپ تباہ شدہ چھت میں سے چھن چھن کر اندر آرہی تھی۔ اس وسیع وعریض کارخانے کے دوسرے سرے پر، جو اور بھی بُری طرح برباد ہوا تھا، "سیکرٹ سی" کی زنانہ جماعت ملبے کی صفائی میں لگی تھی۔ درجنوں عورتیں چھکڑوں پر ملبہ لاد کر اِدھر سے اُدھر آجا رہی تھیں۔ ستونوں کی قطار کے نزدیک دھوپ کے دائرے میں سینڈلر پیچھے ہاتھ باندھے منتظر اور مستعد ڈٹا کھڑا تھا۔ ترلیشکا پھرتی سے ملبے کے اوپر سے کود کر گڑھے کے پار آگیا۔ اس کے چوبی جوتے فرش پر کھٹ کھٹ پٹائے اور وہ سینڈلر سے پانچ قدم پر دھوپ کے دائرے کے عین وسط میں جا کھڑا ہوا۔ اور اپنی گھنی، سنہری بھنویں ذرا جھنجھلاہٹ کے ساتھ اوپر اُٹھائیں۔ سینڈلر نے ایک ہاتھ سے اپنی ٹوپی کا چھجا نیچے کیا۔

"بم کی کیا حالت ہے؟" اس نے جرمن زبان میں پوچھا۔

"بس ابھی سارا کام ختم ہوا چاہتا ہے۔ تھوڑی سی دیر اور لگے گی۔" ایوان نے ضبط سے کام لیتے ہوئے جواب دیا۔

"فوراً سے پیشتر اسے گڑھے سے باہر نکالو ــــ ایک دم ــــ جلدی۔" یہ کہتے ہوئے سینڈلر نے ذرا اٹک وسنے کی نظروں سے گھڈ پر نظر ڈالی جس سے

باقی چاروں قیدی اوپر جھانک کر سوالیہ نظروں سے ایوان کو دیکھ رہے تھے جو گو یا سینڈلر کا ہر حکم بجا لانے کے لئے اٹینشن کھڑا تھا۔ اُس کے سینے پر بنے ہوئے چاند ماری کے دائروں کی موجودگی میں اس طرح کی مستعدی بہر حال لازم تھی۔ ایوان ترتیسکا نے جرمن افسر کے دھوپ میں تمتمائے، ڈاڑھی منڈے صاف شفاف چہرے پر نظر ڈالی۔ یہ جرمن افسر اس کا ہی ہم عمر رہا ہوگا۔ لیکن اپنے اقتدار اور وقار کا مکمل احساس رکھتا تھا۔ سارا وقت ایوان اس کے ہاتھوں کی ہر جنبش کو تاکتا رہا، جو کچھ بھی کر سکتے تھے۔ کارخانے کے دوسرے حصّے میں دو قیدی عورتوں نے وزن کرنے کی مشینیں فرش پر رکھدیں اور اپنا خوف چھپا کر ان دونوں کو تکنے لگیں کہ دیکھیے اب کیا ہوتا ہے جرمن نے قیدی کے چوڑے چکلے جسم پر جو بظاہر بے حد فرمانبردار معلوم ہوتا تھا نظر ڈالی اور اس کے قریب آکر اپنا گرد آلود جوتا آگے کر دیا۔

"صاف" اُس نے اشارہ کیا۔

ایوان سمجھ گیا کہ اُسے کیا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہ تھی لیکن اس حکم کے اچانک پن سے وہ ایک لمحے کے لئے ہکّا بکّا رہ گیا اور چند سیکنڈ کے لئے ٹھٹھکا رہا۔ سینڈلر کے بے رحم چہرے پر غصہ نمایاں ہوا۔ ایوان جلدی سے اس کے قدموں کے نزدیک جھک گیا۔ اُسے یہ شدید توہین برداشت کرنی ہی پڑی۔ وہ بے لبس تھا۔

اُس نے جھک کر اپنی آستین سے فُل بوٹ کی گرد صاف کی۔ بوٹ بالکل نئے تھے اور صبح اُن پر اچھی طرح پالش کی گئی تھی۔ جلد ہی اُن کی ٹو دھوپ میں چمکنے لگیں۔ پھر بوٹ کا پہلو اور پچھلا حصّہ چمک اُٹھا۔ اب صرف مغزی پر گرد باقی تھی،

اور نوک پر ایک خراش کا نشان باقی رہ گیا تھا، جسے مٹایا نہ جا سکتا تھا۔ اتنے میں سینڈلر نے اپنا سگریٹ لائٹر جلایا۔ اور سگریٹ سلگا کر لائٹر جیب میں رکھ لیا سگریٹ کے دھوئیں کی مہک نے ایوان کو تڑپا تڑپا دیا۔ سینڈلر نے سگریٹ جھاڑی اور جلتی جلتی چنگاریاں ایوان کے گھٹے ہوئے سر پر آگریں۔ پھر کسی سلگتی ہوئی چیز نے اُس کی گردن کی پشت جلائی۔ ایوان کا غصّہ بڑھتا جا رہا تھا، جس کو اُس نے انتہائی صبر اور ہمت کے ساتھ ضبط کیا۔ اُس کا جی چاہ رہا تھا کہ اُٹھ کر اس ظالم جرمن افسر کا گلا دبوچ لے لیکن وہ اُسی طرح چپ چاپ اُس کے بُوٹ صاف کرتا رہا تاکہ جلد از جلد یہ کام ختم کر کے وہاں سے ہٹ جائے۔

مگر سینڈلر کو کوئی جلدی نہ تھی، وہ اپنا بُوٹ اُسی طرح آگے کئے رہا۔ حتیٰ کہ بُوٹ گھٹنوں سے لے کر پنجوں تک آئینے کی طرح چمک اُٹھا۔ پھر سینڈلر نے دوسرا پیر آگے بڑھا دیا۔ ایوان نے کندھے سیدھے کئے اور ایک نگاہ اُن عورتوں پر ڈالی جو اُسے برابر تکے جا رہی تھیں۔ ایوان نے سرسری نظروں سے انھیں دیکھا لیکن اچانک کسی چیز نے اُسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ اُس نے دوبارہ اُن پر نظر ڈالی اور یہ سمجھنے کی کوشش کرنے لگا کہ اس کے کھٹکنے کی وجہ کیا تھی۔ اُس نے محسوس کیا کہ اُن عورتوں میں سے ایک کی آنکھوں میں شدید تحقیر آمیز نفرت جھلک رہی تھی۔ ایوان کا جی چاہا کہ زمین پھٹے اور وہ اُس میں سما جائے۔ حقارت اور نفرت کی اس نظر کے علاوہ اُسے اور کچھ سُجھائی نہ دیا۔ نہ معلوم وہ عورت جوان تھی یا بوڑھی۔ لیکن اُس کی نظریں ایسا کھولتا پانی تھیں جنھوں نے ایوان کو شدید روحانی کرب میں مبتلا کر دیا تھا۔ اسی اثنا میں ایک گرد آلود بوٹ جس کے پہلو پر سفید

دھیتا لگا تھا، اس کے چہرے کے سامنے کر دیا گیا لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ جرمن نے بڑ بڑا کر اُس کے سینے میں ٹھوکر ماری۔ اب ایوان نے بے قابو ہو کر اپنی مٹھیاں اس زور سے بھینچیں کہ بڑھے ہوئے ناخون ہتھیلیوں میں گھس گئے۔ وہ اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ شدید طیش اور نفرت نے اس کے جسم اور مٹھیوں میں سیسہ پلا دیا تھا۔ اُس نے وحشیانہ طاقت کے ساتھ سینڈلر کے جبڑے پر ایک زبردست گھونسہ رسید کر دیا۔ سینڈلر لڑکھڑا کر زمین پر ڈھے گیا۔ اُس کی ٹوپی لڑھک کر دور جا پڑی یہ سب چشم زدن میں ہو گیا۔ جرمن افسر کو اس طرح زمین پر پڑا دیکھ کر ایوان کو خود حیرت ہو رہی تھی۔

ایوان اپنے آپے میں نہ رہا تھا۔ وہ سینڈلر کی دونوں طرف ٹانگیں پھیلا کر کھڑا ہو گیا اور مٹھیاں بھینچے اس بات کا منتظر تھا کہ سینڈلر اُٹھ کر اُس پر جوابی حملہ کرے کچھ فاصلے سے مختلف یورپین زبانوں کے جوشیلے جملے اس کے کانوں میں پڑ رہے تھے مگر وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ آیا وہ سب لوگ اُسے کسی خطرے سے آگاہ کر رہے تھے یا اُسے لعن طعن کر رہے تھے۔ سینڈلر نے آہستہ سے کروٹ بدلی، ہاتھ بڑھا کر اپنی ٹوپی اُٹھائی اور اُنگلی سے گویا اس کی گرد جھاڑنے لگا۔ پھر اُس نے اس غصیلے اور اب بظاہر پریشان قیدی کو شعلہ بار نظروں سے دیکھ کر اپنا پستول باہر نکالا

معاً ایوان کی سمجھ میں آ گیا کہ اب اُس کا قصہ تمام ہونے والا ہے۔ سینڈلر اُس کی طرف پستول کا نشانہ لینے لگا۔ ایوان لمحہ بھر کے لئے منجمد ہو کر رہ گیا۔ لیکن وہ یوں مرنا نہیں چاہتا تھا۔ اُس نے ایوان کی کوکھ میں ٹھوکر مارنے کے لئے اپنا پیر اُٹھایا

لیکن عین اُس وقت زمین لرز اُٹھی بھونچال سا آگیا اور ایک بھیانک گرجدار دھماکے نے ایوان کو ہوا میں اُچھال دیا۔ جرمن افسر اور گرد و پیش کی سب چیزیں گرد کے سیاہ دھوئیں میں اوجھل ہو گئیں۔

لمحہ بھر بعد ایوان نے محسوس کیا کہ وہ فرش پر پڑا ہے اور چاروں طرف سے اُس کے اوپر کچھ برس رہا ہے۔ بدبودار دھواں۔ ایسی گرمی جس نے اس کی پشت کو جھلسا دیا۔ قریب ہی ایک اور دھماکا ہوا۔ دیواروں کی اینٹیں ریزہ ریزہ ہو گئیں۔ ایوان کو احساس ہوا کہ وہ ابھی زندہ ہے۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی نظروں کے سامنے سے جانا پہچانا چمکتا بوٹ فرش پر گھسٹتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ اُس کا دشمن بُری طرح کسمساتا ہوا آگے کی طرف کھسک رہا تھا۔ ایوان نے سیمنٹ کا ایک بھاری ٹکڑہ اُٹھا کر پوری طاقت سے جرمن کی پیٹھ پر دے مارا۔ سینڈلر لرزا، کراہا اور اپنا ایک ہاتھ اوپر اُٹھایا۔ اس پر ایوان کو جرمن کا پستول یاد آگیا۔ وہ کھسک کر آگے بڑھا اور سینڈلر کے نیم جاں جسم کے پاس پہنچ کر اُس کے ادھ کھُلے ہاتھ میں سے پستول کھینچ لیا اور دھڑ دھڑ کرتے دل کے ساتھ دھوئیں کے بادل کے اندر گھس گیا۔

(۵)

دونوں مفرور ٹیڑھے ترچھے صنوبروں سے ڈھکی ایک پتھریلی گھاٹی میں پہنچے ہی تھے کہ اندھیری رات چھا گئی۔ گھاٹی آگے جا کر اور تنگ ہو گئی تھی اور چڑھائی مشکل ہوتی جا رہی تھی۔

ایوان کائی آلود چٹانوں پر رینگ رہا تھا۔ اس کی پھرتی میں کمی آتی جا رہی تھی۔ اس خستہ حال لڑکی کا جو اس کے پیچھے دھیرے دھیرے چلی آ رہی تھی وہ بار بار رک کر انتظار کرتا۔ ایوان اس تنگ و تاریک جگہ سے جلد از جلد نکل جانا چاہتا تھا۔ گھاٹی میں گہری دھند چھا رہی تھی۔ ممکن ہے اوپر اتنا اندھیرا نہ ہو لیکن اپنی ناطاقتی کی وجہ سے وہ اوپر چڑھنے کا فیصلہ نہ کر سکا۔ وہ بارش کا فائدہ اُٹھا کر شہر سے بہت دور نکل جانا چاہتا تھا۔ بارش اُن کے لئے بڑی نعمت ثابت ہوئی تھی اس لئے کہ اس کی وجہ سے اُن کے قدموں کے نشان اور بُو دُھلتی جا رہی تھی اور بُو اور نشانوں کے بغیر کُتے اُن کا سراغ نہ پا سکتے تھے۔ وہ اپنی شدید تکان کے باوجود اوپر بڑھتا چلا گیا کیوں کہ صرف آلپس ہی میں آزادی اور پناہ ملنے کی اُمید تھی۔ نیچے، وادی میں اور سڑکوں پر تو موت اور صرف موت اُن کی منتظر تھی۔

مگر یہ کم بخت پہاڑ — اونہیں۔ اِن پہاڑوں کا تو ایوان بہرحال ممنون تھا کیوں کہ ان کی دشوار گزار چڑھائیاں ہی جرمن حفاظتی دستوں، موٹر سائیکل سواروں اور شکاری کتوں کی راہ میں حائل تھیں۔ مگر اب ایوان کو ان چڑھائیوں سے نفرت سی ہوتی جا رہی تھی۔ یہ ظالم چڑھائیاں اس کی تمام طاقت سلب کئے لے رہی تھیں۔ شائد وہ اُس کا دم ہی لے کر چھوڑیں۔

اس سے پہلے جب وہ سائیلیشیا کے کیمپ سے بھاگا تھا تب بھی رات کا وقت تھا اور اس وجہ سے کھیتوں اور چراگاہوں کو عبور کر لینا بہت آسان ثابت ہوا تھا تاروں بھری رات کی روشنی میں اُسے اپنے ملک کا راستہ آسانی سے مل گیا تھا۔ مفرور فوجی اُس علاقے کے جرمن گاؤں اور کسانوں کے گھروں میں آسانی سے داخل ہو جاتے

تھے اور پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے کبھی کچھ نہ کچھ مل ہی جاتا تھا۔ مثال کے طور پہ باغوں میں سے پھل، سبزیاں اور ترکاریاں یا گھروں کے صدر دروازوں پہ رکھی ہوئی صبح کی لاری کے ذریعے شہر بھیجی جانے والی دودھ کی بوتلیں۔ ان مفروروں کے طویل دن انتہائی بیزار کن بیکاری میں بسر ہوتے تھے۔ رات کو وہ کھیتوں اور کھلیانوں یا جھاڑیوں میں سوتے اور باری باری پہرہ دیتے تھے۔ پورے ایک مہینے ان کی چھوٹی سی ٹولی۔ داڑھیاں بڑھائے اور چیتھڑوں میں ملبوس یہ خوفناک ڈھانچے —— اسی طرح مرتے گھسٹتے سوویت یونین کی طرف سفر کرتے رہے۔ اُسے نہیں معلوم کہ اُس کے بقیہ ساتھیوں کا کیا حشر ہوا مگر اس کی قسمت بہرحال بڑی خراب نکلی۔ جرمنوں سے تو وہ بچ گیا مگر پھر ایسے بدمعاشوں کے ہتھے چڑھ گیا جو پہلی نظر میں اُسے اپنے ہم وطن معلوم ہوئے تھے۔ جب وہ لوگ اُسے اپنی حفاظت میں شہرے گئے تو وہ یہی سمجھا تھا کہ وہ اُس کے ساتھ مذاق کر رہے ہیں۔ یہ گاؤں کے چند چھوکرے تھے جن کی گالیاں آسانی سے سمجھ میں آجاتی تھیں۔ وہ کسانوں کی معمولی جیکٹوں میں ملبوس تھے اور ان کے ہاتھوں میں محض بندوقیں تھیں۔ ان میں سے صرف ایک کے بازو پر سفید پٹی بندھی ہوئی تھی اور اس کے کندھے پر جرمن قرابین لٹک رہی تھی۔

مگر اس کے برعکس یہاں پہاڑ کھڑے تھے۔ آسٹرین آلپس —— انجانے اور پُراسرار —— جو بہرحال اُمید کی ایک ضدی رمق اپنی گود میں چھپائے کھڑے تھے —— آزادی ——!

ایوان بے انتہا تھک چکا تھا۔ وہ رات بسر کرنے کے لئے کوئی جگہ تلاش کرنے لگا۔ اُسی لمحے اُس نے ایک چٹان پہ مدھم سے دھماکے کی آواز سُنی۔ اُس نے

پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اُس کی ساتھی ڈھلان پر گر گئی اور اُٹھنے کی کوشش سے بظاہر بے نیاز ہو چکی تھی۔ وہ ٹھٹھکا، کندھے سیدھے کئے، گہری سانس بھری اور انتظار کرنے لگا۔ شفق کا جھٹپٹا سارے میں پھیل چکا تھا۔ اوپر چوٹیوں پر غبار کے مانند لطیف بارش خاموشی سے برس رہی تھی۔ بھوری چٹانیں چاروں طرف بکھری پڑی تھیں صنوبروں کے سیاہ تنوں پر سیاہ گدلا آسمان بہت نیچے جُھک آیا تھا طویل مسافت طے کرنے کی وجہ سے ایوان کے بھیگے کپڑوں میں سے بھاپ سی اُٹھ رہی تھی۔ وہ ایک لمحے کے لئے بھی ساکت کھڑا ہوتا تو اُس کی ریڑھ کی ہڈّی میں سنسناہٹ سی دوڑ جاتی۔ اُسے اپنی ہم سفر کی پرچھائیاں دوُر سے صاف دِکھلائی دے رہی تھی۔ اُس کے سر کی خفیف سی جنبش ــــ اُس کا ساکت سفید بازو ــــ وہ اُسی طرح پڑی رہی۔ ایوان ڈھلان پر واپس آگیا۔ پستول جیکٹ کے اندر سرکایا اور جُھک کر لڑکی کے ہلکے پھلکے جسم کو احتیاط سے اپنی باہنوں میں اُٹھانا چاہا۔ اس کے ہاتھوں کے لمس سے لڑکی ذرا سی لرزی اور سر اُٹھائے بغیر سیدھی ہو بیٹھی۔

اِن دونوں کو ساری رات اس جگہ گزارنی ہوگی۔ ایوان نے تاسف سے سوچا پھر وہ لڑکی پر جُھک کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے چاروں طرف نظر ڈالی۔ ایک طرف چٹانوں اور پتھر کے ڈھیروں کا سلسلہ چڑھائی تک چلا گیا تھا۔ دوسری طرف ڈھلان صنوبروں کے گھنے جنگل میں اُتر کر غائب ہو گئی تھی جہاں سے سرد نم کہرا ان دونوں کی طرف اُمنڈتا چلا آرہا تھا۔ بہت دور ایک ان دیکھی ندی یکسانیت سے شور مچا رہی تھی۔

ایوان نے لڑکی کا شانہ چھو کر اشارہ کیا کہ وہ اِسی جگہ بیٹھی رہے تاکہ وہ اندھیرا پڑنے سے پیشتر رات گزارنے کے لئے کوئی مناسب جگہ تلاش کر سکے۔ ایک جگہ پر ایک

چٹان آگے کو نکلی ہوئی تھی۔ اس کے نیچے رات گزارنے میں کوئی خاص آرام اور پناہ ملنے کی اُمید نہ تھی لیکن چوں کہ بارش تھمنے کے آثار نظر نہ آتے تھے اور اس جگہ سے بہتر کوئی اور ٹھکانا ملنا ممکن نہ تھا اس لئے وہ نوکیلے پتھروں پر احتیاط سے قدم رکھتا واپس پلٹا۔

تعجب کی بات یہ تھی کہ لڑکی اپنی ساری شگفتگی اور بے خوفی کھو چکی تھی۔ اب وہ ایک ایسی تھکی ماندی اور بھیگی ہوئی چڑیا معلوم ہو رہی تھی جیسے بد نصیبی نے اس گھاٹی میں لا پھینکا ہو۔ وہ بھاری بھاری سانس لے رہی تھی۔ ایوان کے ہاتھوں کے لمس پر اُس نے کسی ردِ عمل کا اظہار نہیں کیا اور کھڑے ہونے کے بجائے وہ ایک کپکپاتی ہوئی گیند کی طرح گٹھڑی مڑی ہو کر پڑ گئی۔

"چلو ــــــ چل کر کہیں کمر سیدھی کر لیں"۔ ایوان نے کہا۔

لمحے بھر کے لئے لڑکی نے کپکپانا بند کر دیا لیکن وہ اُسی طرح سر جھکائے بیٹھی رہی۔ ایوان ایک منٹ تک ساکت کھڑا رہا پھر گود میں اُٹھا کر چٹان کے نیچے لے جانے کے لئے دونوں ہاتھوں سے اُسے اپنی گرفت میں لے لیا۔ ایک غیر متوقع طاقت کے ساتھ تلملا کر لڑکی نے اپنے آپ کو چھڑا لیا، اطالوی زبان میں کچھ کہہ کر چیخی اور ایوان کے اس زور سے لات ماری کہ اُس بے چارے نے اُسے فوراً چھوڑ دیا لڑکی کے اس ردِ عمل کی وجہ سے جھینپ کر ایوان ٹھٹھک گیا اور غصّے سے سوچنے لگا "بھاڑ میں جائے، بیٹھی رہے اس بارش میں کم بخت ــــــ چغد کہیں کی"۔ اور وہ خود چٹان کے نیچے جا کر بیٹھ گیا۔ اب اُسے احساس ہوا کہ وہ کتنی بُری طرح تھک چکا ہے۔ اُس نے جیکٹ کا کالر اوپر کیا اور سو گیا۔

سوتے ہی دنیا تو فوراً غائب ہوگئی مگر پریشان خوابوں نے اُسے آگھیرا۔ یہ تبدیلی ایسی مبہم اور غیر واضح تھی گویا یہ پریشان خواب دن بھر کے بھیانک واقعات ہی کا تسلسل تھے۔ سال بھر سے اُسے ایک ہی خوفناک سپنا دکھلائی دیتا تھا۔ ہر رات وہ جنگ کے سابقہ دن کی اذیتوں کو دوبارہ محسوس کیا کرتا تھا۔

خواب اس طرح شروع ہوتا جیسے ہر طرف سخت کربناک، اندوہ ناک مصائب ہیں۔ ویسے ہی مصائب جو جنگ میں شکست کے بعد جھیلنے پڑتے ہیں۔ گو دن کے وقت دوسری اذیتوں اور پریشانیوں کی زد میں آکر شدتِ احساس کی دھار قدرے کند ہو جاتی مگر رات کو یہ تجربہ نشتر بن بن کر بار بار روح کی گہرائیوں میں اُترتا رہتا تھا۔

حسبِ معمول وہ یوکرین کی ایک کاٹج کی شکستہ دیوار کی طرف منہ کئے کھڑا تھا۔ اس کاٹج کے ایک کونے پر کسی نے کوئلے سے 'الیکزیف کا فارم' لکھ کر تیر کا ایک نشان بنا دیا تھا۔ یہ عبارت اس وقت لکھی گئی تھی جب خارکوف سے گزرتی ہوئی فوج زِمی الیف کی سمت بڑھ رہی تھی۔ اس پریشان خواب میں فوجی دستے مخالف سمتوں میں نکل گئے تھے۔ ان دستوں نے اپنے ٹریکٹر اور ٹینک دریا میں ڈبو دیے تھے — کیونکہ ان کو چلانے کے لئے پٹرول ہی نہ تھا۔ مشین گنوں کو ناقابلِ استعمال کر کے کھیتوں میں بکھیر دیا گیا تھا اور ہیڈ کوارٹرز کے اہم کاغذات نذرِ آتش کر دیے گئے تھے۔ افسروں نے ایک کسان کے صحن میں رات بسر کی تھی ان افسروں کی مختصر سی میٹنگ کے بعد نرغے میں گھرے اس دستے کے کرنل نے اپنے آپ کو گولی مار لی تھی۔ کمپنی کو پسپائی کا حکم دے دیا گیا تھا۔ تین سپاہی اور ایک لفٹیننٹ

کالج کے دفاع کے لئے خندق کھودنے میں مصروف تھے۔

ایوان کو ساری عمر یہ واقعہ یاد رہے گا۔ لیکن اس وقت ــــ خواب میں، نہ جانے کیوں کرنل ہاتھوں میں نقشوں کا ڈبا تھامے صحن میں دوڑتا پھر رہا تھا اور بحیرہ اسود کے گولوداٹے نامی ایک ملاح کو گالیاں دے رہا تھا جس نے سب مشین گنرز کی کمپنی کی کمان سنبھال رکھی تھی۔ ایوان کی سمجھ میں نہ آیا کہ خندق میں ازبک توپچی عبدالرحمانوف، جس نے کمپنی کی تباہی سے قبل اُس کے ساتھ کام کیا تھا اور جو روسی زبان کا ایک لفظ بھی نہ سمجھ سکتا تھا، کے ساتھ ترلیشکا کے ساتھ بھگوڑا قیدی سربیب نیکوف کیوں موجود ہے؟ اپنی مشین گن تیار رکھنے کے بجائے فاقہ زدہ اور ہڈیوں کی مالا سربیب نیکوف جرمن سنگین کی نوک سے اپنے ٹیونک کوٹ پر بنے ہوئے دائرے کھرچنے میں مصروف تھا اور مسلسل بڑبڑائے چلا جا رہا تھا۔

"ایک قدم پیچھے نہیں۔"

سین بدل گیا ــــ اب ایوان کو ایک بیتی صبح کی صاف تصویر خواب میں نظر آئی۔ موسم بہار کا شفاف آسمان، سڑک پر پھیلا ہوا ایک مکان کا تہہ چھا سایہ جنگلے پر چڑھی ہوئی جھاڑیوں پر گری ہوئی شبنم، جنگلے میں اٹکا ہوا بر تن جسے صبح کی ٹھنڈی ہوا کبھی کبھی ہلا دیتی تھی ــــ ایوان کو معلوم ہے کہ اس سڑک پر سے ہو کر ٹینک گاؤں کی سمت آ رہے ہیں اور منٹ بھر میں وہ مکان کے نزدیک نکڑ پر آ پہنچیں گے۔ ادھر ایوان کو اپنے ہینڈ گرینیڈ کا فیوز ہی نہیں مل رہا تھا۔ وہ اسے زور سے اندر کو دھکیلتا ہے مگر پنسل کا ننھا سا پن بے حد موٹا ہو گیا ہے اور ہینڈ گرینیڈ میں فِٹ نہیں ہو پا رہا ہے۔ ایوان بے حد گھبرا گیا۔ خود بخود سے اُڑ جانے کے

خطرے کے باوجود وہ اُس پر زور سے مکاّ مارتا ہے۔ تب اُسے احساس ہوتا ہے کہ وہ کیا کر رہا ہے — اس کے ساتھی اُسے چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ وہ خندق میں اکیلا رہ گیا ہے۔ اب اس کی سمجھ میں آتا ہے کہ پسپائی کا حکم اُسے نہیں سنائی دیا اور اُسے بھی وہاں سے بھاگ جانا چاہیے۔ ایوان خندق کی منڈیر پر چڑھ کر باہر نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔ ڈھیر ساری بھُر بھُری مٹی نیچے آ جاتی ہے۔ اس کا جسم یکایک بے حد وزنی ہو گیا اور وہ بھدّ سے خندق میں لڑھک گیا۔

ٹینک اور قریب آ چکے ہیں۔

گورّیا چڑیوں کا ایک بڑا سا جھنڈ یکتر بند گاڑیوں کے شور سے چونک کر ایک جھپاکے سے اوپر بلند ہوتا ہے اور آدھے آسمان پر چھا جاتا ہے۔ چڑیاں پہلے ایک سمت چکّر کاٹتی ہیں اور پھر گویا کسی حکم کے تحت دوسری طرف مُڑ جاتی ہیں اور عین اسی لمحے پہلا ٹینک کچّی سڑک کی مٹی اُڑاتا مکان کے عقب سے نمودار ہوتا ہے۔

ایوان کو معلوم ہوتا ہے کہ اب بھاگنا ممکن نہیں۔ بے بسی کے ساتھ وہ اپنا گرینیڈ ہاتھ گھما کر سڑک پر پھینک دیتا ہے لیکن پھٹنے کے بجائے وہ اِدھر اُدھر اُچھلتا اور سنسناتا رہتا ہے۔ ٹینک کترا کر آگے بڑھ جاتا ہے۔ اتنے میں ٹینک پر سوار فوجی دیوار کے نیچے کھُدی خندق کو دیکھ لیتے ہیں۔ ٹینک مُڑتا ہے اور ایوان پر ناقابلِ برداشت وحشت طاری ہو جاتی ہے — یہ تو سوویت ٹینک ٹی ۳۴ ہے

ایوان بری طرح لرز رہا ہے۔ یہ اُس نے کیا کر دیا! وہ پلٹ کر بھاگتا ہے مگر ایک لمبی سنگین سے ٹکرا جاتا ہے۔ جرمن افسر سنگین کو ہلکی سی جنبش دیتا ہے اور اس

کی نوک بڑی ملائمیت سے اور آہستگی سے ایوان کے سینے میں اس طرح اُتر جاتی ہے گویا وہ سینا اُس کا نہیں، کسی اور کا ہو۔ ایوان جانتا ہے کہ اب خاتمہ ہے، اس کا دم گھُٹ رہا ہے لیکن کوئی کرب کوئی تکلیف اسے محسوس نہیں ہوتی۔

عموماً ایسے مقامات پر وہ پسینے سے تر بتر جاگ اُٹھتا تھا مگر اس وقت اس کا دماغ اس کے جسم سے علیحدہ کام کر رہا ہے۔ جیسے اس کا دماغ کہیں اور اُلجھا ہوا ہو اس کی سمت عود کر آتی ہے۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ ابھی خاتمے کا وقت نہیں آیا۔ اُسے پھر قید کیا جائے گا اور وہ پھر فرار ہونے کی کوشش کرے گا۔ چنانچہ سینے میں سنگین پیوست ہو جانے کے باوجود وہ ابھی مر نہیں سکتا۔

اب سپنا کچھ گڈمڈ ہو جاتا ہے ــــ اچانک ایوان خود کو اپنے آبائی گاؤں ترشکی میں موجود پاتا ہے۔ کری وچی قبیلے کی قدیم سرزمین ــــ جنگ سے پہلے ــــ جب وہ فوج میں بھرتی ہونے کے لئے بلایا گیا تھا ــــ اس سے بھی پہلے ــــ ایوان ایک اجتماعی کھیت کے برابر والی سڑک پر دوڑ رہا ہے۔ اس سڑک پر سے بھیڑوں کے ان گنت گلّے گزرا کرتے ہیں۔ ایوان اناج کے گودام کی سمت جا رہا ہے۔ گولودائے ملّاح اور دوسرے قیدی وہاں لائے گئے ہیں۔ اُن کے ہاتھ پیچھے کی طرف بندھے ہوئے ہیں۔ ایوان کا دل غم و غصّے سے پھٹا جا رہا ہے۔ اسے ڈر ہے کہ وہ لوگوں کو یہ سمجھانے کے لئے کہ وہ ان جنگی قیدیوں سے نفرت نہ کریں، جلد از جلد وہاں نہ پہنچ سکے گا۔ ان جنگی قیدیوں کا پکڑا جانا ان کا قصور نہیں، ان کی بدقسمتی ہے۔ یا شاید غداروں نے ان کو دشمن کے حوالے کر دیا تھا۔ غداری کے

متعدد واقعات رونما ہو چکے ہیں۔

لیکن وہ گودام تک نہیں پہنچ پاتا۔ اُس کے ننگے پاؤں کیچڑ میں دھنس دھنس جاتے ہیں۔ وہ بمشکل اُن کو گھسیٹ رہا ہے۔ اُس کے بازو سُن ہو چکے ہیں پھر اُس کا سارا بدن منجمد ہو جاتا ہے جیسے وہ آہستہ آہستہ پانی میں ڈوب رہا ہو۔ اب وہ سڑک پر آکر ایک باڑ کی طرف مڑتا ہے۔ اچانک وہاں اُسے دو برہنہ پنڈلیاں نظر آتی ہیں۔ وہ سر اُٹھا کر دیکھتا ہے۔ ایک لڑکی جنگلے کے اوپر بیٹھی ہے۔ اُس لڑکی کو وہ خوب جانتا ہے۔ لڑکی اپنی دراز پلکیں اُٹھا کر گویا اُسے خوش آمدید کہتی ہے۔ اُس کا سفید فراک دھوپ میں چمک رہا ہے۔ وہ مسکراتی ہے۔

"چاؤ ـــــ ایوان!" لڑکی کہتی ہے۔

ایوان ٹھٹھک جاتا ہے۔ دفعتاً تمام قیدی بلکہ ساری دنیا اس کے ذہن سے نکل جاتی ہے۔ وہ اس لڑکی سے مل کر کچھ جھینپ سا رہا ہے۔ یک بیک اُسے لگتا ہے جیسے وہ اس لڑکی کو مدّتوں سے جانتا ہو ـــ اُس کے سپنوں کی رانی ـــ جو عمر بھر سے اُس کے لاشعور میں براجمان رہی ہے۔ فرطِ انبساط سے اُس کا دم گھٹنے لگتا ہے۔

وہ باڑ کی سمت ـــ لڑکی کی سمت بڑھتا ہے اور یکایک ٹھٹھک کر اپنے آپ پر نظر ڈالتا ہے ـــ وہ کھیتوں سے اپنے ٹریکٹر پر سے بھاگتا ہوا آیا ہے اُس کی پرانی پتلون کے گھٹنوں پر پیوند لگے ہوئے ہیں اور اُس کی قمیص کندھوں پر سے بدرنگ ہو چکی ہے۔ اُس کے ہاتھ تیل سے لت پت ہیں۔ وہ گھبرا کر جھینپ کر کھڑے کا کھڑا رہ جاتا ہے۔ لڑکی کے غیر معمولی طور پر جگمگاتے چہرے کا تبسّم اور اُس

کا چمکیلا سفید فراک کوندے کی لپک کی مانند غائب ہو جاتا ہے اور لڑکی ایک
چھلاوے کی طرح آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔

وہ بے صبری کے ساتھ جنگلے کی طرف لپکتا ہے۔ اور جنگلے کی سلاخ اور
اُس میں اُلجھی جھاڑیوں کو اپنی گرفت میں لے کر ہٹاتا ہے —— لیکن یہ کیا؟ —
وہاں تو اس کی ماں کھڑی ہے۔ اُس نے اپنا سیاہ دیہاتی لباس پہن رکھا ہے
اور اُس کی آواز میں اُداسی ہی اُداسی ہے۔ وہ کہہ رہی ہے :

"یہ لڑکی فاشسٹ ہے میرے بچے۔ اِس نے تمھارے ساتھیوں کو جرمنوں
کے حوالے کر دیا ہے۔"

"وہ ہے کہاں ؟ — کدھر چلی گئی وہ ؟" ایوان چیخنا چاہتا ہے۔ لیکن وہ ایسا
نہیں کر سکا۔ اُس کی گردن اُس سیاہ ریشمی رسّی میں جکڑ گئی ہے جس سے طبل
اور نقارے کی سنگت میں کیمپ کے اندر قیدیوں کو پھانسی دی جاتی ہے۔ ایوان
کی گردن میں اُس رسی کا پھندہ پڑ چکا ہے۔ رسّی کا دوسرا سرا زمین پر گھسٹتا
آرہا ہے۔ اب یہ سرا پھانسی کی رسّی کا نہیں بلکہ اُس کُتّے کے گلے میں پڑی ہوئی
زنجیر کا ہے جسے وہ پہاڑی پر مارنے میں ناکام رہا تھا۔ کُتّا رسی کو زور سے کھینچ
رہا ہے۔ ایوان گرا جا رہا ہے۔ وہ چیخنا چاہتا ہے مگر حلق سے آواز نہیں نکلتی —
کسی اندرونی تحریک کے زیرِ اثر وہ ایک دم جاگ اُٹھتا ہے۔

(۶)

"ہا۔ ہا۔ ہا۔" لڑکی کا شفاف قہقہہ فضائیں گونجا۔ ایوان نے اپنا سر اُٹھایا، گردن

پر ہاتھ پھیرا اور آنکھیں پوری طرح کھول دیں، سب سے پہلے اُسے بیکراں، چمکیلا نیلا آسمان نظر آیا اور پھر ہنستی ہوئی لڑکی کے موتیوں جیسے جگمگاتے سفید دانت۔

"آرام کا وقت ختم۔ اب پھر مارچ — مارچ اور مارچ!" لڑکی نے کہا۔

ایوان سردی سے اِس طرح کانپا گویا اس کے جسم میں بجلی کی لہر دوڑ گئی ہو۔ اُس کا پریشان خواب ابھی تک اس کے ذہن پر مسلط تھا۔ چند منٹ تک وہ حقیقی دنیا اور اُس کی تمام تفکرات کی طرف لوٹنے سے معذور چپ چاپ بیٹھا رہا۔ اُس نے لڑکی پر نگاہ ڈالی۔ مگر اُس کے بشاش اور شگفتہ موڈ میں شامل ہونے سے قاصر رہا۔ لڑکی اپنے ایک ہاتھ کے سہارے اُس کے نزدیک بیٹھی گھاس کا پتا چبا رہی تھی۔ شائد اسی پتے سے گدگدی کر کے اُس نے اُسے جگا دیا تھا۔ لڑکی میں گزشتہ دن کی خستگی اور ماندگی کا شائبہ تک باقی نہ تھا۔

"مارچ! یہ تم مجھ سے کہہ رہی ہو؟ چلو۔ دیکھتے ہیں"۔

"دیکھتے ہیں۔ دیکھتے ہیں" لڑکی نے شرارت سے مسکراتے ہوئے دُہرایا اور ایوان کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگی۔

ایوان کے شانے کانپے۔ سردی کی وجہ سے اُس کو پھر کپکپی سی محسوس ہوئی۔ مگر وہ اُچھل کر کھڑا ہو گیا اور کسرت کرنے کے انداز میں اپنے بازو زور زور سے ہلانے لگا۔ ٹانگیں پھیلا کر کئی مرتبہ اُچھلا کودا اور دس بار بیٹھکیں لگا ڈالیں۔ دورانِ خون کو معمول پر لانے اور جسم کو تر و تازہ کرنے کے لئے فوجیوں کا یہ ایک آزمودہ نسخہ ہے۔ اُس کی یہ حرکتیں دیکھ کر پہلے تو لڑکی نے تعجب سے اپنی حسین بھویں اوپر کیں پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اتنے زور سے ہنسی کہ ایوان کو "شش" کہہ کر اُسے خاموش کرنا پڑا۔

اب لڑکی کو خیال آیا ہے کہ وہ کہاں اور کن حالات میں ہے۔ اُس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا مگر اُس کی آنکھوں میں شرارت اُسی طرح جھلملاتی رہی۔ ایوان نے درشت نظروں سے اُسے دیکھا اور پھر ساکت کھڑے ہو کر جنگل کی آوازوں پر اپنے کان لگا دیئے۔ اب ایوان کے جسم میں گرمی واپس آ رہی تھی۔ لڑکی نے چھیڑ خانی سے دوبارہ اپنا بے فکر قہقہہ لگایا۔

"بہ ـــ جناسٹکا ـــ ؟"

"ہاں ـــ جمناسٹک۔ کیوں؟ کیا تم برف کی طرح جم جانا زیادہ پسند کرو گی؟"

ایوان پریشان تھا اور ہنسی مذاق کے لئے اُس کے پاس بالکل وقت نہ تھا۔ لڑکی نے بھی اس حقیقت کو محسوس کیا اور نسبتاً سنجیدہ ہو گئی۔ وہ سردی سے کانپ گئی۔ پچھلے دن کی بارش سے نم جیکٹ کے اندر اُس کے نازک کندھے کپکپائے اور اُس نے متحیر آنکھوں سے ایوان کو دیکھا۔

ایک تجربے کار سپاہی کی طرح ایوان نے پہلے چاروں طرف نظر ڈالی اور محسوس کیا کہ ان دونوں نے سونے میں بہت وقت ضائع کر دیا تھا۔ پو کب کی پھٹ چکی تھی اور گو سورج ابھی پہاڑ کی چوٹیوں پر نمودار نہیں ہوا تھا لیکن آسمان صبح کی شفاف نیلاہٹ سے معمور ہو چکا تھا۔ گھاٹی کے دوسری جانب دھوپ بکھر چکی تھی۔ اور پہاڑی نالے کے پانی میں قوس قزح کے ساتوں رنگ منعکس تھے۔ صنوبروں کے جھرمٹ، چوڑی اونچی گھاٹی، نالے کے پانی اور ہواؤں کے تراشے ہوئے عجیب و غریب شکلوں والے پتھر۔ ہر چیز پر سُرمئی سا اُجالا پھیلا ہوا تھا۔ اُس طرف جہاں ایوان کھڑا ہوا تھا، دھواں دھواں کہرے میں ملفوف پہاڑ ابھی اُونگھ رہے تھے۔ انھوں نے ابھی تک رات کی

اُداس تاریکی کو خیرباد نہیں کیا تھا۔

"پہاڑ اچھے ــــ!" لڑکی نے محسوس کیا کہ ایوان اپنے گرد و پیش کو بڑی سنجیدگی سے دیکھ رہا ہے ــــ "تم کیا کہو گے اِسے؟ ــــ راحت بخش!" یہ کہتے ہوئے لڑکی اُٹھی اُس کے چوبی جوتے پتھروں پر پھر کھڑکھڑائے اور وہ چٹان کے نیچے سے نکل کر وادی پر پھیلی دھوپ کا نظارہ کرنے لگی۔ ایوان کے پاس بہرحال حسنِ قطرت کا مطالعہ کرنے کی فرصت نہ تھی۔ کیمپ کی ہر صبح کی طرح آج بھی بھوک نے اس کی انتڑیاں مروڑ دیں اُس کے جسم کا ریشہ ریشہ خالی پن کے اس تکلیف دہ احساس سے بخوبی واقف تھا۔ ان کم بخت پہاڑوں میں کھانے کو کیا ملے گا؟ لیکن بغیر کچھ کھائے اور بھوک سے اس طرح نڈھال حالت میں وہ دونوں زیادہ دور تک چل بھی تو نہ سکتے تھے۔ چند سیکنڈ بعد تھوک نگلتے اور ماحول سے لڑکی کی دلچسپی کو قطعاً نظرانداز کرتے ہوئے اُس نے لڑکی سے دریافت کیا کہ وہ کہاں جا رہی ہے؟

وہ اُس کا مطلب نہیں سمجھ سکی۔ اور سوالیہ انداز میں اَبرو اُٹھا کر اُسے دیکھنے لگی۔

"مارتج ــــ مارتج ــــ آخر کدھر؟" ایوان نے بازو ہلا کر ذرا جھنجھلاہٹ کے ساتھ دریافت کیا۔ "اِس طرف یا اُدھر؟ ــــ تم کدھر جا رہی تھیں؟"

"اوہ! روسی محاذ کی طرف۔"

ایوان نے لڑکی کو تعجب سے دیکھا۔

"ہاں ہاں" لڑکی نے دُہرایا۔ سینوریتا ــــ اچھی ــــ جرمن مارا ــــ ٹھائیں ــــ ٹھائیں ــــ!"

ایوان واقعی ایک عجیب مصیبت میں گرفتار ہو گیا تھا۔ صبح سے اس چھوکری

کی احمقانہ چہچہاہٹ سے وہ کھسیانا سا ہو چلا تھا۔ اُس نے اُن کے پُرسکون اور بے حد حسین چہرے کو دیکھا — لڑکی کا چہرہ اُسے واقعی بے حد حسین لگ رہا تھا، اُس نے جرمنوں کو مارا ہے" — کہیں وہ مذاق تو نہیں کر رہی۔ لگتا تو نہیں کہ وہ گپ ہانک رہی ہو۔ پھر وہ روسی محاذ تک جانے کے سلسلے میں بھی خاصی سنجیدہ معلوم ہو رہی تھی۔ اور اپنی سیاہ آنکھوں کی اتھاہ گہرائیوں سے ایوان کو دیکھتے ہوئے اس کا جواب سننے کی منتظر تھی۔

"کیا ٹھائیں ٹھائیں لگا رکھی ہے تم نے — حماقت"۔ ایوان نے اپنی جیکٹ کے دامن کو اپنے جسم کے گرد اچھی طرح لپیٹتے ہوئے کہا۔

"کیا — حماقت سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ روسو سینورینا کو روسی بولنا سکھاتے یہ خوب رہی"۔

"دیکھیں گے"

"دیکھیں گے!!۔ اچھا — منظور ہے" وہ اسی طرح ہنس ہنس کر کہتی رہی

ایوان نے کوئی جواب نہ دیا۔ جیکٹ کی نمی سے پیٹھ پر سردی لگنے سے وہ ایک بار پھر کپکپا اُٹھا۔ کپڑے پر بنے ہوئے چاند ماری کے بھدے دائروں پر نظر ڈالی اور سوچنے لگا کہ کھانے کے ساتھ دوسرے کپڑے حاصل کرنا بھی کتنا ضروری ہے۔ کیمپ کے قیدیوں کے اس لباس میں وہ دونوں زیادہ دور تک نہ جا سکیں گے۔ دیر سویر پکڑے ہی لئے جائیں گے۔

اُس نے چاند ماری کا نشان اور نمبر چٹکیوں سے نوچ ڈالا۔ لڑکی نے بھی ایوان کی تقلید کرنے کی کوشش کی مگر دھاگا اس کے نازک ناخنوں اور چٹکیوں کے لئے ضرورت سے زیادہ مضبوط ثابت ہوا۔ وہ ایوان کے قریب آ گئی اور بچوں کی طرح مچلا ہوتے

نکال، کر اپنا کندھا اُس کے سامنے کر دیا۔

"دو۔"

"دو نہیں ـــ لو" ایوان نے اس کی اوٹ پٹانگ روسی کی تصحیح کی اور آہستہ سے اس کی طرف مڑ گیا۔ لڑکی کے جیکٹ میں چھپے جوان جسم کے احساس نے اُسے پھر جھنجھلا دیا اور اُس نے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔ لڑکی نے اُس کے اس ردِ عمل کو محسوس کر لیا اور جسم کو سمیٹ کر شانہ ایک طرف کو کھینچ لیا۔ لحظہ بھر کے تذبذب کے بعد ایوان نے سِلا ہوا نمبر اُس کی جیکٹ کے شانے پر سے اُکھیڑ پھینکا اور کپڑے کی گولی سی بنا کر ایک چٹان کے نیچے چھپا دیا۔

"شکریہ" لڑکی نے روسی میں کہا۔

"تم روسی الفاظ کہاں سے سیکھ بھاگیں۔"

"اٹلی میں ـــ روم کے روسی کیمپ میں۔ سینور ینا مارلو شیلا نے مجھے سکھایا۔ روسی بولی، اچھی۔ ہاں۔"

"اچھا" ایوان نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"سمجھ لیتی ہوں ـــ بالکل ٹھیک ٹھیک۔" لڑکی نے بڑے فخر سے کہا ایوان دل میں مسکرایا کتنی بھولی ہے یہ لڑکی۔ مگر وہ اس کے علاوہ کچھ اور بھی سوچ رہا تھا۔

"ٹریسٹ کس طرف ہے! جانتی ہو؟" ایوان نے پوچھا۔

"اوہ ـــ ٹریسٹ ـــ اطالیہ" لڑکی نے فوراً جواب دیا۔

"یہ تو مجھے بھی معلوم ہے کہ ٹریسٹ اٹلی میں ہے ـــ لیکن کس طرف؟"

لڑکی نے پہلے ایک سمت دیکھا پھر دوسری طرف اور ہاتھ اُٹھا کر بڑے اعتماد سے

اس طرف اشارہ کیا جدھر سورج پہاڑوں کے پیچھے سے طلوع ہو رہا تھا۔

"ٹرگ ـــــ ٹریسٹ اس طرف"

"ٹرگ ـــــ" ایوان نے تاسف سے سوچا۔ آلپس کے سلسلے اور اس کے گنجان شہروں میں سے گزرتی موٹر کاروں کی شاہراہ۔ ٹریسٹ جہاں گوریلا دستے تھے۔ اس شہر کے بارے میں اُس نے کیمپ میں بہت کچھ سُن رکھا تھا، مگر وہ یہاں سے نزدیک ہرگز نہیں تھا، لیکن اب اور کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔ اس جہنم سے بھاگ نکلنے کے بعد فوجی طبل کی تال پر سیاہ ریشمی ڈوری سے لٹک جانا بھی تو حماقت ہوگی ہمیں اپنا سفر جاری رکھنا ہے میرے بھائی۔ پیدل ہی چلنا پڑے گا۔ چڑھائیوں پر چڑھنا ہو یا اُترائیوں پر اُترنا، سب ہی کچھ کرنا ہوگا۔ ہمیں ہمت، استقلال اور صبر سے کام لینا ہوگا۔ اپنے کوہ پیمائی کے تجربے اور اہلیت کا فائدہ اُٹھا کر پہاڑوں کی یہ سدِ سکندری عبور کرو، گوریلا ساتھیوں کو ڈھونڈھ نکالو ـــ کوئی بھی ہوں ـــ چاہے یوگوسلاوی یا اطالوی۔ اور ایک بار پھر اپنے مسلح رفیقوں کی صفوں میں جا شامل ہو ـــ یہی ایوان کا مقصدِ حیات تھا اور یہی اُس کا آدرش۔ اور ایک برس تک کیمپ کی ذلتیں اور صعوبتیں سہنے کا بہترین صلہ بھی اُس کے لئے یہی ہوگا۔

نیم تاریک گھاٹی بہت سرد تھی۔ اِن دونوں کے جسم رات بھر میں یخ بستہ ہو چکے تھے۔ دونوں جلد از جلد دھوپ میں پہنچنا چاہتے تھے۔ چڑھائی پر ایک مناسب جگہ تلاش کر کے وہ پتھروں کے درمیان اوپر کی سمت رینگنے لگے۔ جب سے وہ ملے تھے آج پہلی مرتبہ لڑکی آگے آگے جا رہی تھی۔ وہ اس کے عقب میں تھا۔ یہ گویا ان دونوں کے درمیان اعتماد کا پہلا اظہار تھا۔

پتھریلی چڑھائی خاصی سپاٹ تھی اور لڑکی کے چوبی جوتے بار بار پھسل رہے تھے۔ آخر اُس نے جوتے اُتار کر ایک ہاتھ میں تھام لیے اور دوسرے ہاتھ سے خاردار جھاڑیوں کے تنے پکڑتی گرگٹ کی سی تیزی سے ایک پتھر پر سے دوسرے پتھر پر کودتی اوپر چڑھتی رہی۔

"روسو — ! تم افسر" اُس نے ٹھٹھک کر پوچھا۔

"میں افسر نہیں ہوں۔ جنگی قیدی ہوں"

"اب جنگی قیدی — معلوم۔ لڑائی سے پہلے کیا؟"

ایوان نے کوئی جواب نہیں دیا۔ فوج کے محکمۂ جاسوسی والوں کی طرح اُسے لڑکی کا اِس طرح تفتیش کرنا ایوان کو بالکل اچھا نہ لگا۔ پھر اُس نے قدرے ہچکچا کر کہا:

"کولکھوزنگ"

"کولکھوزنگ کیا؟" لڑکی نے تعجب سے پوچھا۔

"سمجھتی تو کچھ ہو نہیں۔ بس پٹاپٹ سوال کئے چلی جا رہی ہو۔ کیسے سمجھاؤں تمھیں کولکھوزنگ کا مطلب۔ بس جیسے کسان کہتے ہیں — کاشتکار" ایوان نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"اوہ جانتی ہوں۔ کاشتکاری"

"ٹھیک — کولکھوز"

"کولکھوز — اچھا" لڑکی نے دفعتاً بشاشت سے کہا۔ "کولکھوز! بہت اچھا۔ سب اکھٹے محنت، سب اکھٹے آرام۔ ہر چیز ایک ساتھ۔ سب لوگ اکھٹے۔

تب بہت اچھا۔ روسی کولکھوز۔ بہت اچھا نظام۔ ہیں ٹھیک سمجھی نا؟" اُس نے پلٹ کر ایوان سے پوچھا۔

اس سے پہلے کہ ایوان اس کی بات کا جواب دیتا' لڑکی کے پیروں کا کھسکایا ہوا کنکریلی مٹی کا آبشار اُس پر آن گرا۔ ایوان نے جلدی سے اپنا سر بچایا۔ لڑکی نے اوپر سے قہقہہ لگایا اور ڈھلان پر آڑی آڑی ٹک گئی۔

"چُپ رہو۔ خاموش نہیں رہ سکتیں تم؟" ایوان خفگی سے چلایا۔

لڑکی کو پھر یاد آ گیا کہ وہ کہاں ہے۔ اُس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر چاروں طرف دیکھا اور معذرت کے انداز میں بولی: — "معافی"

"معافی — معافی!۔ بلاوجہ کی بکواس لگا رکھی ہے۔" ایوان اُس پر برس پڑا۔ لڑکی نے غصّے سے اُسے دیکھا اور ہونٹ پچکالئے۔

"میرا نام جولیا — سینورینا جولیا —" لڑکی نے کہا۔

ایوان نے ایک بار پھر سختی کے ساتھ اُسے گھورا — اُس نے دل میں کہا — سینوریتا[1] ہو تو ہوا کرے — مجھے کیا۔ میرا مطلق ارادہ نہیں کہ میں اس سینورینا کی خاطر و مدارات کروں۔

لڑکی شاید بُرا مان گئی۔ اب وہ خاموشی کے ساتھ چڑھائی طے کرنے میں مصروف تھی۔ ایوان اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ وہ آگے کو جھکا' لمبے لمبے ڈگ بھرتا آگے بڑھ رہا تھا اور فوقتاً فوقتاً سر اُٹھا کر لڑکی کے پھرتیلے جسم کو دیکھ کر سوچنے لگتا: — یہ کون ہو سکتی ہے آخر — شائد کوئی بے ہودہ یورپین طوائف — اٹلی کے پُرشور گنجان شہروں میں گلی گلی گھومنے والی کوئی بے خانماں آوارہ گرد یا کوئی ناعاقبت

---

[1] سینورینا: مِس، کنواری، دوشیزہ۔

اندیش پتلی جو جنگ کے تیز شعلوں میں اپنے کو جھلس بیٹھی تھی —— اُس کی شریر مُہم جو شخصیت کو دیکھتے ہوئے یہ آخری قیاس ہی صحیح معلوم ہوتا تھا۔ اُس کی جیکٹ پر لگے ہوئے نمبروں کا رنگ سُرخ تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ سیاسی قیدی تھی۔ اُس نے خود بھی اظہار کیا تھا کہ اُسے جرمنوں سے کتنی سخت نفرت ہے۔ مگر الوان یہ یقین کرنے پر تیار نہ تھا کہ فسطائیوں کے لئے اُس کی نفرت کسی ٹھوس بنیاد پر ہوگی۔ ممکن ہے کسی فاشسٹ نے اُس کی توہین کی ہو۔ وہ کیمپ کے تلخ تجربوں کا سامنا بھی کر چکی تھی، لیکن اُس جیسی زندہ دل لڑکی اس طرح کی توہین اور تلخیاں زیادہ دنوں تک یاد نہیں رکھ سکتی —— بہر کیف وہ اُسے بالکل نہ جانتا تھا۔ اس فرار کے دوران جن چھوٹی چھوٹی باتوں پر اُن کی زندگی اور موت کا دار و مدار تھا اُن کے سلسلے میں وہ کتنی بے پروائی کا مظاہرہ کر چکی تھی۔ اُس نے محسوس کیا کہ اس صورتِ حال میں اُسے بے حد محتاط اور چوکنّا رہنا پڑے گا اور صرف اپنے ہی آپ پر بھروسہ رکھنا زیادہ مناسب ہوگا۔

(۷)

جب چٹان کی چوٹی پر پہنچ کر وہ ذرا کی ذرا سستانے کے لئے ٹھٹھکے تو انھوں نے دیکھا کہ ٹیڑھے میڑھے صنوبروں سے ڈھکی ہوئی پہاڑی ان کے سامنے پھیلی ہوئی ہے۔ نم اور اُداس گھاٹی کے بعد یہ دامنِ کوہ بے حد وسیع معلوم ہو رہا تھا۔ دور ایک چوڑی وادی نظر آرہی تھی اور اُس کے پرے نیلگوں کُہرے میں پہاڑوں کا دوسرا سلسلہ ایستادہ تھا۔

"آرام" لڑکی نے ہانپتے ہوئے کہا۔

ایوان جواب دیے بغیر ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ لڑکی نے پہاڑی کی اونچائی پر بکھری چٹانوں کو دیکھا۔ پھر نیچے پھیلے جنگل پر نظر ڈالی جس میں جگہ جگہ بھوری زمین دکھائی دے رہی تھی۔ ایوان نے محسوس کیا کہ لڑکی کی نظر کسی ایسی چیز پر پڑی ہے جسے اُس نے یک لخت منجمد کر دیا ہے۔ اس کا کھڑاؤں پہنتا ہوا پاؤں ہوا میں معلق کھڑے کا کھڑا رہ گیا اور وہ کھڑاؤں پہننا بھول سی گئی۔ ایوان اُٹھ کھڑا ہوا۔ بہت دُور ـــــ نشیب میں ایک پگڈنڈی درختوں کے درمیان سے گزر رہی تھی۔ جولیا نے مڑے بغیر اُس کی آستین پکڑ لی۔

"روسو آدمی ـــــ"

ایوان نے دیکھا کہ ایک آدمی تیزی سے چڑھتا ہوا اُن کی طرف آ رہا تھا۔

دونوں بیٹھ گئے۔ جولیا بھول گئی کہ اُس نے ایوان کو ناراض کر رکھا تھا۔ اُس نے اپنی کالی آنکھوں سے اُسے دیکھا۔ ایوان نے اپنا آزردہ چہرہ دوسری طرف پھیر کر جیکٹ کے اندر سے پستول نکالا۔ جب اُس نے لڑکی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کیا کہ وہ وہیں بیٹھی رہے تو وہ سمجھ گئی کہ وہ کیا کرنے والا ہے۔ ایوان پگڈنڈی تک پہنچنے کی اُمید میں جھکا جھکا صنوبروں کے گھنے جھرمٹ میں جا گھسا۔

ایوان اپنے اندازے کے برعکس درختوں کے گھنے جھرمٹ کی تلاش میں گھاٹی سے بہت دور جا نکلا۔ اب وہ سوچنے لگا کہ اُسے لڑکی کو اوپر تنہا نہ چھوڑ آنا چاہیے تھا۔ راستہ ابھی بہت دور تھا۔ ہوا میں صنوبر کے پتوں کی مہک رچی ہوئی تھی۔ زمین پر بچھے صنوبر کے پتوں کے فرش نے اُس کے پاؤں زخمی کر دیے۔ سورج اب کافی چڑھ

آیا تھا اور فضا کی سردی زائل ہو رہی تھی۔ گزشتہ روز کے تعاقب کا خیال کر کے اُس نے پستول کا دستہ کھول کر میگزین نکالا۔ میگزین میں پانچ کارتوس موجود تھے۔ ایک کارتوس پستول کے چیمبر میں تھی۔ اب اُس کی آس ذرا بندھ گئی —— شاید چند کپڑے مل سکیں —— اور جوتے بھی اور شاید کچھ کھانے کے لئے بھی۔ اُسے سخت بھوک لگ رہی تھی۔ وہ بے حد کمزور ہو چکا تھا۔ کھانے کا خیال آتے ہی اُس کے منہ میں پانی بھر آیا جسے اُس نے بڑی دِقت سے نگلا۔

وہ چند ہی قدم آگے بڑھا تھا کہ اچانک صنوبروں کے درمیان پگڈنڈی نمودار ہو گئی۔ ایوان نے رُک کر چاروں طرف دیکھا —— نہ آدم نہ آدم زاد —— ہُو کا عالم۔ ایک ننھی سی چڑیا ایک صنوبر سے اُڑی۔ صنوبر کا ایک پھل بھک سے زمین پر آ گرا۔ پھر خاموشی۔ ایوان ذرا اور آگے بڑھا اور کائی آلود ایک چٹان کے عقب میں خاردار گھاس پر گر گیا۔

مُنہ کے بل لیٹے لیٹے اُس نے پگڈنڈی پر نظر ڈالی اور سوچتا رہا کہ اُس راہگیر کا کیا کرے۔ اُس کا خیال تھا کہ وہ شخص کوئی فوجی نہیں ہوگا اور زیادہ چوں چرا کئے بغیر اپنے کپڑے اُس کے حوالے کر دے گا —— پستول جو ہے میرے پاس ایوان نے سوچا۔ لیکن اس کے بعد؟؟ ایک نہتے آدمی کو قتل کر دینے کے خیال ہی سے اس کا ضمیر چِلّا اُٹھا۔ لیکن اُس کو زندہ چلے جانے دینا تو خودکشی کے مترادف ہوگا —— اپنے تھکے ہوئے ذہن پر ایوان نے بہت زور ڈالا۔ مگر کوئی اور ترکیب سمجھ میں نہ آئی۔ وہ جانتا تھا کہ اس تذبذب کا نتیجہ اچھا نہیں۔ اور یہ بات تو یقینی تھی کہ موجودہ حالات میں وہ ادھر جو لیا سلسلہ کو وہ کو کسی بھی طرح عبور

نہیں کر سکتے تھے۔

آدمی قریب آ گیا۔ پیٹھ پر بوجھ لادے وہ جھکا ہوا چلا آ رہا تھا۔ اُس کی سانس پھولی ہوئی تھی۔ وہ بار بار سر اُٹھا کر درختوں کی طرف دیکھ لیتا تھا ۔۔۔ کہیں اُس نے ہم دونوں کو تاڑ تو نہیں لیا! ایوان نے سوچا اور گٹھڑی مُڑی ہو کر زمین سے چپک گیا تاکہ اُس کے دھاری دار کپڑے اُس آدمی کو نظر نہ آ سکیں۔ پھر دفعتاً وہ اِس احساس سے کھول اٹھا کہ وہ عنقریب ایک انتہائی نفرت انگیز اور شرمناک حرکت کرنے والا ہے ۔۔۔ لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی تو نظر نہیں آتا۔

راہگیر اور نزدیک آ گیا۔ ایوان نے اپنی ٹانگیں اور سکیڑ لیں اور چٹان کے گرد رینگ گیا۔ ایک چیونٹا اس کی آستین پر چڑھ رہا تھا اور اس کی گردن میں ایسی جلن مچ رہی تھی جیسے ناگ پھنی کے کانٹے چبھ گئے ہوں۔ آسٹریائی راہگیر نے کینوس کا وزنی تھیلا اپنی پیٹھ پر لاد رکھا تھا۔ دھوڑی کے بھدے جوتے پہنے، تیز تیز چلتا وہ چٹان تک پہنچا ہی تھا کہ ایوان نے ایک جست لگائی اور پگڈنڈی پر آ گیا۔ آدمی نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ وہ ایک بے ڈول سا، موٹا اور عمر رسیدہ شخص تھا۔ اس نے چمڑے کی جیکٹ پہن رکھی تھی۔ ٹانگوں میں گھسی ہوئی ڈھیلی ڈھالی پتلون تھی اور اس کی ٹوپی میں حسب دستور سنجاب کا پھندنا جھول رہا تھا۔ اس غیر متوقع مڈبھیڑ سے گھبرا کر اُس نے پلکیں جھپکائیں۔ تیزی سے جرمن زبان میں کچھ کہا اور بازو ہلا کر ایوان کی طرف بڑھا۔ ایوان نے پستول اُس کے سامنے کر دیا۔

"قیدی صاحب! قیدی صاحب!!۔۔۔" آسٹرین نے ہڑبڑا کر کہا۔ "پستول د کھائیے۔۔۔ ایس ایس"۔

ایوان چوکنا ہو گیا۔۔۔ کم بخت چیونٹا اب اس کے کندھے پر رینگ رہا تھا۔ لیکن اس کو جھٹکنے کے بجائے وہ بے رحم اور درشت آنکھوں سے آسٹرین کو گھورتا رہا۔

"ایس۔ ایس پٹرول۔۔۔" آسٹرین نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اُس کا پلپلا، مُسن چہرہ پسینے سے شرابور تھا۔ وہ بے حد مضطرب اور گھبرایا ہوا تھا۔ ایوان نے چاروں طرف نظر ڈال کر ہونٹ کاٹے اور بولا "ایس۔ ایس؟ کدھر۔ کہاں؟"

"اُدھر۔۔۔ وہاں۔۔۔ میں آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں"۔ آسٹرین نے لڑکھڑاتی ہوئی سانس کے ساتھ ہاتھ سے ایک طرف کو اشارہ کیا۔ دوسرے ہاتھ سے اس نے اپنے تھیلے کا تسمہ پکڑ رکھا تھا۔

"جھوٹ تو نہیں بول رہے ہو"

"نہیں۔ نہیں۔ میں ایمان دار آدمی ہوں"۔ اجنبی نے جوش سے جواب دیا اور پھر لہجہ بدل کر ٹوٹی پھوٹی روسی میں بولا: "میں سائبیریا میں قید رہ چکا ہوں" اُس کی بجھی بجھی آنکھوں میں ایک چمک سی پیدا ہوئی، جیسے کوئی خوشگوار واقعہ یاد آ گیا ہو ایوان کو لگا جیسے یہ آدمی واقعی جھوٹ نہیں بول رہا۔ اب جلدی کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ اب وہ دونوں۔۔۔ ایوان اور جولیا، کسی بھی وقت گرفتار ہو سکتے تھے۔ روٹی کا ٹکڑا حاصل ہو جانے کی آخری اُمید بھی غائب ہو گئی۔

"تم کون؟ یہاں کیوں؟ ــــ" ایوان نے درشتی سے دریافت کرتے ہوئے آسٹرین کا بازو پکڑا اور جھٹکے کے ساتھ اُسے پگڈنڈی سے ہٹا لیا۔

"میں اس جنگل کا رکھوالا ہوں۔ میرا مکان وہ رہا ــــ سامنے" آسٹرین نے اشارے سے بتایا۔

ایوان نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ مگر اُسے کچھ نظر نہ آسکا۔ جیولیا البتہ درختوں میں سے نمودار ہوتی نظر آئی۔ غالباً وہ ان دونوں کی گفتگو سُن چکی تھی اور "روسو! روسو! بھاگو بھاگو" چیختی ہوئی اس کی طرف بھاگتی چلی آرہی تھی۔

ایوان نے جولیا کو نظر انداز کر کے آسٹرین کو کندھوں سے پکڑ لیا اور اس کی پیٹھ پر سے تھیلے کو کھینچتے ہوئے کہنے لگا ــــ "کھانا؟ کھانا؟"

"ہاں ہاں ــــ ڈبل روٹی" آسٹرین نے جرمن میں جواب دیا، اور جھٹ سے دو زانو بیٹھ کر تھیلا کھولنے لگا۔ اُس کی اُنگلیاں کانپ رہی تھیں۔ ایوان نے جلدی سے باسی ڈبل روٹی کا ایک ٹکڑا تھیلے میں سے کھینچ لیا۔ آسٹرین کے ہاتھ پاؤں پھول چکے تھے۔ وہ بے حد لاچار اور مجبور نظر آرہا تھا۔ ایوان نے پل بھر کے لئے اپنے آپ کو ملامت کرنی چاہی۔ پھر سر اُٹھا کر برف پوش پہاڑ کی چوٹیوں پر نظر ڈالی۔ آسٹرین اب تھیلا بند کرنے میں مشغول تھا۔ لیکن تھیلے کا تسمہ اُس کی انگلیوں کی گرفت میں نہ آرہا تھا۔ ڈبل روٹی کا ٹکڑا جولیا کی سمت پھینک کر ایوان دوبارہ آسٹرین کی طرف متوجہ ہوا

"اسے اُتار دو" ایوان نے اس کی جیکٹ کی طرف اشارہ کیا۔ اُس کو جیکٹ کے لیے جرمن لفظ یاد نہیں آرہا تھا۔ آسٹرین اُس کا مطلب نہ سمجھ سکا۔ اب ایوان

نے اس کی جیکٹ کی آستین پکڑ کر کھینچی۔ آسٹرین کے سُرخ اور پلپلے چہرے پر اُلجھن کے آثار نظر آئے۔

"جلدی کرو جلدی" ایوان نے چلّا کر پھر اُس کی آستین کھینچی۔

"جلدی کرو جلدی —— روسوا جلدی کرو"۔ جولیا نے مدّھم آواز میں درختوں کی آڑ سے پکارا۔ آسٹرین نے بے بس ہو کر اپنی جیکٹ اُتار دی۔ ایوان نے اُس کے ہاتھوں سے جیکٹ جھپٹ لی اور آخری بار اُس سے آنکھیں چار کیں۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کی یہ حرکت صریحاً احسان فراموشی اور رہزنی کے مترادف ہے اور اُس کی وجہ سے بے چارے آسٹرین کو پھانسی کے تختے پر لٹکنا پڑے گا مگر اس کے علاوہ خود کو زندہ رکھنے کے لئے کوئی اور چارہ بھی تو نہ تھا۔

جولیا کی سمت بھاگتے ہوئے ایوان نے ایک بار پلٹ کر آسٹرین پر نظر ڈالی۔ وہ اپنی آسمانی رنگ کی قمیص میں ہونق سا کھڑا اُن دونوں کو تکے جا رہا تھا۔ ایوان کو کبھی نہ معلوم ہو سکا کہ آسٹرین کی اُن نظروں میں کیا پوشیدہ تھا۔

(۸)

ایوان اور جولیا نے ایک بار پھر تیزی سے پہاڑ پر چڑھنا شروع کر دیا۔ پندرہ منٹ کے اندر دونوں پسینہ پسینہ ہو چکے تھے مگر وری بڑھتی جا رہی تھی۔ صنوبروں کے اختتام پر وہ دونوں گھاس سے ڈھکی چڑھائی پر آگے بڑھتے رہے۔ اوپر کافی

آلود چٹانیں تھیں اور سامنے پہاڑ کی، تیتر کے پروں جیسی بھوری برفانی چوٹی آسمان کو چھو رہی تھی۔ اب وہ دونوں دیوار کی طرح ایک ایسے سپاٹ کگارے کے مقابل آئے جس پر چڑھنا قطعی ناممکن تھا۔ ایوان اس ہیبت ناک سدِ راہ کے ساتھ ساتھ دوڑتے ہوئے کسی جائے پناہ کی تلاش کرنے لگا۔ اب اُسے یہ فکر کھائے جا رہی تھی کہ آسٹرین نہ جانے کیا کر بیٹھے گا۔ اگر آسٹرین نے ان کا پتا بتا دیا اور جرمنوں نے اپنے کُتے اِن کے پیچھے لگا دیے تو اس یار نج نکلنے کی کوئی توقع نہ تھی۔

ایوان نیچے کے منظر کا برابر جائزہ لیتا رہا — جنگل — وادی — جہاں انھوں نے پچھلی رات گزاری تھی۔ صنوبر کے درخت اور اُن کے درمیان اینٹ کی اونچی دیواروں اور چوبی بالکنی والی عمارت جو یقیناً اس آسٹرین کا مکان تھا — وہ متوقع تھا کہ جرمن اب آئے کہ اب آئے۔ مگر عمارت کے آس پاس اُسی طرح سناٹا چھایا رہا۔ آسٹرین بھی پھر نظر نہ آیا۔ شائد وہ ابھی اپنے گھر تک نہ پہنچ سکا تھا۔ چند لمحوں تک ایوان ان لوگوں کو بُری طرح گالیاں دیتا رہا جن کی وجہ سے اُس پر یہ مصیبت ٹوٹی تھی۔ آخر وہ تھا کون! ڈاکو؟ بدمعاش؟ نہ یہ جنگ چھڑی ہوتی اور نہ اُسے قید و بند کی یہ سختیاں سہنی پڑتیں۔ اُسے اپنی اور جولیا اور خود اُس آسٹرین کی زندگیاں بچانے کے لئے یہ راستہ اختیار نہ کرنا پڑا ہوتا تو کیا وہ اُس پرانی موٹے آسٹرین بڈھے کے ساتھ اس طرح وحشیانہ طور سے پیش آتا؟ پستول دکھا کر اس طرح اس کی جیکٹ چھینتا؟؟

پتھروں کا چکر کاٹ کر وہ دونوں اس عظیم سنگی دیوار کے اندر بنے غار کے نزدیک پہنچے۔ غار تو یہ کیا تھا بس پتلی سی ایک دراڑ سی تھی جو چٹان کے اندر بہت دور تک

چلی گئی تھی ۔ ایوان کو بڑی خوشی ہوئی ۔ کاش آگے کوئی ندی بھی ہو جو ان کے قدموں کے نشانوں کو چھپا کر اُن کے فرار کو ناقابلِ تعاقب بنا سکے ۔ وہ اور اس کے پیچھے جولیا ۔ اُفتاں و خیزاں کسی نہ کسی طرح اس دراڑ تک پہنچ ہی گئے ۔

لیکن وہاں نہ کوئی ندی تھی نہ نالا ـــــ محض بھیگی ہوئی خاموشی اور بلا کا حبس ۔ خاردار جھاڑیاں کھوہ کی سپاٹ دیواروں میں اُگ کر نیچے جھک آئی تھیں ۔ پتھروں کے درمیان کھردری گھاس اُگی ہوئی تھی ۔ ایوان اور جولیا کی آہٹ پر ایک پرندہ تاریکی میں سے جھپٹ کر نکلا اور چلاتا ہوا باہر پرواز کر گیا ۔ زمین پر چند ہڈیاں بکھری پڑی تھیں ۔ بڑی بھیانک جگہ تھی ۔ مگر اس احساس سے کہ اُن کو چھپنے کی ایک جگہ مل گئی ، ایوان کو قدرے سکون حاصل ہوا ۔ کائی آلود ایک پتھر پر چڑھ کر وہ پیچھے آتی ہوئی جولیا کا انتظار کرنے لگا ۔ جولیا نے تیز تیز قدم اُٹھائے اور اس کے پاس آ گئی ہوا نے اس کے سیاہ بال اُلجھا دیئے تھے ۔ تکان اور چڑھائی کی محنت کی وجہ سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا ۔ اس کی آنکھوں میں خوف اور ہراس تھا ۔

مقدس مریم ـــــ ! ہم بچ نکلے ۔ ہے نا ؟" اُس نے کہا ۔

" جلدی کرو " ۔ ایوان نے ڈپٹ کر جواب دیا ۔

" کیا مطلب ـــــ جلدی کرو ؟ "

ایوان چپ رہا ۔ ہانپتی کانپتی جولیا اس کے اور قریب آ گئی اور وہ دونوں پتھروں پر چلنے لگے ۔

" بڑا اچھا آدمی ۔ کمیونسٹ آدمی " ۔ اُس نے شگفتگی سے کہا ۔

" کمیونسٹ کون ہے بھئی ؟ میں تو ایک معمولی انسان ہوں اور بس " ۔ ایوان

نے جھنجھلا کر جواب دیا۔

"سی سی۔ انسان ـــــ نیک انسان" جولیا نے زیر لب کہا۔

نشیب کی طرف سے آتی ہوئی آوازوں کو دھیان سے سنتے ہوئے وہ اُس ڈبل روٹی پر سے اپنی نظریں نہ ہٹا سکا جو جولیا نے اپنی بغل میں دبا رکھی تھی۔ جولیا اس کی نظروں کا مطلب بھانپ گئی۔

"لو کھاؤ" اُس نے ایک ٹکڑا توڑ کر ایوان کو دیا۔ ایوان نے بلا تکلف پیشکش قبول کر لی۔ اور دو ہی نوالوں میں اُسے ختم کر دیا۔ جرمن کسی بھی وقت نمودار ہو سکتے تھے مگر عجلت کرنے کے بجائے ڈبل روٹی کے خیال ہی نے اُس کی رفتار مدھم کر دی۔ جولیا زمین پر بیٹھ گئی اور روٹی کا ایک بڑا سا ٹکڑا توڑ کر ایوان کے بڑے بڑے سانولے ہاتھوں میں ٹھونس دیا۔ پھر ڈبل روٹی کے اُن ریزوں کو جو اُس کی جیکٹ پر گر گئے تھے، احتیاط سے چن کر خود پھانک لیے۔

ایوان نے احتیاط سے روٹی تھامی۔ اُس کو اِس طرح ہاتھوں میں اُلٹا پلٹا گویا معائنہ کر رہا ہو۔ نظر بچا کر اُس ٹکڑے کو بھی دیکھا جو جولیا کے ہاتھ میں تھا۔ پھر اپنے حصے کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ان دونوں کو ہاتھوں میں تولا اور ایک حصہ جولیا کو دے دیا۔ جولیا نے ہنستے ہوئے ٹکڑا اُس سے لے لیا۔

"شکریہ ـــــ!"

ایوان بے تابی سے لقمے چبا رہا تھا۔ اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ دونوں آگے کی سمت رینگتے گئے۔ لڑکی بھی خاموشی کے ساتھ اپنا حصہ کھانے میں مشغول تھی یہ منّ و سلویٰ اس قدر مختصر تھا کہ پیٹ بھرنے کے بجائے بھوک اور تیز ہو گئی۔

جولیا تیزی سے پلٹی اور ایوان سے بولی :

"روسو! چلو ساری روٹی ابھی کھالیں۔"

اس کی آنکھوں میں ایک بار پھر شرارت ناچنے لگی اور وہ بقیہ ڈبل روٹی میں انگلیاں گاڑ کر حصّہ بخرا کرنے ہی والی تھی کہ ایوان دفعتاً خوف زدہ ہوگیا۔ اُس نے سوچا کہ شاید وہ رسد کا یہ مختصر سا ذخیرہ ایک ہی دفعہ ختم کرنے پر تل گئی ہے اُس نے جولیا کا ہاتھ پکڑ لیا اور بولا: "اِدھر لاؤ۔"

جولیا نے تعجب سے اپنی بھویں اُٹھائیں۔ ایوان نے ڈبل روٹی چھین کر چمڑے کی جیکٹ میں لپیٹ لی۔ لڑکی کو پہلے تو بہت غصّہ آیا پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ ایوان متحیّر سا ہو کر اُسے دیکھنے لگا۔

"ہنس کس بات پر رہی ہو؟"

"روسو! ٹھیک۔ روٹی کے معاملے پر ــــ جولیا پر بھروسا۔ جولیا کے قول پر بھروسا۔ جولیا کے پیار پر بھروسا ــــ لیکن روٹی پر! ــــ بالکل نہیں بالکل ٹھیک روسو!"

ہنستے ہنستے پیچھے آکر اُس نے ایوان کا دُبلا پتلا کندھا چھو لیا۔ اس غیر متوقع اظہارِ التفات پر ہڑبڑا کر ایوان نے کندھے اُچکائے اور اپنی گھبراہٹ اور جھینپ کو چھپانے کی کوشش کی۔

"ٹھیک ہے۔" اُس نے غرّا کر کہا۔ اُسی لمحے دُور بندوق چلنے کی آواز پہاڑوں پر تھرّا اُٹھی۔ وہ دونوں گُم سُم کھڑے کے کھڑے رہ گئے اور ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ نشیب کی طرف سے جدھر جنگل کے رکھوالے آسٹرین کا مکان تھا، چیخ پکار اور

مشین گن چلنے کی آواز سنائی دی جو پہاڑ سے ٹکرا کر دور دور پھیل گئی۔ ایوان جھک کر شکاری کتوں کی آمد کا منتظر ہو گیا۔ لیکن کتوں کا دور دور پتا نہ تھا۔ مشین گن کی گولیاں بھی اُن کی کھوہ تک نہ آئیں۔ ایوان کو ذرا تعجب ہوا۔ اُس نے جیکٹ پتھر دل پر پھینک دی اور جھاڑیوں کو پکڑ کر چٹانوں پر قدم جماتے ہوئے بیرونی منظر کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے اوپر پہنچا۔ گولیوں کی آواز پھر موٹر سائیکلوں کا شور۔ جولیا سر اُٹھا کر ایوان کو غور سے دیکھنے لگی جو اُس وقت تک چٹان کی اونچی چڑھائی کا تقریباً نصف فاصلہ طے کر چکا تھا۔ اوپر پہنچ کر وہ سر جھکائے ہوئے آسٹرین کے مکان اور جرمنوں کا جائزہ لینے لگا۔ جولیا نے جیکٹ اُٹھا کر اپنے جوتے دور پھینکے۔ اور ایوان کو پکارنے لگی۔ مگر وہ تو چٹان سے چپکا نیچے کے منظر کو تکنے میں محو تھا۔

جنگل کے چوکیدار کے مکان کے سامنے تین موٹر سائیکلیں چکر لگائے جا رہی تھیں اور اُن کی مشین گن زناٹے سے اوپر کی سمت کسی چیز پر گولیوں کی بوچھار کرنے میں مصروف تھی، جرمن کس کام میں منہمک تھے اس کا کچھ کچھ اندازہ ایوان کو ہو گیا۔ وہ چٹان پر ذرا اور اوپر چڑھ گیا جہاں سے پورا منظر اسے بخوبی نظر آنے لگا۔

جولیا نے اُسے آواز دی مگر وہ اُنگلیوں کے سہارے بندر کی طرح چٹان سے لٹکا ہوا نیچے کی طرف دیکھتا رہا۔ کیمپ کی دھاری دار پوشاک میں ملبوس ایک شخص لمبے لمبے ڈگ بھرتا پہاڑی پر چڑھ رہا تھا۔ مشین گن کی گولیاں اُس کے چاروں طرف گرد کے بادل اُڑا رہی تھیں۔ قیدی ایک بار گرا مگر فوراً ہی اُٹھ کر بھاگ پڑا۔ تین جرمن سپاہی اپنی اپنی موٹر سائیکلیں چھوڑ کر اُس کے پیچھے دوڑے۔ بقیہ جرمن اُس پر گولیاں چلاتے رہے مگر قیدی اُسی طرح بھاگتا چلا جا رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ پلٹ کر

پیچھے دیکھ لیتا، چلّا کر کچھ کہتا اور گر پڑتا۔ جب بھی گرتا ایوان کو یقین ہو جاتا کہ اب وہ نہ اُٹھ سکے گا۔ لیکن گولیوں کی بوچھار جیسے ہی ہلکی پڑتی وہ اُٹھ کر پھر بھاگنا شروع کر دیتا۔

"روسو! روسو —!! کیا دیکھ رہے ہو روسو؟" جولیا بے صبری سے قدم پٹختے ہوئے چیخی۔ ایوان کا جی چٹان سے اُترنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ اس کو یقین ہو چلا تھا کہ بے چارہ قیدی جلد ہی اجل کا شکار ہونے والا ہے۔ اور ہوا بھی یہی۔ اگلے ہی لمحے مفرور قیدی ایسا گرا کہ پھر نہ اُٹھ سکا۔ گولیوں کی بوچھار رُک گئی۔

ایوان کو ایسا لگا جیسے اس کے اندر کوئی چیز ٹوٹ سی گئی ہو۔ ایک گہرا سانس لے کر اپنی خوش قسمتی کے احساس کے ساتھ وہ چٹان پر پھسلتا ہوا نیچے اُتر آیا۔ اس کھوہ نے اُس کی جان بچائی تھی۔

"ختم ہو گیا"

"ختم —؟" جولیا نے آنکھیں پھیلا کر دُہرایا۔ وہ ایوان کا مطلب نہیں سمجھ سکی۔

"تمھارا ساتھی"

"وہی خبطی قیدی؟"

"ہاں"

ایوان نے حیرت زدہ جولیا کے ہاتھ سے جیکٹ لے لی۔ جولیا نے اپنے چوبی جوتے اُٹھائے۔ اور وہ دونوں پھر تیزی سے اوپر چڑھنے لگے۔

(۹)

جرمنوں سے چھپ کر ان کا فرار ہونا ممکن نظر نہیں آتا اس لئے کہ اپنے فرار کا ایک گواہ کچھ ہی دیر پہلے انھوں نے اپنے پیچھے چھوڑا تھا — ایوان کے شبہات نے دوبارہ اُس کو آ گھیرا — آسٹرین بڈھا انہیں دھوکا تو نہیں دے دے گا؟

سابقہ متعدد تجربوں نے اُسے بتایا تھا کہ فرار کے دوران میں ایسے مواقع عموماً مہلک ثابت ہوتے ہیں۔ جب بھی وہ لوگ کسی کھیت، کھلیان یا کسی زمیندار کے علاقے میں داخل ہوئے اور عام لوگوں سے مڈبھیڑ ہوئی تو انھیں ایسے خطرے مول لینے پڑے جو عموماً وسیع چراگاہوں، پہاڑوں یا کھلی سڑکوں پر پیش نہیں آتے تھے۔ انتہائی محتاط لوگوں کو بھی ایسے خطروں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ انتہائی ناقابل یقین حد تک کٹھن سفر عموماً آبادیوں میں پہنچ کر اچانک ختم ہو جاتے اور پھر اور بھی زیادہ بھیانک یاترا شروع ہوتی اور مغرب کا کوئی قید خانہ اُس کی منزلِ مقصود ثابت ہوتا۔ راستے میں طرح طرح کے لوگوں سے سابقہ نہ پڑتا ممکن ہی نہ تھا۔ پیٹ بھرنے کے لئے کھانا، تن ڈھانکنے کے لئے کپڑے، راستہ پوچھنے پر طرح طرح کے ناگزیر سوالات کا سامنا — ان سب کا انجام ہوتا دوبارہ قید۔ کسی بھی وقت کوئی بھی اُن کو دغا دے سکتا تھا۔ محض حسن اتفاق یا خوش قسمتی یا دوسرے انسانوں کی شرافت پر اعتماد کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ شاذ و نادر قسمت اُن کا ساتھ دے جاتی ورنہ عام طور پر وہ اجل گرفتہ پھر سوئے دار واپس لے جائے جاتے۔

سال بھر قبل بھی ایوان نے یہی سوچا تھا کہ پہلے تیس دنوں کے مانند حالات سازگار

رہیں گے جب وہ اور اس کے دوسرے تین ساتھی دشمن سے بچ نکلے تھے۔ ندیاں پیر کر، آبادیوں سے الگ تھلگ رہ کر سفر کرتے ہوئے پولس کے ہتھے چڑھنے سے بچ بھی گئے تھے۔ دوبارہ اُن کا تعاقب بھی کیا گیا اور اس کا ساتھی لینن گراڈ کا باشندہ اور ٹیننگ کا سپاہی ویری پکڑ لیا گیا تھا۔ بقیہ تینوں اپنے وطن، ڈلہاٹنا تک پہنچ گئے جہاں دیہات میں یوکرین کسان اپنے ہل چلانے میں مصروف تھے۔ ان تینوں نے اپنے ہم وطنوں سے روپوش ہونے کی ضرورت نہ سمجھی۔ ایک بوڑھے آدمی نے انھیں بتایا کہ وہ کس جگہ سے دریا کو آسانی سے پار کر سکتے ہیں۔ ایک اور جگہ دو لڑکیاں انھیں دیکھ کر مسکرائیں۔ جواب میں وہ بھی مسکرا دیے۔ لڑکیاں بھاگی بھاگی اپنے گھروں سے اُن کے لئے گوشت، سفید آٹے کی ڈبل روٹی اور درجن بھر انڈے لے کر آئیں۔ ایسے موافق حالات میں اب کس بات کی فکر تھی۔ موسم خوشگوار تھا۔ حالات سازگار تھے۔ وہ آرام سے جنگل میں رات بسر کر سکتے تھے۔ انھیں بلاوجہ بستی میں داخل ہونے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ اگر اشیاء خورد و نوش حاصل کرنے کی حاجت نہ ہوتی تو وہ دیہات کا کبھی رُخ نہ کرتے اور کوئی پریشانی نہ ہوتی۔

ایک صبح ایوان کی باری تھی وہ اپنے ساتھیوں کو جنگل کے کنارے کھڑا چھوڑ کر قریب کے گاؤں میں داخل ہوا۔

وہ اُس بل کھاتی سڑک پر پوری رات چلتے رہے تھے۔ اب صبح ہو رہی تھی ایوان خالی پیٹ جنگل میں روپوش رہنا نہ چاہتا تھا۔ جنگل سے باہر نکل کر اُس نے گاؤں کا جائزہ لیا۔ کوئی مشکوک بات اُسے نہ معلوم ہوئی۔ آس پاس کوئی بڑی سڑک یا شاہراہ بھی نہ تھی۔ وہ جھاڑیوں میں سے گزرتا ہوا اطمینان کے ساتھ آبادی

کے سب سے پہلے مکان پر پہنچا۔ اپنے کوٹ کے نیچے اس نے بارہ فائر والی سب مشین گن
چھپا رکھی تھی۔ یہ مشین گن اُس کو کراکاؤ کے نزدیک سڑک پر پڑی مل گئی تھی۔ اُس نے
فوجی بوٹ اور کسانوں والا گھر کا بنا کوٹ پہن رکھا تھا۔ اس لباس میں وہ ایک عام
مقامی دیہاتی لگ رہا تھا۔ ایوان سبزی کی باڑی تک بلا کھٹکے پہنچ گیا اور رسپانس کے
جنگلوں کے درمیان سے گزرتی پگڈنڈی پر چلتے ہوئے قریب ترین مکان کی طرف
مڑا۔ بدقسمتی سے مکان گلی کے دوسرے کنارے پر تھا۔ گلی بالکل سنسان پڑی تھی۔
اُسے صرف ایک کواڑ کی چرچراہٹ اور گلٹے کے ڈکرانے کی آواز سنائی دی۔ کسان کی
گھر والی شاید دودھ دوہنے کے لئے باہر نکلی تھی۔ وہ شبنم آلود راستے کو پار کرنے ہی والا
تھا کہ کوئی شخص برابر والے صحن میں نمودار ہوا۔ ایوان کی اُس پر نظر نہیں پڑی مگر
محسوس کر لیا کہ اس شخص نے اُسے دیکھ لیا ہے۔ ایوان تیزی سے مکان کی اوٹ میں
ہو لیا۔ پھر وہاں سے پلٹ کر دیکھا تو وہ آدمی نظر نہیں آیا مگر مکان کے سامنے ترپال
سے ڈھکی ایک بڑی سی لاری البتہ کھڑی تھی۔ صحن میں چیخ پکار مچنے لگی تھی۔ چھپنے کے
لئے کوئی مناسب جگہ نہ تھی۔ سامنے سپاٹ کھیت تھا جس میں حال ہی میں ہل چلایا
گیا تھا۔ بُرے پھنسے! ایوان نے سوچا اور جلدی سے ایک دروازے میں گھس گیا۔
ایک ادھیڑ عمر کا کسان اندر کھڑا تھا۔ کسان صورت حال فوراً سمجھ گیا۔ اس کا رنگ
فق ہو گیا۔ اُس نے ایوان کے کوٹ کے نیچے چھپی ہوئی مشین گن کی جھلک بھی دیکھ لی۔
وہ تیزی سے ایک قدم پیچھے ہٹا اور ایوان کو اندر آجانے کا اشارہ کیا۔ ایوان اب
ایک صاف ستھرے کمرے میں موجود تھا۔ جس کے فرش پر پیال بچھی ہوئی تھی۔ یہاں

چھپنے کی کوئی جگہ نہ پاکر وہ ملحقہ دوسرے کمرے میں جا گھسا جہاں ایک بڑا سا آتش دان موجود تھا۔ اس نے آتشدان کے راکھ سے بھرے تغار اور اس کی کشادہ چمنی پر نظر ڈالی پھر کھڑکی میں جھک کر باہر نظر ڈالی۔ کھڑکی کے نزدیک ایک چوبی پلنگ بچھا ہوا تھا جس پر دھاری دار کمبل کے نیچے تین بچوں کے پاؤں نظر آرہے تھے۔ اچانک ایوان کو ایک بھیانک احساس ہوا کہ وہ غلط جگہ پر آگیا ہے۔ لیکن اب کچھ نہ ہو سکتا تھا۔ باہر صحن سے بھاری بوٹوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ آتش دان کے دھوئیں اور کلوخ سے بھرے تغار میں گھس گیا۔ اُسی لمحے چند لوگ بیرونی کمرے میں داخل ہوئے۔ ایوان سانس روکے، جامد و ساکت، اجنبی آوازیں سنا کیا۔ جرمن آوازیں۔ کسان ان جرمنوں کی بات سمجھ نہیں پارہا تھا یا شاید سمجھنا نہ چاہتا تھا۔ لیکن ایوان سب کچھ سمجھ رہا تھا۔

"کدھر ہے؟ اندر کون آیا ہے؟" ایک جرمن نے گرج کر پوچھا۔

"میں نے ابھی ابھی کسی کو ادھر آتے دیکھا ہے" دوسرے جرمن نے چلّا کر کہا۔

"میں نہیں سمجھتا کہ آپ لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔ یہاں کوئی بھی نہیں آیا آپ کا مطلب کیا ہے؟"

ایوان نے اطمینان کا سانس لیا کسان اس کے ساتھ دغا نہیں کرے گا۔ شکر خدا کا۔ اچھی قسمت ہے۔ شاید یہ جرمن اُسے ڈھونڈ ھ ہی نہ پائیں۔ وہ آتشدان کی دیوار سے اور سٹ کر کھڑا ہو گیا۔ دوسرے کمرے میں جرمن اور زیادہ شور و غل کر رہے تھے اور گالیاں دے رہے تھے۔ کمرے کے ایک گوشے میں ایک بچے

نے رونا شروع کر دیا۔ ایک اور عورت نامعلوم کہاں سے، شائد آتش دان کی چھت پر سے کود کر نیچے اُتری اور بچے کو چُپ کرانے لگی۔ ایک جرمن اپنی رائفل کا بولٹ کھڑکھڑاتے ہوئے کمرے میں گھس آیا۔ ایک پرچھائیں آتش دان کے اوپر سے گزری۔ بچے اور زیادہ زور زور سے رونے لگے۔ چوبی پلنگ چرچرایا شائد جرمن پلنگ کے لحاف گدے گھسیٹ رہے تھے۔ جرمن نے خوب غل مچایا۔ آتش دان پر نظر ڈالی اور تغار کے اندر ٹارچ ڈالی۔ ٹارچ کی روشنی تغار کی پچھلی دیوار سے جا ٹکرائی۔ ایوان ایک طرف کو دُبک گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کسی بھی لمحے وہ چلائیں گے ــــ "باہر نکلو" لیکن ٹارچ کے سیلز کمزور پڑ چکے تھے اور روشنی بہت مدھم تھی۔ جرمنوں کو کچھ نظر نہ آیا۔ وہ جھنجھلاتے ہوئے کھٹ پھٹ کرتے ہوئے باہر نکل گئے۔ ان کے بوٹوں کی آواز دھیمی پڑتی گئی۔ شائد وہ بیرونی کمرے کی تلاشی لے رہے تھے۔ ایوان نے بغیر ہلے ٹھنڈی سانس بھری۔ بال بال بچے اس نے سوچا۔

بوٹوں کی آواز بالکل ختم ہو گئی۔ اب صرف ماں اور بچے آتش دان کے نزدیک بیٹھے سسکیاں بھر رہے تھے۔ پھر اُن کے ننگے پیروں کی چاپ سنائی دی۔ وہ کھڑکی میں کھڑے ہو کر جرمن سپاہیوں کی باتیں سن رہے تھے۔ کسان اُن سے کچھ کہہ رہا تھا۔ شاید یہ کہ اب وہ براہِ کرم وہاں سے تشریف لے جائیں۔ پھر ایک دم سناٹا چھا گیا۔ کسان کمرے میں واپس آگیا اور اس کی بیوی تیز تیز لہجے میں کچھ کہتی ہوئی اس کی طرف بھاگی۔ وہ رو رہی تھی۔

"اچھا۔ بس خاموش" اُس کے شوہر نے ڈانٹ بتائی۔ عورت کمرے میں آکر

بچوں کی دیکھ بھال میں لگ گئی۔ ایوان آتش دان میں سے نکلنے ہی والا تھا تاکہ چھپنے کے لئے کوئی بہتر جگہ تلاش کر سکے کہ عورت نے خوف زدہ آواز میں چلانا شروع کر دیا۔

"پیڑو! پیڑو! آفت آگئی ــــ گریشیا آرہا ہے ــــ"

ایوان پھر دم بخود ہو گیا۔ کسان باہر نکلا اور لمحے بھر تک ایوان کو اس کی آواز نہ سنائی دی۔ اب ایک نئی آواز صحن میں بلند ہوئی ــــ طنزیہ انداز میں مہذب لہجہ۔

"صبح بخیر پیڑو صاحب!"

کسان نے بڑی متانت اور ضبط سے سلام کا جواب دیا۔ پھر ایسا لگا جیسے کوئی شخص اپنے فل بوٹ کے پہلو پر چابک مار رہا ہو۔ پھر عام لہجے میں اس نئی آواز نے اس طرح جیسے گویا کسی معمولی بات کا ذکر کیا جا رہا ہو، کسان سے کہا:

"کسے چھپایا ہے؟ ــــ سامنے لاؤ۔"

"کسی کو بھی نہیں ــــ تم پڑوسی ہو کر ایسی بات کہہ رہے ہو گریشیا۔"

"کسی کو نہیں چھپایا ــــ؟ ــــ اچھا دیکھ لیتے ہیں گانا!" گریشیا نے آواز دی۔

"ابھی آیا گریشیا۔"

"پیڑو نے کسے چھپا رکھا ہے؟"

"مجھے کیا معلوم؟ پیڑو نے تو کسی کو بھی نہیں چھپایا۔"

"واقعی ــــ! اچھا نٹاشیا تم بتاؤ ــــ تمہارے ابا نے کسے پناہ

دی ہے۔"

"پتا نہیں" ایک خوف زدہ بچے نے جواب دیا۔

"پتا نہیں۔ اچھا دیکھے لیتے ہیں"۔ گریشیا نے پُر سکون لیکن بڑے ذو معنی انداز میں جواب دیا۔

اُدھر آتش دان کے اندر ایوان کو اس سوٗر کے بچے گریشیا پر اتنا تاؤ آرہا تھا کہ دانت پیستے پیستے اس کے جبڑے دُکھنے لگے۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ مشین گن کی بارہ کی بارہ گولیاں اس حرامزادے کے سینے میں اُتار دے۔ لیکن اُسے شدید خطرے کے احساس نے آدبوچا ـــــ یہ شخص جرمن نہیں معلوم ہوتا اس لئے اپنا کام ضرور پورا کر کے رہے گا۔

"گلوخ تھوڑا سا بھوسا تو لاؤ جا کر اور زویاں اتم بھی ساتھ جاؤ۔ ابھی معلوم ہو جاتا ہے کہ کون کدھر چھپا ہے۔"

قدم صحن میں سے گزرے۔ ایک دروازہ چرچرایا۔ ایوان سمجھ گیا کہ اس گریشیا کے، خدا اسے دو جہان میں رسوا کرے کیا ارادے ہیں۔ کیا یہ شخص اپنے ہی پڑوسی کے گھر کو آگ لگا دے گا؟ ایوان نے انتہائی اذیت کے ساتھ سوچا۔ دریچے کے نیچے کوئی چیز چرچرائی۔ آتش دان کے تغار میں آتی ہوئی روشنی دھندلی پڑ گئی۔ بھوسے کا انبار لگایا جا رہا ہے۔ ایوان نے اندازہ لگایا۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ اچانک عورت دیوانہ وار چیخنے لگی۔ جیسے لوگ اس کے گھر کے بجائے خود اُسی کو پھونکنے والے ہوں۔ عورت کے ساتھ بچے بھی چیخنے لگے۔ کمرہ دھوئیں سے بھر گیا۔ ایوان نے طے کر لیا کہ بس اب کھیل ختم ہے۔ اب اُسے باہر نکل کر اس

بدمعاش گریشیا کے گولی مارنی ہی پڑے گی۔ لیکن اب بھی ایک ہلکی سی اُمید تھی۔ ممکن ہے کہ گریشیا محض ڈرانے دھمکانے ہی پر اکتفا کرے اور گھر کو آگ نہ لگائے اگر آگ لگنے کے بعد وہ گھر سے نکلا تو جس کُنبے نے اسے پناہ دی ہے، اس کے لئے بڑی سخت سزا ہوگی۔ ایوان کی سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ اُسے چند سیکنڈ کے اندر ہی کوئی نہ کوئی فیصلہ کر لینا تھا۔

وہ آتش دان سے نکلنے ہی والا تھا کہ گھر کی مالکہ روتی، چلاتی اور کوستی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور آتش دان کے سامنے جھک کر چلائی:

"نکلو ـــــ خدا کے لئے نکل آؤ۔ تمھاری وجہ سے یہ لوگ میرا گھر جلائے ڈال رہے ہیں۔ کم بخت، منحوس ـــــ قاتل۔ تو کہاں سے آ دھمکا۔ چل باہر نکل۔ جلدی"۔

ایوان نے آرام کا سانس لیا۔ اُسے توقع نہ تھی کہ اس کی زندگی کا انجام یہ ہوگا۔ مگر اب قصہ ختم تھا۔ اُس نے کوتے میں پڑے ہوئے کوڑے کرکٹ کے اندر اپنی سب مشین گھسا دی اور باہر نکل آیا۔ اُسے عورت پر کوئی غصہ نہ آیا۔ البتہ اس بات کا بے حد رنج تھا کہ اس قدر کٹھن اور تکلیف دہ سفر کا اختتام ایسا احمقانہ ثابت ہوا۔

پر سکون اور بے تعلق انداز کے ساتھ وہ کمرے سے باہر آیا۔ صحن میں کھڑے ہوئے چار کسانوں نے اُسے بھیڑیوں کی طرح گھورا۔ اُن میں سے ایک کافی لمبا تڑنگا، تنومند اور بھدا سا شخص تھا۔ اُس نے ہلکے کتھئی رنگ کی پتلون پہن رکھی تھی۔ اُس کے بازو پر ہلکے نیلے رنگ کی پٹی بندھی تھی۔ غالباً یہی گریشیا تھا۔

اُس کے ہاتھ میں قرابین تھی۔ ایوان کو یقین ہو گیا کہ یہ شخص گولی مارنے کے بجائے اُسے یقیناً جرمنوں کے حوالے کر دے گا۔ اور ہوا بھی یہی۔

(۱۰)

ایوان اسی طرح اندیشوں میں گھرا چٹان پر کھڑا تھا۔ وقت گزرتا گیا، مگر جرمنوں کے شکاری کُتّے کسی طرف سے نمودار نہیں ہوئے۔ آخر کار ایوان کو یقین ہو گیا کہ آسٹرین بڈھے نے ان کے ساتھ غداری نہیں کی۔ موٹر سائیکل والے جرمن فوجی، مفرور قیدیوں کا تعاقب فی الحال ملتوی کر چکے تھے۔ شاید وہ اُس دیوانے قیدی کی لاش بھی اپنے ساتھ اُٹھائے گئے تھے تاکہ اپنے کیمپ کو کم از کم خالی ہاتھ نہ لوٹیں۔ یہ سب سوچ کر ایوان نے قدرے اطمینان کا سانس لیا۔ اب وہ آئندہ آنے والی پریشانیوں اور فرار کے منصوبوں کے بارے میں سوچنے لگا۔

چٹانوں کی یہ دراڑ ایک پتلی سی غلام گردش سی تھی جو بل کھاتی ہوئی فرازِ کوہ کی طرف جاتی تھی۔ وہ دونوں تقریباً چار گھنٹے تک مسلسل چڑھتے رہے۔ سردی بڑھتی گئی اور شاید زیادہ بلندی کے سبب ان کے کانوں میں گنگناہٹ سی ہونے لگی۔ دراڑ کے اندر دھوپ کا گزر نہ تھا۔ رفتہ رفتہ چمکیلا نیلا آسمان بھی بادلوں میں چھپ گیا۔ کہرے کے ذرّات چٹانوں کی نوکیلی چوٹیوں سے چمٹے ہوئے تھے یا اُن دونوں کے سروں پر سے گزر جاتے تھے۔ آندھی زور پکڑتی گئی۔ سردی کی وجہ سے اب آگے بڑھنا مشکل ہوتا جا رہا تھا۔ ان کو یہ اندازہ بھی نہ ہو پا رہا تھا

کہ وہ اب شہر سے کتنی دور نکل آئے ہیں۔ سردی زیادہ ہو جانے سے یہ یقین تھا کہ وہ کافی اونچائی پر پہنچ چکے ہیں۔ اتنی سردی کے باوجود ایوان نے بڈھے آسٹرین سے چھینی ہوئی جیکٹ پہننے سے اب تک احتراز کیا تھا۔ ڈبل روئی ابھی تک جیکٹ میں محفوظ تھی۔ ایوان سوچ رہا تھا کہ ابھی اور زیادہ سردی کا سامنا کرنا پڑیگا۔ شاید برف پر بھی چلنا پڑے۔ اس کو اپنی فکر نہ تھی کیوں کہ وہ اپنی رفتار تیز بھی کر سکتا تھا حالانکہ وہ کافی تھک چکا تھا۔ پاؤں زخمی تھے مگر ہمت باقی تھی پہلے بھی کتنی ہی بار اس کی قوت، جفاکشی اور فوجی ٹریننگ نے آڑے وقتوں میں اُس کی مدد کی تھی۔ اکثر محاذ پر اور جنگی قیدیوں کے کیمپوں میں اس کے ساتھی بھوک کمزوری اور تکان یا بے خوابی کی وجہ سے نڈھال ہو کر گر پڑتے تھے۔ لیکن وہ ان سب مصائب کو برداشت کر جاتا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ آج بھی اُس کی ہمت اور قوتِ ارادی اس کا ساتھ نہ چھوڑے گی اور وہ ان پہاڑوں کو عبور کرے گا۔ بس وہ زندہ رہ جائے اگر وہ کیمپ میں محبوس رہنے کے بجائے آزاد رہ سکے تو ہر مصیبت، ہر مشکل کا مقابلہ کر سکتا ہے ——— لیکن جولیا کا ساتھ ہے۔

لڑکی بڑی ہمت سے اس کے پیچھے پیچھے چلنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ایوان اکثر ٹھٹھک کر محتاط اور سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھتا۔ اُسے اپنی طرف تاکتا دیکھ کر جولیا مسکرا کر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتی کہ سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے۔ نہ وہ خوفزدہ ہے اور نہ ہی وہ تھکی ہے۔ لیکن اس چونچال لڑکی کی سست رفتاری سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ حد سے زیادہ نڈھال ہو چکی ہے۔

ایوان ایک سیدھی چڑھائی پر پہنچ کر جولیا کا انتظار کرنے لگا۔ وہ سر جھکائے

ہوئے اوپر آئی۔ ایوان نے ایک پیر چٹان پر جما کر اُسے اپنے ہاتھ سے سہارا دیا۔
لڑکی نے اپنی نرم مگر یخ بستہ انگلیوں سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ایوان نے اُسے اوپر
کھینچ لیا۔ اب وہ دونوں ایک اونچی چٹان پر کھڑے تھے۔ اچانک وہ تیز و تند
ہوا کی زد میں آ گئے۔ کہرے کے زبردست اور بے انتہا سرد ریلے نے فضا کو پوری
طرح ڈھانپ لیا۔ ایوان اور جولیا دونوں برفانی بھاپ میں نہا گئے۔ کہرا زیادہ دیر
نہ تھا اور اس کے دھند لکے میں سے اِکّا دُکا نیم اُداس چوٹیاں دکھلائی پڑ جاتی
تھیں۔ دور روشنی کے دھبے نظر آ رہے تھے مگر اُس دُھند میں گہرائی کا صحیح
اندازہ لگانا بہت مشکل تھا۔ جولیا ایک چٹان کے سہارے کھڑی ہو گئی۔ تیز سرد
ہوا کے جھونکے اُن کے کپڑے اُڑائے دے رہے تھے۔ جولیا کے بال اور اُلجھ
گئے۔ ایوان نے جیکٹ زمین پر پھیلا دی اور اُس میں سے ڈبل روٹی نکال لی
اور جیکٹ جولیا کی طرف بڑھا دی

"نہیں نہیں۔ مجھے جاڑا نہیں لگ رہا ہے۔" کہتے ہوئے جولیا نے روسی
نوجوان کی طرف نظریں اُٹھائیں۔ اس کی آنکھوں میں یکبارگی چمک واپس آ گئی۔ اُس نے
اپنا ہاتھ بڑھایا۔ ایوان نے خاموشی سے جیکٹ لڑکی کے پتلے اور نازک کندھوں پر
ڈال دی۔ سردی سے کانپتی ہوئی جولیا نے جیکٹ کو اچھی طرح اپنے جسم سے لپیٹ کر
اپنا سر اس کے کالر میں چھپا لیا۔ ایوان اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"روٹی" جولیا نے اس کا ارادہ بھانپ لیا۔ روٹی کے خیال ہی سے اُس کے
منہ میں پانی بھر آیا۔ ایوان نے گھما پھرا کر روٹی کو دیکھا اور گویا اپنے راشن کا
صحیح وزن کرنے کے لئے اُسے ہاتھوں میں تولا۔ یہ راشن دردناک حد تک ناکافی تھا۔

اُس نے ایک سرد آہ بھری۔ جولیا اس کے قریب کھسک آئی۔ ایوان نے روٹی کو توڑنا چاہا مگر اس خیال سے کہ توڑنے میں یہ بکھر نہ جائے، اُس نے ایک دھاردار پتھر سے اس کے دو حصّے کیے۔ لڑکی بڑی محبت اور توجہ سے اس کی انگلیوں کی ہر جنبش کو تکتی رہی کس طرح اُس نے روٹی کاٹ کر دو برابر حصّوں میں تقسیم کی اور ایک حصّے میں سے جو ذرا بڑا تھا ایک ٹکڑا کاٹ کر دوسرے میں شامل کر دیا۔

"ٹھیک ــــ؟"

"بالکل ٹھیک۔" جولیا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

سردی اور تھکان کا احساس ایک بار پھر زائل ہو گیا۔ جولیا کی آنکھیں ایک بار پھر جگمگانے لگیں اور وہ اپنا حصّہ کھانے کی اجازت کا بے صبری سے انتظار کر رہی تھی۔ ایوان مزید حصّوں بخروں میں جٹا ہوا تھا۔ اور ایک حصّے میں سے ٹکڑا کاٹ کر دوسرے میں لگایا۔ پھر جولیا سے بولا:

"پیچھے مڑو"

وہ ایوان کا مطلب سمجھ گئی اور جیکٹ میں سے ہاتھ نکالے بغیر پیچھے مڑ گئی۔ ایوان نے جس حصّے میں ایک ٹکڑے کا اضافہ کیا تھا اُس پر اُنگلی رکھ دی۔

"کس کے لئے ــــ؟"

"روسو ــــ" اس نے برجستہ جواب دیا ــــ ایوان نے اپنا مختصر سا ٹکڑا اُٹھایا۔ جولیا نے دوسرا حصّہ اُس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا۔

"شکریہ ــــ روسو شکریہ۔"

"کوئی بات نہیں۔"

"روسوا ـــــ تمہارا نام ایوان ہے نا؟" جولیا نے روٹی کا ٹکڑا جلدی جلدی چباتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ـــ" ایوان نے تعجب سے جواب دیا۔

"جولیا نے تاڑ لیا ـــ بتاؤ کیسے تاڑا؟" جولیا نے چہکتے ہوئے پوچھا۔

"کوئی مشکل بات تو نہیں"

"ہر روسو ایوان ـــ ہے نا؟"

"سب تو نہیں ـــ لیکن کافی ـــ بہت سے ـــ" ایوان نے جواب دیا۔

وہ ہنستے ہنستے دفعتاً چپ ہو گئی۔ گہری آہ بھری، جیکٹ کو مضبوطی سے اپنے جسم کے گرد لپیٹا اور ڈبل روٹی کو تکنے لگی۔ ایوان جو اپنا حصّہ آہستہ آہستہ ختم کر رہا تھا، جولیا کی اس بظاہر سرسری نگاہ کے معنی سمجھ گیا۔ بچی ہوئی روٹی کو رکھنے کے لئے وہ جیکٹ کے بٹن کھولنے ہی والا تھا کہ جولیا کے منہ سے بے ساختہ ایک آواز نکلی: "اوہ" اور وہ دم بخود ہو کر رہ گئی۔ اس کے چہرے پر خوف طاری تھا اور وہ ایوان کے شانوں کے اوپر سے کسی چیز پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔ ایوان نے پلٹ کر دیکھا۔ کچھ فاصلے پر وہی بھیانک قیدی کہنیوں کے بل چٹان پر بیٹھا تھا۔ پتلی گردن اور دھاری دار کالر پر اُس کی مُنڈی ہوئی کھوپڑی ہنڈیا کی طرح رکھی تھی۔ اس کی جیکٹ پر سلا ہوا نمبر سیاہ پڑ چکا تھا۔ اور دھنسی دھنسی سیاہ آنکھیں منجمد سی معلوم ہو رہی تھیں۔ وہ ٹکٹکی باندھے ایوان اور جولیا کو گھورے جا رہا تھا۔ ایوان کے ہاتھ میں روٹی دیکھ کر وہ کپکپانے، اچھلنے کودنے اور بیٹھی ہوئی آواز میں چلانے لگا۔

"روٹی ــــ روٹی۔" وہ جرمن زبان میں چیخا۔

پھر وہ ایک دم چپ ہو گیا اور پھر انتہائی لجاجت اور مایوسی کے ساتھ آہستہ سے بولا:

"تھوڑی سی روٹی مجھے بھی دے دو۔"

"اوہو! محض روٹی چاہیے آپ کو۔" ایوان نے طنز کیا۔ پاگل چند منٹ تک تو خاموش رہا۔ پھر بُری طرح چیخنے لگا۔

"مجھے روٹی دو ــــ روٹی دو ــــ ورنہ میں گسٹاپو کو اطلاع دے دونگا۔"

"گسٹاپو ــــ؟ دفان ہو جاؤ" ایوان کھلکھلا کر پاگل کی طرف لپکا۔ پاگل ایک دم چٹان پر سے کودا اور حیرت انگیز تیزی سے اُتار کی طرف بھاگ پڑا۔ وہ بھاگتا جا رہا تھا اور چیخ چیخ کر کہتا جا رہا تھا ــــ "روٹی دو گسٹاپو نہیں ــــ روٹی نہیں تو گسٹاپو ــــ"

"بدمعاش، سوئر۔" ایوان آگ بگولا ہو کر گرجا اور سوچنے لگا کہ قیدی کا پیچھا کرنا چاہیے یا نہیں۔ قیدی کافی آگے نکل چکا تھا۔ جب اُس نے ایوان کو ٹھٹھکتے دیکھا تو خود بھی رُک گیا۔

"روٹی دو ــــ"

ایوان نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ جرمن سمجھا کہ اب روٹی ملنے والی ہے۔ مگر روٹی کے بجائے پستول نکال کر اُس کا رُخ قیدی کی طرف کر دیا۔

"پستول! ــــ" پاگل قیدی دہشت زدہ ہو کر چیخا اور دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

ایوان نے اپنے ہونٹ کاٹ لئے۔ جولیا اُس کے پیچھے آکر کھڑی ہو گئی تھی۔

"دے دو۔ اسے روٹی دے دو" جولیا نے سہم کر ایوان سے کہا۔

اس اثنا میں دیوانہ سرپٹ بھاگ نکلا۔ ایک بار اُن دونوں کو دیکھا اور پھر تیزی سے ڈھلان پر دوڑتا ہوا نشیب میں اُتر گیا۔

"ایوان روٹی دے دو۔ روٹی دے دو اسے —— گٹاپو نہیں"۔

"غدار —— حرام زادہ ——" ایوان نے بھاگتے ہوئے قیدی کی طرف نظر ڈالتے ہوئے دل میں کہا۔ "اب وہ یقیناً نیچے پہنچ کر شور مچائے گا اور ہم دونوں کو ایس۔ ایس کے حوالے کر دے گا۔ ایک مخبوط الحواس انسان سے اور کس بات کی اُمید کی جا سکتی ہے۔ کوئی دم جاتا ہے کہ جرمن اپنے شکاری کتوں کے ساتھ آکر ہم دونوں کو پکڑ لیں گے"۔ ایوان سوچتا رہا۔ پھر یکایک بولا،

"ارے او بھائی —— آؤ اور روٹی لے جاؤ"

پاگل رُک گیا۔ اور ایک چٹان سے چپٹ کر ایوان کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اُس کی آواز ہوا میں تیرتی ہوئی ایوان کے کانوں سے ٹکرائی:

"نہیں تم گولی چلا دو گے۔ میں تو جا کر گٹاپو کو بتلائے دیتا ہوں کہ تم لوگ یہاں پوشیدہ ہو" اتنا کہہ کر وہ پھر نیچے اُترنے لگا۔

"جہنم میں جاؤ" —— ایوان نے جھلّا کر کہا —— پھر ایک لمحے کے بعد نرم لہجے میں چیخا —— "نہیں۔ میں گولی نہیں چلاؤں گا —— تم واپس آجاؤ اور یہ لو۔ یہ رہی تمھاری روٹی"۔ ایوان نے روٹی کا ایک ٹکڑا توڑ کر پاگل کو دکھایا۔ سردی

سے کانپتی جولیا اس فاتر العقل قیدی پر نظریں جمائے کھڑی تھی۔ پاگل ایک چٹان پر بیٹھ گیا۔ وہ اِن دونوں کے نزدیک آتے ہوئے ڈر رہا تھا۔

"بزدل۔ سؤر کا بچہ ــــ" ایوان عاجز آکر زور سے چلایا ــــ" بھاڑ میں جاؤ۔ جاؤ گسٹاپو کو اطلاع کر دو۔ جو دل چاہے کرو۔"

"ایوان ــــ نہیں ــــ گسٹاپو نہیں ــــ ایوان ــــ!" جولیا نے ایوان کی آستین کھینچتے ہوئے، کہا "تھوڑی سی روٹی دے دو۔ گسٹاپو نہیں۔"

"نہیں دوں گا۔ ہرگز نہیں دوں گا" - ایوان نے جواب دیا۔

"بے چارہ ــــ پاگل ــــ"

ایوان خاموش رہا اور روٹی کا ٹکڑا اور پستول جیکٹ کے اندر رکھ کر اپنی پرانی جگہ پر لوٹ آیا۔ جولیا چپ چاپ اُس کے ساتھ چلتی رہی۔ ایوان کو معلوم تھا کہ پاگل کے ساتھ اُس کا یہ برتاؤ بے حد خطرناک ثابت ہو سکتا ہے مگر اُس کا غصّہ، اُس کی جھنجھلاہٹ اُس کی ہوش مندی پر غالب آگئی تھی۔ اب پچھتانا بیکار ہے۔

پہاڑ پر گہرا کہر چھا گیا۔ پتا نہیں کہ پاگل قیدی چٹان پر ہی بیٹھا رہا یا واپس نیچے چلا گیا۔ ایوان نے محسوس کیا کہ جولیا بے حد پریشان ہے۔

"کہیں نہیں جائے گا۔ یوں ہی دھونس دے رہا تھا کم بخت۔" ایوان نے لڑکی کو دلاسہ دینا چاہا، مگر وہ خود بے حد فکرمند تھا۔

کمال ہے ایک انسان کی موت و زیست کا دار و مدار کیسے کیسے بدمعاشوں پر تھا!۔ یہ آدمی مخبوط الحواس تھا مگر زندہ بچ گیا تھا۔ جرمنوں کی گولیوں سے

بچ نکلا تھا۔ آج کل کے حالات میں جب کہ دنیا کی ہر قوم کے بہترین اور منتخب نوجوان بے دردی سے قتل کئے جا رہے تھے، یہ دیوانہ قیدی نہ صرف زندہ تھا بلکہ دوسرے لوگوں کی زندگیوں کے لئے خطرے کا باعث ثابت ہو رہا تھا۔ ایوان بے بسی کے ساتھ غم و غصّے سے دانت پیسنے لگا۔" لیکن اس سے کیا فائدہ۔ ہمیں تو صبر و ضبط کے ساتھ ہر بلا کا مقابلہ کرنا ہے ـــــ ورنہ موت۔" ایوان نے سوچا۔ پھر وہ ایک مہیب چٹان کا چکر کاٹ کر آگے بڑھنے کے لئے تیار ہوئے۔ دو ہی قدم بڑھ کر ایوان ٹھٹھک گیا اور پیچھے مڑ کر دیکھتے ہوئے۔ جیب میں ہاتھ ڈالا۔ جولیا نے بھی پیچھے نظر ڈالی۔ پاگل غائب ہو چکا تھا۔ ایوان نے جیب سے روٹی کا ایک ٹکڑا نکالا اور اُسے اُس پتھر پہ رکھ دیا جہاں وہ دونوں کچھ دیر قبل بیٹھے ہوئے تھے۔

"لو اُس کے حصّے کی روٹی یہ رہی۔ مگر خدا کرے یہ اُس کے حلق ہی میں پھنس جائے۔" ایوان نے گویا خود کو حق بجانب ٹھہراتے ہوئے کہا۔ جولیا نے خاموش رہ کر گویا پاگل کے لئے روٹی چھوڑ جانے کے فیصلے پر صاد کر دیا۔

(۱۱)

تیز ہواؤں میں کُہرے کے ذرّات متواتر اُڑا کئے۔ ایوان کی جیکٹ بھیگ چکی تھی اور وہ سردی سے کانپ رہا تھا۔ وہ بار بار پیچھے مڑ کر دیکھتا اور اب اُسے خیال آرہا تھا کہ شاید روٹی کا وہ ٹکڑا دیوانے کے ہاتھ نہ لگ پائے گا۔ اُس کا جی

چاہا کہ واپس جا کر اس ٹکڑے کو خود ہی نگل جائے۔ اس مبہم خیال کو نظر انداز کرنے کے لئے اُس نے زیادہ تیزی سے قدم آگے بڑھانے شروع کر دیے۔

اب وہ ایک ایسی ہیبت ناک چٹان کے نزدیک پہنچے جو کسی منجمد دیوزاد پرندکی مانند ایستادہ تھی۔ جس کی دُم آسمان کی طرف اُٹھی ہوئی ہو۔ ایوان اور جولیا کے عین مقابل میں کہرا چھٹ گیا تھا اور ایک پتھریلی چڑھائی دکھلائی دے رہی تھی جس پر سے ایک بل کھاتی پگڈنڈی چٹانوں میں سے گزر رہی تھی۔ اس پگڈنڈی کو دریافت کر کے وہ دونوں متعجب اور خوش ہوئے۔ پہلے ایوان پگڈنڈی تک پہنچا۔ چاروں طرف دھند لکا چھایا تھا اور اوپر برفیلی چوٹیاں دھوپ میں چمک رہی تھیں۔ اب ایوان کو پتا چلا کہ پہاڑوں کی اُس قطار کے عقب میں بھالو کی پشت کی طرح ساکت اور مہیب ایک اور سلسلہ کوہ موجود تھا۔ اُس پر برف جمی ہوئی تھی اور اس کی بلند ترین چوٹی آسمان سے باتیں کر رہی تھی جس جگہ وہ کھڑے تھے وہاں سے قریبی پہاڑ زیادہ اونچے معلوم ہو رہے تھے مگر اب ایوان کو پہاڑوں کی اس نظر فریبی کی حقیقت معلوم ہو چکی تھی۔ دور کا پہاڑ یقیناً زیادہ بلند تھا۔ اُسے یقین تھا کہ اُس پہاڑ کے اُس پار اُن کی منزلِ مقصود فسطائیوں کا مخالف ـــــ ٹریسٹ موجود ہے۔

وہ سر اُٹھائے قریبی پہاڑ کو اُمید بھری نظروں سے دیکھتا رہا جو گویا روشن مستقبل کی دہلیز تھا۔ کاش اب آگے کا سفر سہل ثابت ہو۔ مزید دشمنوں سے مڈبھیڑ نہ ہو اور صرف عناصرِ فطرت ہی اُن کے حریف رہیں! کیونکہ اِن عناصر کا ہمت اور ضبط کے حربوں سے مقابلہ کیا جا سکتا تھا۔ کاش جرمنوں نے ان کا

تعاقب ترک کر دیا ہو!۔

جولیا کوہستان کے اُس پر شکوہ منظر سے متاثر ہو کر برفانی بلندیوں پر نظریں جمائے کھڑی تھی۔ ایوان نے جولیا پر نگاہ ڈالی اور اُس لمحے، غالباً پہلی بار اُسے ایک خاموش سی مسرت کا احساس ہوا کہ وہ فطرت کے پُر اسرار خطروں کا مقابلہ کرنے کے لئے تنہا نہیں ہے۔ ایک ساتھی اس کے پہلو میں موجود ہے۔ رومانی آسائش اور مسرت کے جذبے کے ساتھ اُس نے روسی میں آواز دی۔

"چلو ——"

اب دونوں کے جذبات اور احساسات اِس حد تک ہم آہنگ ہو چکے تھے کہ جولیا نے فوراً دوہرایا —— "چلو"۔

وہ پگڈنڈی پر آ گئے۔ سورج کی کرنوں نے کہر کے لطیف غبار کو جگہ جگہ جگمگا دیا تھا سیاہ پرچھائیاں اور دھوپ کے روشن ٹکڑے نہایت تیزی سے چٹانوں پر سے گزرتے جا رہے تھے۔ ہوا کا تیز جھکڑ چل رہا تھا۔ ایوان کی پتلون غبارے کی طرح پھول گئی۔ جولیا نے اپنی چمڑے کی جیکٹ کا کالر اوپر کر لیا۔ دھوپ میں آ کر ایوان نے مڑ کر نیچے کی طرف دیکھا اور ٹھٹھک گیا۔ پاگل قیدی اُس پتھر کے ارد گرد چکّر کاٹ رہا تھا جہاں کچھ دیر قبل وہ بیٹھے تھے۔

"ہمارا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہتا"

"بے چارہ —— دکھوں کا مارا" جولیا نے جواب دیا۔

"بے چارہ کیوں؟ —— کم بخت کہو" ایوان بولا۔

"روسو کے ساتھ فرار ہونا چاہتا ہے مگر اُسے روسو سے ڈر لگتا ہے

اُسے روسو سے ڈر لگنا ہی چاہیے۔" ایوان نے خشکی سے جواب دیا۔
پاگل کا خیال ذہن سے نکالنے کی کوشش کرتے ہوئے دونوں اپنا راستہ طے کرنے لگے۔ ایک خطرناک دیوانہ ان کے پیچھے پیچھے آرہا ہے' یہ احساس کچھ زیادہ خوش گوار نہ تھا۔ اس بیمار آدمی کو نہ بھگا سکتے ہیں نہ اُس سے پیچھا چھڑا سکتے ہیں۔ رات پڑے تک اس کی رفاقت لامحالہ برداشت کرنا ہی پڑے گی۔
"تم جولیا سے خفا ہو؟ ایوان!" لڑکی نے پوچھا۔
"کیوں؟"
"تم خاموش اور متفکر نظر آرہے ہو" جولیا نے کہا۔
"اس کی فکر مت کرو۔"
"اچھا" جولیا نے کہا۔ مگر اُس کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ وہ سخت متفکر نظر آرہی تھی۔
"جولیا روسو سے نہیں ڈرتی۔ جرمنوں سے نہیں ڈرتی۔ جولیا برف سے ڈرتی ہے۔"
ایوان نے گہری سانس لی۔ واقعہ یہ تھا کہ روٹی کے انتہائی مختصر راشن اور برفباری کا خیال اُس کے لئے بھی بے حد تشویشناک تھا۔ کاش اُس نے بوڑھے آسٹرین سے جوتے بھی چھین لئے ہوتے اور روٹی بھی زیادہ لے لی ہوتی۔ برف پر پیدل چلنا انتہائی تکلیف دہ ثابت ہوگا۔ لیکن حسب معمول یہ بات بھی وقت گزر جانے کے بعد ہی اُس کے ذہن میں آئی تھی۔ پہلے یہ اُمید ہی کب تھی کہ وہ ان برفانی بلندیوں تک پہنچ بھی پائیں گے۔ وہ تو نچلی پہاڑیوں تک آ کر ہی اپنی قسمت پر رشک کرنے لگے تھے۔

ایوان پگڈنڈی پر تیزی سے چلتا رہا۔ دونوں کے طویل سائے نشیب تک پہنچ کر اُن کے ساتھ ساتھ گھسٹ رہے تھے، وہ لڑکی کی دلجوئی نہ کرنا چاہتا تھا صرف برسبیلِ تذکرہ کہنے لگا:

"اب تو تمھارے پاس جیکٹ موجود ہے۔ پھر کیوں ڈرتی ہو۔ یہاں سموری کوٹ تو ملنے سے رہا۔"

لڑکی ایک آہ بھر کر چپ ہو گئی۔ پھر بولی: "روما میں جولیا کے پاس کئی فرکوٹ ــــ چار۔"

یہ سُن کر ایوان کے کان کھڑے ہو گئے۔ اُس نے اپنی رفتار سست کرتے ہوئے پوچھا: "کیا کہا ــــ چار فرکوٹ؟"

"ہاں ــــ چار۔"

"اتنی امیر ہو تم ــــ؟"

"امیر نہیں۔ غریب۔ سیاسی قیدی۔"

"تم نہیں ــــ تمھارے ابّا۔ کیا کرتے ہیں تمھارے ابّا؟"

"ابّا ــــ؟"

"ہاں ابّا ــــ تمھارے والد۔"

"اوہ پاپا ــــ پاپا تجارت کرتے ہیں کئی کمپنیوں کے ڈائرکٹر ہیں۔" جولیا نے اطالوی میں جواب دیا۔

ایوان نے دھیرے سے سیٹی بجائی ــــ "واہ بھئی واہ۔ سونے پر سہاگہ۔ بس اب یہی کسر باقی رہ گئی ہے کہ تمھارے پاپا فاشسٹ بھی ہوں پھر تو آلیس کا سفر

بڑا ہی مزیدار ثابت ہوگا"۔ ایوان سوچنے لگا پھر اچانک مڑ کر لڑکی سے دریافت کیا،
"تمہارے والد فاشسٹ ہیں کیا؟"

"ہاں ـــــ فاشسٹ ـــــ فاشسٹ ملیشیا کے افسر"۔
جولیا نے سادگی سے جواب دیا۔

"بہت خوب"ـــــ وہ پگڈنڈی پر ایک طرف کو ہو گیا اور جب لڑکی اس کے برابر میں آ گئی تو اُس کے نازک جسم پر نئی دلچسپی سے نظر ڈالی جو ان بھدّے کپڑوں میں بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ قیدیوں کے اُس دھاری دار لباس میں بھی اس کے جسم کی نفاست، دلکشی اور تر و تازگی اُسی طرح قائم تھی۔ وہ ایوان کو پیار اور بھروسے کی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ ہاتھ جیکٹ کی جیبوں میں ٹھونسے چوبی جوتوں میں کھڑ بڑ کرتی چلی آ رہی تھی۔

"اور تم ـــــ شائد تم بھی فاشسٹ ہو؟" ایوان نے محتاط انداز میں سوال کیا۔

لڑکی ایوان کے شکی لہجے پر تمتما اٹھی ـــــ "جولیا فاشسٹ ـــــ نہیں، ہرگز نہیں۔ جولیا کمیونسٹ"۔ اُس نے بڑے اعتماد اور پُر وقار انداز میں جواب دیا۔

"تم کمیونسٹ؟"

"ہاں"

"جھوٹ مت بولو" ایوان کو یقین نہ آیا۔ لمحے بھر کے توقف کے بعد اُس نے پوچھا: "کس قسم کی کمیونسٹ؟"

"کمیونسٹ ـــــ ہاں کمیونسٹ"

"صرف لفظی اور اخلاقی طور پر کمیونسٹ ہونے کی کوئی اہمیت نہیں۔"

"کیوں؟"

ایوان خاموش رہا۔ وہ اس بچگانے سوال کا کیا جواب دے سکتا تھا؟ اگر ان سب لوگوں کو کمیونسٹ سمجھ لیا جائے جو خود کو ترقی پسند گردانتے ہیں تو دنیا بھر میں کمیونسٹ ہی کمیونسٹ ہو جائیں گے۔ ایک بورژوا لڑکی! بھلا اُسے پارٹی میں کون شامل کرے گا؟ بیکار کی گپ۔ اپنا تجسّس ایک حد تک مطمئن کرنے کے بعد اب ایوان تیزی سے قدم اٹھانے لگا۔

"ہم صرف ان لوگوں کو کمیونسٹ کہتے ہیں جن کے پاس پارٹی کارڈ ہوں"۔ ایوان بولا۔

"اوہ۔ روس میں نا؟ ۔ روس کی بات دوسری ہے۔ روس سوویت ہے۔"

"یقیناً" روس تمھارے بورژوا ملک سے بہت مختلف اور بہتر ہے۔" ایوان نے فخریہ انداز میں کہا۔

"سوویت بہت اچھا ـــــ آزادی، مساوات، اخوت۔ ہیں نا؟"

"تو پھر؟"

"یہ سب بہت خوب ۔ جولیا کو روس بہت پسند۔ وہاں فاشزم نہیں گسٹاپو نہیں۔ ایوان خوش قسمت کہ اس کا وطن اتنا عمدہ۔ ہیں نا؟" جولیا نے بڑے جذبے سے کہا اور پگڈنڈی پر دوڑتے دونوں ہاتھوں سے ایوان کا بازو پکڑ لیا۔

"ایوان! تم جنگ سے پہلے کہاں رہتے؟ تمہارا گاؤں کدھر؟ ـــــ کوئی

سینورینا ــــ لڑکی ــــ تم سے پیار کرتی ہے؟" جولیا نے ایوان کی آنکھوں میں جھانک کر اچانک سوال کیا۔ ایوان نے بے پرواہی سے اپنا منہ دوسری طرف کر لیا۔ دفعتاً ایوان کو ایسا محسوس ہوا کہ لڑکی کے قرب سے کوئی غیر معمولی جذبہ اس کے اندر جاگ رہا ہے۔

"مجھے لڑکی کہاں سے ملتی۔ میرے پاس لڑکیوں سے ملنے ملانے کا وقت ہی نہ تھا۔" ایوان نے جواب دیا۔

"کیوں؟"

"بس۔ میری زندگی کچھ تھی ہی اس قسم کی۔"

"کیا تم کٹھن زندگی گزار رہے تھے؟ ــــ ایسا کیوں۔"

ایوان کو احساس ہوا کہ اُس نے غلط بات کہہ دی ہے۔ وہ اپنے طرزِ زندگی کا ذکر نہ کرنا چاہتا تھا۔ خصوصاً جب کہ یہ لڑکی اس کے وطن کے بارے میں اتنے اچھے تصورات لئے بیٹھی تھی۔

"ہماری زندگی اچھی اور بری دونوں طرح کی رہی ہے۔"

"جھوٹ۔ بالکل جھوٹ۔ تم نے بہت سی سینوریناؤں کو پیار کیا ہے۔" جولیا نے ترچھی نظروں سے ایوان کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کس طرح۔ کب؟"

"کس صوبے میں رہتے ہو ــــ ماسکو؟ کیو؟"

"بیلوریشا۔"

"بیلوریشا ــــ صوبہ؟"

"صوبہ نہیں ـــــ جمہوریت۔"

"جمہوریت؟ بہت خوب۔ اٹلی یادشاہٹ! تمھاری جمہوریہ میں پہاڑ ہیں؟"

"نہیں۔ پہاڑ نہیں۔ بڑے بڑے جنگل۔ دریا اور جھیلیں۔ ہماری جھیلیں بے حد خوبصورت ہیں۔ میرے گاؤں کا نام تیرشنگی ہے۔ دو جھیلوں کے نزدیک۔ اکثر غروبِ آفتاب کے وقت ان جھیلوں پر کامل سکوت طاری ہوتا ہے۔ جھیلوں کی سطح شیشے کی طرح چمکتی ہے اور پانی میں درخت منعکس نظر آتے ہیں ــ ایک بڑی سی پینٹنگ کی طرح ـــ لہروں پر سے مچھلیاں اچھلتی رہتی ہیں ــ بڑی بڑی مچھلیاں۔" وہ کہتا چلا گیا۔ پھر اچانک چپ ہو گیا۔ ماضی کی یادوں نے اس کا جذباتی سکون منتشر کر دیا۔ اب اس کا ذہن اپنے وطن جا پہنچا تھا۔ پہاڑوں کے اس اُداس ماحول میں پرانی یادیں اُبھر آئی تھیں۔ قید میں اُس نے اِن ناقابلِ برداشت یادوں کو بھلائے رکھا تھا۔ جولیا نے ایوان کی جذباتی کیفیت کا اندازہ لگا لیا۔ اور بولی:

"اور بتاؤ اپنے بیلوریشا کے متعلق ـــ اور بتاؤ۔"

اب سورج بادلوں میں غائب ہو چکا تھا۔ دھوئیں ایسا دھندلکا پہاڑ پر بکھر چھا گیا

پہلے ذرا ٹھہر ٹھہر کر، رُک رُک کر، جیسے وہ کوئی نیا، کوئی انوکھا تجربہ کر رہا ہو ـــ کسی ایسی چیز کا تذکرہ کر رہا ہو جو دور ہوتے ہوئے بھی دل کے قریب ہے، وہ جولیا کو شاہ بلوط کے گھنے جنگلوں کے متعلق بتانے لگا ـــ جنگلوں کے

فرش پھولوں سے پٹے ہوتے ہیں اور جھیلوں کے اندر اود بلاؤ کی بنائی ہوئی قیام گاہیں۔ اور شروع مئی میں چہکنے والے شاہ دانے اور ریڈ برچ کے جنگل ۔۔۔ کافی طویل عرصے سے اس نے اتنے بہت سارے الفاظ ایک ساتھ استعمال نہیں کئے تھے۔ مدّتوں سے اُس نے کسی کے سامنے اپنا دل کھول کر نہ رکھا تھا ۔۔۔ اب وہ خود کو پہچان نہ سکا۔ اور وہ جو بڑے دھیان اور پیار سے اُس کی باتیں سُن رہی تھی، اُسے ایسا لگا، جیسے اُس کے بہت قریب آگئی ہے۔ جیسے وہ دونوں بہت پرانے دوست ہیں جو ایک طویل عرصے کے بعد پھر ملے ہیں۔

ایوان خاموش ہوگیا۔ جولیا نے دھیرے سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے نکال لیا مگر اُس کی کھردری اُنگلیاں نرمی سے تھامے رہی اور پُرسکون لہجے میں بولی:

"ایوان! تمھاری ممّی بہت اچھی ہیں؟"

"ممّی؟ ہاں وہ بہت اچھی ہیں۔"

"اور پاپا؟" ۔۔۔ جولیا خوابناک آنکھوں سے پہاڑ کے ڈھلان کو دیکھ رہی تھی اس لئے اُسے پتا نہ چلا کہ اُس کے اِس سوال پر ایوان افسردہ ہوگیا تھا۔

"مجھے یاد نہیں" ایوان نے اُکھڑے اُکھڑے لہجے میں جواب دیا۔

"کیوں؟" اس نے تعجب سے پوچھا اور چلتے چلتے رک گئی۔

"جب ابّا مرے ہیں تو میں بہت چھوٹا تھا۔"

"وہ مر گئے؟ ۔۔۔ کیوں مر گئے؟"

"بس ایسے ہی۔ زندگی اُن کے لئے بڑی کٹھن تھی۔"

جولیا نے رسان سے اُس کی اُنگلیاں چھوڑ دیں۔ وہ منتظر تھی کہ اب ایوان کوئی ایسی اہم بات بتائے گا جو وہ ابھی تک نہیں سمجھ سکی ہے۔ لیکن ایوان سلسلہ کلام جاری رکھنا نہ چاہتا تھا۔

"ایوان ——— اِتم دکھی ہو؟"۔

"دُکھی ——— کس طرح ؟"۔

"تم خوش قسمت ہو ایوان ——— تمھارے پاس اتنا بڑا ملک ہے تمھارا عظیم وطن تم نے اتنی بڑی جنگ جیتی ہے، یہ بہت بڑی خوش نصیبی کی بات ہے۔ لیکن اس کے باوجود تم دکھی ہو۔ دکھی مت ہو ایوان "۔

ایک گہری آہ بھر کر ایوان نے گویا گفتگو کا سلسلہ منقطع کر دیا جن مصائب اور الجھنوں کا تجربہ اُس نے اپنی زندگی میں کیا تھا اُن کا تذکرہ اِس لڑکی سے کرنے کی کیا تُک تھی ؟ وہ یہ سب جان کر کیا کرے گی !

(۱۲)

یہی سوچتے ہوئے وہ پگڈنڈی پر چڑھتا رہا اور سوچتا رہا کہ گفتگو ختم کر کے اُس نے اچھا ہی کیا۔ آخر یہ لڑکی اُس کی ہے کون ؟ ایک خوبصورت چھوکری جس کو جنگ کے ہنگاموں نے ایک فاشسٹ کیمپ میں لا ڈالا۔ وہ کون تھی جسے وہ اپنا حالِ دل سنائے اور بتائے کہ اپنی زندگی میں وہ کیسے کیسے مسائل سے دوچار رہا ہے اور اُن کا سامنا کرنے کے لئے اُسے کیسی زبردست قوتِ روحانی اور قوت

ارادی درکار رہی ہے ۔ روس کے بارے میں تلخ حقیقت کا سامنا کرنے پر تیار ہو سکے گی یہ لڑکی ؟ ایک ایسی تلخ حقیقت جس کو وہ خود بھی ٹھیک سے نہیں سمجھ پایا ہے ۔ ممکن ہے کہ وہ سب کچھ سن کر شائد ایوان سے ہمدردی کا اظہار کرے ۔ مگر اُسے ہمدردی کی حاجت نہیں وہ ساری عمر ــــ پورے پچیس سال ــ کسی ہمدردی کے بغیر زندہ رہنے میں کامیاب رہا ہے ۔ چنانچہ اچھا ہے وہ یہی سوچتی رہے کہ روس ایک شمالی ملک ہے ۔ ایوان نے اپنی رائے بہرحال محفوظ رکھی ۔

ایوان تیزی سے چلتا رہا ۔ جولیا نے محسوس کیا کہ شائد اُس نے ایوان کی کسی دُکھتی رگ کو چھیڑ دیا ہے ۔ اس لئے وہ بھی خاموش ہو گئی ۔

اب شام کے سائے پہاڑوں پر پھیلتے جا رہے تھے ۔ اندھیرا تیزی سے بڑھتا جا رہا تھا ۔ دور کے روپہلے پہاڑ دھندلکے میں غائب ہونے لگے ۔ قریبی سلسلۂ کوہ کی دو عظیم چوٹیاں نیم روشن آسمان کے مقابل جنات کی طرح کھڑی تھیں ۔ شاید ان دونوں چوٹیوں کے درمیان ہی درّہ تھا کیوں کہ پگڈنڈی اُسی سمت جا رہی تھی ۔

ایوان کو شام کا وقت بے حد بیزار کن معلوم ہوتا تھا ۔ دن ، رات ، صبح ، دوپہر ـــــ کوئی بھی وقت غروب آفتاب کے لمحات کی بے پایاں اُداسی کا مقابلہ نہیں کر سکتا اُسے جھٹ پٹے کی یہ اُداسی اور تنہائی دورانِ جنگ میں اور زیادہ شدت سے محسوس ہونے لگی تھی ۔ قید خانے کی بھوک ، سردی اور تنہائی ۔ ان لمحات میں وہ امن ، سکون اور ایک نرم و نازک ، نرم دل ساتھی کے قُرب کا کس شدّت سے خواہاں رہا کرتا تھا ۔

"ایوان !" جولیا نے کہیں پیچھے سے پکارا ـــــ "ایوان !!"

جولیا کے لہجے کی پریشانی سے ایوان کو ایسا لگا جیسے شاید کوئی تیسرا شخص بھی وہاں پہنچ گیا ہے۔ وہ لرز کر ٹھٹھک گیا۔ جولیا بڑی دقت سے پاؤں گھسیٹتی اس کے قریب آئی۔ ایوان کو اب پتا چلا کہ دراصل بات کیا ہے۔ جولیا بے حد نڈھال ہو چکی تھی سرد ہوا کے تھپیڑے چٹانوں سے ٹکرا رہے تھے۔ سردی سے اُن دونوں کے ہاتھ پیر سُن ہو چکے تھے۔ لحہ بہ لحہ سردی اور بڑھتی جا رہی تھی اور ہوا کا شور تیز سے تیز تر ہوتا جا رہا تھا۔ فطرت اپنی اندھی اور بے رحم قوت کے ساتھ ان دو پناہ گیروں پر حملہ آور ہونے پر تیار تھی۔ ایوان تیزی سے چل رہا تھا کیوں کہ چلتے رہنے ہی میں اُن کی عافیت تھی۔ اگر وہ آج کی رات درّے سے گزر کر دوسری طرف نہ پہنچ سکے تو پھر خیریت نہیں۔

"ایوان!" جولیا نے نزدیک آکر کہا: "جولیا بہت تھک گئی ہے۔"

ایوان باری باری دونوں پیر پٹختا رہا۔ اس کے پیروں میں درد ہو رہا تھا لیکن اپنی فکر کے بجائے اُسے جولیا کی حالتِ زار زیادہ پریشان کر رہی تھی۔ ایک گہرا بادل پہاڑ پر چھا گیا۔ ایک ننھا سا تنہا ستارہ جو آسمان پر ٹمٹما رہا تھا، آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔

"ابھی تک ہم درّے تک نہیں پہنچ سکے۔ درّہ ہے کہاں؟" جولیا نے بے تابی کے ساتھ پوچھا۔

"بس اب پہنچا ہی چاہتے ہیں۔" ایوان نے لڑکی کی ہمت بندھاتے ہوئے کہا۔ مگر اُسے خود معلوم نہ تھا کہ درّہ کتنی دوری پر ہے۔

دونوں نے اندھیری پگڈنڈی پر پھر چلنا شروع کر دیا۔ ایوان کو ڈر تھا کہ تاریکی

ہیں لڑکی راستے سے بھٹک نہ جائے۔ چناں چہ وہ اس کے چوبی جوتوں کی کھٹ پٹ پہ کان لگا کر آہستہ آہستہ قدم اُٹھانے لگا۔ زیادہ اونچی اور کٹھن چڑھائی پہ پہنچ کر وہ جولیا کا انتظار کرتا اور ہاتھ بڑھا کر اُسے اوپر کھینچ لیتا۔ اس کا دل اتنی شدّت سے دھڑک رہا تھا جیسے اب اُچھل کر باہر آجائے گا۔ اُن کی پیٹھ پر اور ان کے سینوں پر ہوا کے کوڑے سے پڑ رہے تھے اور ان کی سانسیں اُکھڑنے لگی تھیں۔ ہوا اتنی تیزی سے اپنا رُخ بدل رہی تھی کہ ان کو معلوم ہی نہ ہو پاتا کہ چل کس طرف سے رہی ہے۔

جلد ہی گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا۔ ایوان بار بار ٹھوکریں کھانے لگا۔ کہیں پگڈنڈی سے وہ لوگ ہٹ تو نہیں گئے؟ ایوان نے جھک کر زمین کا معائنہ کیا۔ پیروں سے پگڈنڈی کا رُخ محسوس کرنا چاہا لیکن ہر طرف نوکیلے پتھر ہی پتھر بکھرے پڑے تھے۔ وہ پگڈنڈی سے ہٹ چکے تھے، راستہ گم ہو چکا تھا۔

ایوان سیدھا کھڑا ہو گیا اور جب لڑکی لنگڑاتی ہوئی اس کے قریب پہنچی تو اُس نے کہا: "یہیں ٹھہر جاؤ۔ اور خود ایک طرف کو ہو گیا۔ جولیا نے خاموشی سے ایوان کے حکم کی تعمیل کی اور سردی سے دُہری ہوتی ہوئی زمین پر گر گئی۔ ایوان نے اور آگے بڑھ کر پگڈنڈی تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ اب کوئی چیز فضا میں چمکنے لگی۔ ایوان نے ہاتھ پھیلائے ــــ برف گرنا شروع ہو چکی تھی۔ ایوان "گم" "گم" کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ برف تیزی سے گرنے لگی، نشیب میں اُجالا سا پھیلا، اور اچانک اُسے پگڈنڈی دکھلائی دے گئی۔

"جولیا سنو!" ایوان نے آہستہ سے کہا۔

لڑکی نے جواب نہیں دیا۔ ایوان اس کی خاموشی پر جھنجھلا سا گیا اور بولا:

"سو گئیں کیا؟ ــــ کیسا عجیب ساتھی خدا نے مجھے عطا کیا ہے ــــ اِسے تو محض گلگشت کے لئے پیدا کیا گیا تھا۔ یہ یہاں کہاں آمری" اُس نے غصے سے سوچا
آندھی چٹانوں سے اسی طرح ٹکرا رہی تھی۔ برف باری کا زور بڑھتا رہا۔ ایوان کی ٹانگیں یخ ہو چکی تھیں۔ اس نے اپنے ہاتھ آستینوں میں چھپا لئے۔ جیکٹ کے اندر رکھا پستول اتنا ٹھنڈا ہو چکا تھا کہ اس کے جسم کی کھال پر انگارے کی طرح جل رہا تھا۔

"سنو ــــ جولیا!"

جولیا اب بھی خاموش رہی۔ اپنے آپ کو گالیاں دیتا باولِ ناخواستہ بھیگے پتھروں پر قدم رکھتا وہ لڑکی کی سمت بڑھا۔

وہ جیکٹ سے اپنے گھٹنے چھپائے گیند کی طرح ایک پتھر پر بیٹھی تھی۔ اُس نے اپنا سر کبھی نہیں اُٹھایا۔ اب ایوان کو خیال آیا کہ جولیا کسی شدید تکلیف میں مبتلا ہے۔ وہ چپ چاپ اس کے سامنے کھڑا رہا۔

"خاتمہ ــ ایوان اب بس خاتمہ ہے" لڑکی نے سر اُٹھائے بغیر سرگوشی میں کہا۔

"خاتمہ ــــ کیا مطلب؟ چلو۔ اُٹھو" ایوان نے لمحہ بھر کے توقف کے بعد کہا
"نہیں اُٹھ سکتی"۔

"یہ تمہارا خیال ہے؟ بڑی انوکھی بات ہے یہ تو"۔ ایوان نے کہا۔ جولیا خاموش رہی۔

"چلو اُٹھ کھڑی ہو۔ درّہ بس اب زیادہ دور نہیں ہے۔ ڈھال پر پہنچ کر تمہاری ٹانگیں آپ سے آپ کام کرنے لگیں گی"۔ ایوان نے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔ مگر جولیا

اب بھی چپ رہی۔

"سنتی ہو کہ نہیں ـــــ جولیا تم ہی سے کہہ رہا ہوں"

"جولیا نہیں چل سکتی۔ اب بالکل نہیں چل سکتی" جولیا نے نحیف آواز میں کہا۔

"تم نہیں سمجھتیں ـــــ ہم رات اس جگہ نہیں گزار سکتے۔ دونوں کی قلفی جم جائے گی ـــــ مر کے رہ جائیں گے یہیں ـــــ اسی جگہ پر ـــــ دیکھو برف کتنے زوروں سے گر رہی ہے"۔ ایوان نے پھر سمجھاتے ہوئے کہا۔

جولیا پر ان الفاظ کا مطلق اثر نہ ہوا۔ ایوان سمجھ گیا کہ وہ نیم جاں ہو چکی ہے، اور اُس سے بات کرنا یا بحث کرنا فضول ہے ـــــ اب اُسے چلتے رہنے پر کس طرح آمادہ کیا جائے؟ کچھ دیر سوچتے رہنے کے بعد ڈبل روٹی کا بُری طرح پچکا ہوا ٹکڑا نکالا اور سوکھے ہوئے سخت ٹکڑے میں سے نسبتاً نرم حصّہ توڑ کر علیحدہ کیا اور جولیا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا:

"لو ـــــ یہ کھا لو"۔

"روٹی ـــــ؟" جولیا نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ ایوان نے روٹی کا ٹکڑا اس کے ہاتھ میں ٹھونس دیا۔ جولیا نے اُسے فوراً مُنہ میں رکھ لیا۔

اور ہے؟"

"اب اور نہیں ملے گی"۔

"بس تھوڑی سی اور دیدو"۔ جولیا نے بچوں کی طرح ضد کی

"اب جب درّے تک پہنچ جاؤ گی تب ملے گی"۔

وہ سہم کر اس کے پاس سے ہٹ گئی اور بولی ـــــ "درّہ کہیں ہے ہی نہیں"۔

"کیا کہہ رہی ہو"۔۔۔ ایوان نے غصّے سے کہا۔ "چلو اٹھو۔ یہ کیا مذاق ہے؟ مرنا چاہتی ہو؟ اِس طرح تم کس کو سزا دے رہی؟ جرمنوں کو؟ جی نہیں تم ان کی مدد کر رہی ہو۔ وہ تمھیں جلد آلیں گے اور تم پھر اُن کے کیمپ میں پہنچ جاؤ گی ایوان نے گرج کر کہا۔

جولیا اُسی طرح بیٹھی رہی۔ سر اور پیچھے ڈال دیا۔

"کیمپ ۔۔۔ نہیں کیمپ نہیں۔"

"پھر کہاں جانا چاہتی ہو؟" جولیا نے جواب میں سر نیچے ڈال لیا اور گٹھڑی مڑی ہو کر بیٹھ رہی۔

"اکڑ کر مر جاؤ گی۔ احمق۔ صبح تک مری پڑی ہو گی۔" ایوان نے اب ذرا نرمی سے سمجھانے کے انداز میں کہا۔

ہوا کے ایک تیز جھکڑ نے برف کے نرم ذرّات کو اوپر فضا میں منتشر کر دیا اندھیرا کچھ کم ہو گیا اور پگڈنڈی نظر آنے لگی۔ ایوان کا جسم سردی سے اینٹھا جا رہا تھا۔

"چلو ۔۔۔ اُٹھو۔" کہتے ہوئے اُس نے لڑکی کی جیکٹ کھینچی اور سارجنٹ کی سی درشت آواز میں حکم دیا ۔۔۔ "اُٹھ کھڑی ہو۔"

وہ آہستہ سے اُٹھی اور پتھروں کا سہارا لے کر آہستہ آہستہ اُس کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ ایوان کی تیوری پر بل پڑ گئے۔ اُس نے سوچا اب رفتہ رفتہ حالات سدھر جائیں گے۔ ایسے موقعوں پر اعضا کو حرکت میں رکھنا سب سے مقدم ہے۔ اگر بیٹھ گئے تو پھر اُٹھنا مشکل ہو جائے گا۔ اب وہ پگڈنڈی پر آ چکے تھے کہ آندھی اور منجمد برف کا اچانک تھپیڑا اُن کے چہروں پر آ پڑا۔ اُن کی سانس اُکھڑ گئی۔ جولیا لڑکھڑا کر

گر پڑی۔ ایوان نے اُسے اُٹھانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ جولیا بہت دیر تک بُری طرح کھانستی رہی۔ پھر ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔

"جولیا ختم ——— ایوان ٹرلیسٹ ——— جولیا ٹرلیسٹ نہیں۔"

"میں تمہارے بغیر ٹرلیسٹ نہیں جاؤں گا۔" ایوان بھی ایک لگر پر ٹک گیا۔

"تم خود کو کمیونسٹ کہتی ہو مگر ہو بزدل ——— خواہ مخواہ پریشان ہونے والی۔ ایک دم ڈرپوک۔"

"جولیا بزدل نہیں۔ جولیا مجاہد۔" اُس نے غصّے سے جواب دیا

ایوان کو محسوس ہوا کہ اس کی اس بات نے لڑکی کو واقعی بہت صدمہ پہنچایا ہے۔ لیکن شائد طعنہ سُن کر ہی وہ چلنے پر مجبور ہو جائے۔ اس لئے اُس نے دُہرایا:

"جولیا مجاہد نہیں ——— بزدل۔ ایک دم بزدل۔"

"بزدل نہیں۔ ہرگز نہیں ——— صرف کمزور، نحیف اور لاغر۔"

"تو لاؤ نا طاقت کہیں سے۔" ایوان نے نرمی سے کہا۔

"تم کو پتہ ہے محاذ پر کیا ہوتا تھا۔ روسی محاذ پر جہاں تم جانے کی خواہش مند تھیں۔ ہم لوگ ایک چھوٹے سے مکان میں پناہ لئے ہوئے تھے۔ جرمنوں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا اور دروازے اور کھڑکیوں پر گولیوں کی بوچھار کرتے ہوئے چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے ——— "روسیو! ہتھیار ڈال دو۔" ہمارے کمانڈر پیٹر بنکو نے کہا ——— "اب خاتمہ ہے۔" اور اس نے پستول نکال کر اپنا بھیجی اُڑا دیا۔ ہم نے بھی چاہا کہ ہم خودکشی کر لیں مگر ہمارے کمپنی کمانڈر بیلوشیف نے کہا: "لڑکو! رکو۔ اپنے آپ کو تو کوئی چغد ہی مار سکتا ہے۔ ہمیں بندوقیں اس لئے نہیں دی گئی ہیں کہ ان

سے ہم خود اپنا ہی خاتمہ کر لیں۔ چلو باہر نکلو اور مقابلہ کرتے ہوئے جان دو۔" ہم لوگ گولیاں داغتے ہوئے گھر سے باہر نکلے ــــ اور پھر پتہ ہے کیا ہوا۔ ہم صرف پانچ آدمی زندہ بچے۔ باقی مارے گئے، پھر بے چارے بیلورشی بھی مارے گئے۔ صرف چار جان بچا کر نکل سکے۔ چار تو زندہ بچے۔ اگر ہم نے ہیر ہینکو کی بات مان لی ہوتی تو ہم سب کے سب مارے جاتے اور جرمنوں کا مقصد پورا ہو جاتا وہ ہمیں گولیوں سے اڑا کر ہماری لاشیں کسی گڑھے میں ڈال دیتے۔"

جولیا اب بھی ایک لفظ نہ بولی۔

"چلو چلیں۔" ایوان نے کہا۔ مگر جولیا جوں کی توں خاموش و ساکت بیٹھی رہی۔

ایوان کا پیمانہ، صبر اب لبریز ہو چکا تھا۔ وہ جولیا کے سامنے آ کر کھڑا ہوا اور سوال کیا:

"چلتی ہو یا نہیں؟"

"نہیں۔ ایوان نہیں۔"

"اچھا جیسی تمہاری مرضی۔ مرنا چاہتی ہو تو مرو۔ لیکن میری جیکٹ اُتار دو۔" جولیا نے آہستہ سے جیکٹ اُتار کر پتھر پر رکھ دی اور اپنے جوتے اتار کر ایوان کی طرف سرکا دیے۔ ایوان نے ان کو واپس جولیا کی طرف سرکا دیا اور بولا: ان کو اپنے ہی پاس رکھو۔" اُس نے جیکٹ اُٹھا کر اپنے کندھوں پہ ڈال لی۔ اس کا جسم ایک دم گرم ہو گیا۔ اُسے محسوس ہوا کہ جو رشتہ ان دونوں کے درمیان قائم ہوا تھا وہ ٹوٹ چکا۔ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ ایک کمزور عورت

کے ساتھ ایسا بھیانک سلوک نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن اُسے لڑکی کے اس منحوس پنے پر سخت غصہ آرہا تھا۔ اُسے لگ رہا تھا جیسے اُس نے اسے دھوکا دیا ہو اور نہ جانے کیوں اس کا جی چاہ رہا تھا کہ اُسے سخت سزا دے۔ اُس نے دل ہی دل میں لڑکی کو سخت سست کہا۔ مگر پھر سوچنے لگا کہ اسے یہاں اس حالت میں چھوڑ کر آگے بڑھ جانا مشکل ہوگا۔ وہ اپنے اس احساس کو غصے کے پردے میں چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔ چند قدم آگے بڑھ کر اس نے جولیا کی طرف مڑ کر کہا:

"اچھا خدا حافظ۔"

"خدا حافظ" لڑکی نے جواب دیا۔ جس لہجے میں اُس نے خدا حافظ کہا تھا۔ اور جس انداز سے وہ پتھر پر بیٹھی ہوئی تھی اس سے اس کی مکمل لاتعلقی مترشح تھی۔

اب الوان کو اپنی ایک روز قبل کی ملاقات یاد آئی — اُسے درختوں میں دیکھ کر لڑکی کی آنکھیں کس طرح جگمگا گئی تھیں اور کس طرح وہ جرمنوں کے قرب کے باوجود اس قدر احمقانہ بہادری کا ثبوت دے رہی تھی! یہ سب سوچ کر وہ مضطرب ہوگیا۔ اس اضطراب میں رحم یا ہمدردی کا جذبہ نہ تھا۔ یہ کوئی اور چیز تھی — لڑکی کو اس طرح بے یار و مددگار چھوڑنے پر اس کے دل نے اُسے ملامت کی۔ حالانکہ اپنے آپ کو ملامت کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ لڑکی اُس کی ذمہ داری نہ تھی۔ نہ وہ کسی طرح سے اس کا ممنونِ احسان تھا۔

ان متضاد جذبات سے چھٹکارا پانے کے لئے الوان زور سے بڑبڑایا —

"نہیں نہیں، یہ بات ٹھیک نہیں۔" اسے شروع ہی سے معلوم تھا کہ تنہا فرار ہونا زیادہ آسان رہے گا۔ اُسے اس لڑکی کو اپنے ساتھ لینا ہی نہ چاہیے تھا۔ اب وہ ایک گرم جیکٹ

اور ایک ڈبل روٹی کا بلا شرکت غیرے مالک تھا۔ اگر وہ روزانہ نسنو گرام بھی کھائے تو یہ روٹی کافی دن چل جائے گی ــــ تن تنہا وہ ہر دقّت کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ پہاڑوں کو عبور کر کے ٹریسٹ پہنچ سکتا ہے اور وہاں پہنچ کر وہ ٹریسٹ کے گوریلا دستوں میں شامل ہو سکتا ہے۔ لڑکی کو ساتھ رکھ کر یہ سب ممکن نہ ہو سکے گا۔ پھر اُسے ساتھ رکھنے سے کیا فائدہ؟ وہ اُس کی ہے ہی کون؟۔

لڑکی کے خیال کو بھُلانے کے لئے وہ تیزی سے چڑھائی پر روانہ ہو گیا۔ اور اس بات کو فراموش کرنے کی کوشش کہ وہ نشیب میں بے یار و مددگار اور لاچار اکیلی بیٹھی رہ گئی ہے۔ بلکہ اُس کے متضاد خیالات اب ناقابلِ برداشت ہو گئے۔ اُس کے وجود کی گہرائیوں میں چھپی ہوئی کوئی چیز ایک مختلف منطق کے سہارے زندہ تھی۔ اُس کے پیروں کی رفتار آپ سے آپ دھیمی پڑنے لگی۔ اُس نے ایک بار پیچھے مڑ کر دیکھا پھر دوسری بار جولیا محض ایک دھبّے کی مانند نظر آئی۔ یقینی موت کے سامنے اس کی اس تسلیم و رضا اور اُس کی بے چارگی نے اچانک ایوان کو اپنا فیصلہ تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا۔ وہ واپس مڑا اور کسی اندرونی تحریک سے بے بس ہو کر نشیب کی جانب دوڑنے لگا۔ جولیا نے اُس کی آہٹ سنی اور خوف زدہ نظروں سے اُسے دیکھنے لگی۔

"ایوان؟"

"ہاں! میں ہوں۔"

"کیوں لوٹ آئے؟"

"مجھے اپنے جوتے دو۔"

فرمانبرداری کے ساتھ جولیا نے اپنے پاؤں جوتوں میں سے نکال لئے اور جوتے

ایوان کی طرف کھسکا دیے۔ ایوان نے جلدی سے ان کو اپنے پیروں میں ٹھونس لیا
جولیا کے پیروں کی گرمی ان میں موجود تھی۔ ایوان نے اپنی جیکٹ اُتاری اور جولیا کو
دیتے ہوئے بولا ـــــ "لو پہنو"۔

جولیا پتھر پر بیٹھے بیٹھے جیکٹ پہننے لگی۔ ایوان نے آستین پہننے میں
اس کی مدد کی اور پھر اس کی کہنی تھام کر بولا: "ادھر آؤ"۔

وہ ہٹیلے انداز میں کہنی چھڑا کر الگ کھڑی ہو گئی اور جھکی ہوئی پلکوں
کے نیچے سے ایوان کو اُلجھن سے دیکھنے لگی۔

"ادھر آؤ"۔ ایوان نے دوبارہ کہا۔

"نہیں"۔

"نہیں کی بچی" ـــــ اُس نے جھپٹ کر لڑکی کو گود میں اُٹھا کر اپنے کندھے
پر لاد لیا۔ جولیا ننھی سی چڑیا کی طرح پھڑپھڑانے لگی اور ایوان کے گھونسے مارنے
لگی۔ اس نے کچھ کہا جو ایوان کی سمجھ میں نہ آیا۔ اب ایوان نے اسے اپنی پشت پر لاد لیا،
اور اُس کے گھٹنے مضبوطی سے پکڑ لیے۔ یکایک جولیا نے مچلنا بند کر دیا اور اپنی باہیں
ایوان کی گردن میں جکڑ دیں۔ ایوان نے اپنے رُخسار پر اس کی گرم سانس محسوس کی۔
پھر ایک جلتا ہوا آنسو اس کی گردن پر سے پھسل کر اس کے کالر میں جذب ہو گیا۔

"اچھا۔ اچھا ـــــ بس ہو چکا"۔ ایوان نے قدرے درشتی سے کہا۔

لڑکی بالکل ڈھیلی پڑ کر ایوان کی چوڑی چکلی پیٹھ سے چمٹ گئی۔ ایوان بھی
تھکن یا آندھی کی شدت کی وجہ سے نہیں بلکہ کسی انجانے، مدھم، پُرشکوہ اور لاچار
جذبے کے تحت جو اس کی روح کی اتھاہ گہرائیوں میں سے اُمڈ آیا تھا، ہانپ رہا تھا۔

لڑکی کو ایسے حالات میں تنہا چھوڑ جانے کے اپنے سابقہ فیصلے کی یاد نے اُسے متوحّش کر دیا۔ وہ تیزی سے چڑھائی چڑھنے لگا۔ اُس کے چوبی جوتے شور کرتے رہے۔

(۱۳)

اب کھردرے پتھروں پر برف کے منجمد گالوں کی دبیز تہہ چڑھ چکی تھی۔ ایوان کے چوبی جوتے اِن پر بار بار پھسل رہے تھے۔ اس خیال سے کہ وہ لڑکی سمیت گر نہ پڑے، وہ اب برف پر پھسلنے والے کھلاڑیوں کی طرح ترچھا ترچھا چلنے لگا۔ لیکن جلد ہی اس کی طاقت جواب دینے لگی۔ اس کے پھیپھڑوں کو ہوا کی سخت ضرورت تھی۔ گو مشقت سے اس کے جسم میں کافی گرمی آگئی تھی اور کوہستانی سرد ہوا نے اُس پر اثر نہیں کیا تھا مگر اس کے سینے میں ایک آگ سی لگ رہی تھی اور ایسا لگ رہا تھا کہ اس کے پھیپھڑے پھٹ کر رہ جائیں گے۔

غالباً وہ درّے کے قریب پہنچ چکے تھے۔ زمین ہموار ہوتی جا رہی تھی۔ پگڈنڈی بھی سیدھی ہو چکی تھی اور دائیں طرف ایک بھورا سا ہیولا، جو شاید دوسرا پہاڑ تھا، صاف نظر آ رہا تھا۔ ہوا کا جھکّڑ اب بھی اُسی تندی سے چل رہا تھا۔ کہرا بڑھتا جا رہا تھا۔ سردی کی شدّت دونوں مسافروں کے ہاتھ اور گھٹنے چھیلے دے رہی تھی۔ غنیمت تھا کہ برف خشک اور سخت ہو چکی تھی ورنہ نرم برف ان کے کپڑوں سے چپک گئی ہوتی۔

دم لینے کے لئے اب ذرا رک جانا چاہیے۔ ایوان نے سوچا۔ مگر وہ یہ بھی جانتا تھا

کہ اگر کہیں وہ بیٹھ گیا تو پھر دوبارہ نہ اُٹھ سکے گا۔ اس لئے اُس نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور ایک گھنٹے تک اُس نے اپنا سفر مسلسل جاری رکھا۔ جولیا اسی طرح اس کی پیٹھ سے چپکی رہی ـــــ ایوان جولیا کی ہر جنبش محسوس کر رہا تھا۔ عجیب بات یہ تھی کہ اس قدر شدید تکان، حالیہ جھگڑے اور اپنی خفگی کے باوجود ایوان مسرور تھا۔ کاش اس میں اتنی طاقت ہوتی کہ وہ اپنی پیٹھ پر چپکی ہوئی اس لڑکی کو اٹھائے اُٹھائے بہت دور تک جا سکتا۔

اب اس کی ٹانگیں جواب دینے لگی تھیں۔ اُسے خدشہ تھا کہ وہ کہیں لڑکھڑا کر گر نہ پڑے۔ عین اس وقت برفانی نیم تاریکی میں اُسے ایک مہیب سیاہ چٹان سامنے کھڑی نظر آئی۔ ایوان پگڈنڈی سے مڑ کر اس کی طرف بڑھا۔ جولیا نے اپنے گال اس کی گردن سے چپکا رکھے تھے۔ قریب پہنچ کر ایوان نے لڑکی کو چٹان کے سہارے کھڑا کر دیا، اور اس کے ہاتھ اپنی ٹھوڑی کے نیچے سے نکال دیئے۔ لڑکی اپنے پیروں پر کھڑی تھی اُس کو اپنی پیٹھ پر سے اُتارنے کے بعد ایوان کو اندازہ ہوا کہ وہ کتنی بھاری تھی۔ اُس نے مڑ کر لڑکی کو غور سے دیکھا اور بولا:

"کیا حال ہے محترمہ؟ جم گئیں ـــــ بالکل؟"

"نہیں تو۔"

"پاؤں؟"

"ہاں پاؤں بہت ٹھنڈے ہیں۔ بالکل سُن ہو گئے ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے ہیں ہی نہیں۔"

وہ کافی دیر سے غیر معمولی طور پر خاموش رہی تھی اور خود کو مجرم سا محسوس کر رہی

تھی۔ ایوان نے اُس کے اِس احساس کا اندازہ لگا لیا تھا اور اس کی تسلّی کرنا چاہتا تھا مگر سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کرے۔ الفاظ نہیں سوجھ رہے تھے۔ لہٰذا وہ اسی طرح چپ رہا۔ اس نے لڑکی کے پیروں کو چھوا جو برف کی طرح سرد تھے۔ اس کی اپنی انگلیوں سے بھی زیادہ یخ بستہ۔ ایوان کے ہاتھوں کا لمس محسوس کر کے لڑکی آہستہ سے کراہی اور پیر اوپر کھینچ لئے۔

"مت کرو۔ تم یہ نہیں کر سکتے ــــــ"

ظاہر تھا کہ وہ ایوان کا مطلب نہیں سمجھ پائی۔ چنانچہ ایوان نے اُسے چٹان پر زیادہ آرام سے بٹھا کر تھوڑی سی برف مٹھی میں اُٹھائی ــــ "لاؤ تھوڑی سی برف رگڑ دوں"۔

"نہیں ــــــ نہیں"۔ جولیا چلّائی۔

"پھر وہی نہیں۔ نہیں ــــ"

جس طرح نعل بند گھوڑے کی ٹانگ مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے بالکل اُسی طرح ایوان نے لڑکی کا ایک پاؤں اپنے گھٹنوں میں داب لیا اور اس کے تلوے پر برف رگڑنے لگا۔ جولیا کسمسائی، چلائی، کراہی۔ مگر وہ ہنستا رہا اور زور زور سے برف رگڑتا رہا۔

"گدگدی ہو رہی ہے؟"

"گدگدی نہیں۔ تکلیف ہوتی ہے"۔

"اچھا اب میں آہستہ آہستہ رگڑوں گا"۔ اس نے جولیا کے بچوں جیسے ننّھے منّے پاؤں بڑی احتیاط سے سہلائے۔ جولیا کراہتے کراہتے آخر چپکی ہو گئی۔

"اب کچھ چین پڑا؟" ایوان نے پوچھا۔

"ہاں۔ تکلیف بہت کم ہوگئی ـــــ شکریہ۔"

"کوئی بات نہیں۔" ایوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

جولیا نے اپنے پیر جیکٹ میں چھپا لئے۔ ایوان چٹان کا سہارا لے کر سانس ٹھیک کرنے لگا۔ سردی کی تیز لہر نے اُسے کپکپا کر رکھ دیا۔

"روٹی کھاؤ گی؟ ایوان نے جولیا سے پوچھا۔

"نہیں۔" لڑکی نے فوراً جواب دیا۔ جولیا کو روٹی نہیں۔ ایوان روٹی کھائے۔"

"نہیں؟ ـــــ اچھا اِسے آئندہ کے لئے بچائے رکھتے ہیں۔ چلو۔ اٹھو۔ اب چلیں۔"

جولیا مستعدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے اپنی باہنیں ایوان کی گردن میں حائل کر دیں اور اس سے لپٹ گئی۔ ایوان کے جسم میں ایک دم گرمی کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔

"ایوان! تم بڑے کمال کے آدمی ہو۔"

"میں بالکل کمال کا آدمی نہیں ہوں۔" ایوان نے کہا۔

جولیا ایوان کی پیٹھ پر سوار کافی آرام محسوس کر رہی تھی۔ وہ یہ سمجھنے لگی تھی کہ ایوان اُسے ناپسند نہیں کرتا۔ چنانچہ اس نے ذرا بے تکلفی سے کہا:

"روسو ـــ بہت اچھا۔ ایک دم بڑھیا!"

"ہاں۔ ہاں" ایوان نے بات کاٹی۔ وہ اپنے متعلق گفتگو کرنے کا عادی نہ تھا۔ اور جلد از جلد راستہ طے کرنا چاہتا تھا۔

"ایوان جولیا کو نہیں چھوڑے گا۔ ایوان جولیا کو ڈرانا چاہتا تھا؟"
وہ جھینپ کر ہنسا اور کھوکھلی خود اعتمادی کے ساتھ بولا! "ہرگز نہیں"۔
"میں بہت بھاری ہوں؟"
"نہیں بالکل نہیں۔ پَر کی طرح ہلکی"۔
"پَر ــــ؟ پَر کیا چیز؟"
"پَر ــــ مُنّا سا پَر"۔
"مُنّا سا؟"
"ہاں"۔
برف میں سے پگڈنڈی صاف نظر آرہی تھی۔ لڑکی کی سانسوں سے اُس کی گردن میں گدگدی سی ہو رہی تھی۔ اچانک لڑکی اپنی پتلی پتلی انگلیاں اس کے سینے پہ پھیرنے لگی اس غیر متوقع اظہارِ اُنس نے ایوان کو لرزا دیا۔
"تم مجھے اپنی بولی سکھلا دو گے؟"
"بیلوروسی؟"
"ہاں"۔
وہ ہنس پڑا۔ اس سے زیادہ بے موقع اور بے محل فرمائش اور کیا ہو سکتی تھی!
"ضرور۔ بس ذرا ٹریسٹ تک پہنچ جائیں۔ پھر تمھارا سبق شروع ہو جائے گا"۔
ٹریسٹ پہنچنے کے خیال ہی نے ایوان کو خاصا مسرور کر دیا۔ اگر وہ سچ مچ اپنی منزلِ مقصود پہ پہنچ گئے تو پھر کبھی جُدا نہ ہوں گے۔ دونوں ایک ہی گوریلا دستے میں شامل ہو کر شانہ بہ شانہ لڑیں گے۔ ایک اجنبی ملک میں اپنے محبوب کا ساتھ کتنی اہم

چیز ہے۔ دو دن اس لڑکی کے ساتھ گزار کر اب ایوان کو احساس ہوا تھا کہ جنگ کے دوران وہ کس قدر تنہا رہا تھا۔ ساتھی فوجیوں کا ساتھ اور دوستی بالکل دوسری چیز ہے۔ یہ لڑکی جو پیار اُسے دے رہی تھی اس میں بہن کی محبت اور ماں کی شفقت کی جھلک بھی شامل تھی۔ بہر حال اس پیار کی توضیح کے لئے الفاظ کی ضرورت نہ تھی۔ جولیا کا قرب ایوان کو ایک خاموش احساسِ نشاط سے آشنا کر رہا تھا۔

وہ درّے پر پہنچ گئے۔ راستہ دونوں چوٹیوں کے درمیان بل کھا کر نشیب کی طرف جا رہا تھا۔ برف باری جاری تھی۔

"درّہ؟ جولیا چڑیا کی طرح ایوان کی پشت پر پھڑ پھڑائی۔

"ہاں۔ درّہ۔"

"شکریہ۔ جنابِ مریم۔"

"تم تو ہمت ہی ہار بیٹھی تھیں۔ اب دیکھو میدان مار لیا کہ نہیں!"

ایوان ذرا کی ذرا رُکا اور چاہا کہ جولیا کو اپنی پشت پر اس طرح لادے کہ اُسے اور زیادہ آرام مل سکے مگر وہ کسمساتے لگی۔

"جولیا کود جائے گی۔ شکریہ۔"

ایوان نے جولیا کی ٹانگوں کو اُسی طرح اپنے ہاتھوں کی مضبوط گرفت میں رکھا۔ جولیا نے بھی گر پڑنے کے ڈر سے اپنے بازو ایوان کی گردن میں ڈال دیے اور اپنا گال اُس کے سرد کندھوں پر رکھ دیا اور ہنستے ہوئے اس کے رخساروں پر انگلیاں پھیرنے لگی۔ ایوان نے کئی دن سے خط نہیں بنوایا تھا۔

"ایوان کا چہرہ بالکل جھاڑ جھنکار۔"

"ہاں۔ اب ٹریسٹ پہنچ کر ہی ڈاڑھی بنواؤں گا"

"ٹریسٹ ــــ ٹریسٹ۔ ٹریسٹ میں حمایتی فوج ــــ ایوان اور جولیا ــــ جرمنوں پر ٹھائیں ٹھائیں۔ حرامزادے فاشسٹ ــــ"

وہ ہلکے سے تبسّم کے ساتھ جولیا کی چہچہاہٹ سنتا گیا۔ اُتار نسبتاً آسان تھا۔ گو جوتے پھسل رہے تھے اور گھٹنے دُکھ رہے تھے مگر اب سانس لینا سہل ہو گیا تھا۔ مگر ہر قدم پر لڑھک جانے کا خطرہ تھا۔ ایوان تاریکی کے باوجود احتیاط سے تیز تیز قدم اُٹھاتا نیچے اُترنے لگا۔

ہوا کا زور کم ہو چلا تھا۔ سردی بھی اتنی شدید نہ رہی تھی۔ لیکن انھیں یہ معلوم نہ تھا کہ پگڈنڈی کس طرف جا رہی ہے اور اس کے اختتام پر کیا ہونے والا ہے۔ کچھ دیر بعد ہوا بالکل تھم گئی۔ برف باری بھی رُک گئی۔ پگڈنڈی خطرناک پیچ و خم کھاتی بلند برف پوش چٹانوں کے درمیان سے گزر رہی تھی۔ جولیا چہکتے چہکتے خاموش ہو گئی۔ ایک آدھ بار ایوان نے اُسے مخاطب بھی کیا مگر کوئی جواب نہ ملا۔ وہ سو چکی تھی۔ سوتے میں اس کی جیکٹ کے بٹن کھل گئے تھے اور اس کا گرم جسم ایوان کے کندھے سے چمٹا ہوا تھا۔ ایوان کے جوتوں میں ایک سنگ ریزہ گھس گیا۔ جولیا جاگ نہ جائے اِس ڈر سے اُس نے بغیر جھکے سنگ ریزے کو نکالنا چاہا مگر وہ کم بخت اُسی طرح تنگ کرتا رہا۔ اُس کی وجہ سے چلنا دو بھر ہو گیا۔ لیکن وہ لڑکی کو جگانا نہ چاہتا تھا اس لئے افتاں و خیزاں چلتا ہی رہا۔ اب اُس پر بھی غنودگی طاری ہونے لگی تھی۔ اُسے پتا نہیں تھا کہ وہ کدھر جا رہا ہے اور اپنی پیٹھ پر کسے لادے لئے جا رہا ہے۔ لیکن چند سیکنڈ بعد اُسے ہوش آ گیا۔ پوری طرح جاگ کر اُس نے جولیا کی گرم سانسیں محسوس کیں اور اطمینان کا سانس لیا۔ برف پگھل

رہی تھی نشیب سے آتی ہوئی مرطوب ہوا میں صنوبر کے درختوں کی مہک رچی ہوئی تھی۔ بہت دور سے کسی آبشار کی آواز آ رہی تھی۔

صبح ہوتے ہوتے وہ ایک سرسبز ڈھلوان پر پہنچ گیا۔ برف کے دھبے غائب ہو چکے تھے۔ ہوا تھم چکی تھی۔ بھیگا بھیگا دھندلکا وادی میں تیرتا اوپر آ رہا تھا اور اُسی کے ساتھ گھاس جنگلی پھولوں اور صنوبر کے درختوں کی خوشبو ___ کٹھن گھڑیاں بالآخر گزر چکیں۔ ایوان نے سوچا۔

پگڈنڈی غائب ہو چکی تھی۔ ایوان نے اس کو تلاش کرنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ اب اُس کے قدموں کے نیچے دبیز گھاس سرسرا رہی تھی اور پھولوں کی ٹہنیاں پنڈلیوں سے ٹکرا رہی تھیں۔ جولیا پُرسکون نیند سو رہی تھی۔ جگائے بغیر ایوان نے آہستہ سے جُھک کر اُسے گھاس پر لٹا دیا اور خود کروٹ کے بل آہستہ سے لیٹ گیا۔

جولیا اُسی طرح بے سُدھ سوتی رہی۔

(۱۴)

اس بار ایوان کو بھیانک خوابوں نے پریشان نہیں کیا وہ کئی گھنٹے تک آرام کی نیند سوتا رہا۔ پھر ہذیان، حقیقت اور اوہام سب گڈمڈ ہو کر اُس کے حواس پر چھا گئے۔

پچیس سال کے سن میں نوعمری کا دور تیزی سے ختم ہو جاتا ہے۔ اگر اس وقت انسانی زندگی کی سیدھی سادی مسرتوں کا تجربہ نہ کر لیا گیا تو وہ مسرتیں دوبارہ لوٹ

آتیں بھی نہیں۔ اسی وجہ سے انسان اس سے بہتر قسمت کے مستحق ہیں جو ایوان ترلیشکا کی منتظر تھی۔ گو خود ایوان مسرت کا متلاشی کبھی نہیں رہا۔ گھر پر اُسے اپنی زندگی بسر کرنے اور اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی فکریں لاحق تھیں۔ اور میدانِ جنگ میں ظاہر ہے، اُسے اِن سے زیادہ اہم چیزوں کی فکر کرنی پڑی۔ عشق و محبت کرنے کی فرصت ہی کسے تھی؟ اکثر نوجوانوں کی طرح وہ بھی لڑکوں اور لڑکیوں کے باہمی تعلقات کے بارے میں خاصا شکّی تھا۔

دو سال پہلے ایوان اور اس کا کپتنی کمانڈر سینیر لفٹیننٹ گلیبوف شمالی محاذ پر اکٹھے زخمی ہوئے۔ اس وقت ایوان اپنے کپتنی کمانڈر کا اردلی تھا۔ رجمنٹ کمانڈر نے ایک کانفرنس بلائی تھی۔ اس میں شرکت کے لئے جاتے ہوئے وہ اور کمانڈر گلیبوف ایک جنگل میں سے گزر رہے تھے۔ اُس وقت وہ دونوں گھائل ہو گئے۔ ایوان کے کندھے میں گولی لگی تھی مگر وہ اپنے افسر کو پیٹھ پر لاد کر دشمن کی گولہ باری کی زد سے باہر نکال لایا تھا۔ ایوان کا زخم زیادہ گہرا نہ تھا، لیکن گلیبوف کی حالت تشویشناک تھی۔ زیادہ خون نکل جانے کی وجہ سے اُس کا چہرہ سُت گیا تھا۔ ایوان نے کہا کہ فیلڈ ہسپتال کے بجائے گلیبوف کو محاذ کے عقبی ہسپتال میں بھیج دیا جائے۔ اردلی کو اپنے کمانڈر کی پریشانی کی وجہ معلوم تھی مگر گلیبوف، اینی یوتا کو دُکھی نہ کرنا چاہتا۔ اینی یوتا بڑی بڑی آنکھوں والی دُبلی پتلی لڑکی تھی جو میڈیکل اردلی سے ترقی کر کے فیلڈ ہسپتال کی نرس بنا دی گئی تھی۔ کپتنی میں سب جانتے تھے کہ گلیبوف اور اینی یوتا ایک دوسرے کو کتنا چاہتے ہیں۔ اسی وجہ سے گلیبوف نے اینی یوتا کا تبادلہ فیلڈ ہسپتال میں کروا لیا تھا۔ جو محاذ کے خندقی ہسپتالوں کے مقابلے میں کم خطرناک جگہ تھی۔ کپتنی کے سب ہی

سپاہی اینی یوتا کو پسند کرتے تھے۔ انھیں اپنے کمانڈر سے محبت تھی اور وہ کمانڈر کی محبت کی بھی توقیر کرتے تھے۔ اردلی ایوان تو اینی یوتا کو اپنی چھوٹی بہن سمجھنے لگا تھا یا شاید اس سے بھی زیادہ لیکن ہوا یہ کہ گلیبوف کو فیلڈ ہسپتال ہی جانا پڑا۔ ایوان کو یقین نہ تھا کہ اس کا افسر مرکزی ہسپتال تک زندہ پہنچ سکے گا اس لئے وہ اسے سیدھا فیلڈ ہسپتال لے گیا۔ راستے میں گلیبوف پر غفلت طاری ہونے لگی تھی۔ کبھی کبھی ہذیانی کیفیت میں وہ اول فول بکنے لگتا۔ فیلڈ ہسپتال کے خیمے کے سامنے اینی یوتا ایک چیخ مار کر اُن کی طرف دوڑی۔ بے چارہ گلیبوف اُسے اور ایوان کو پہچان بھی نہ سکا۔

ایوان کو وہ شام کبھی نہ بھولے گی۔ دھندلے تاروں بھرا آسمان، صنوبر کے رنجیدہ درخت، دھوئیں کی بو، وارڈ کے اندر مدھم آوازیں۔ اینی یوتا کا ناقابل برداشت الم ــــ اینی یوتا کو آپریشن والے خیمے میں جانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ وہ بھیڑ کی کھال کا کوٹ کندھوں پر ڈالے خیمے کے باہر کھڑی روتی رہی۔ ایوان بھی اپنی تکلیف بھول کر خیمے کے دروازے کے پاس بیٹھا آنے جانے والی نرسوں سے کمانڈر کی حالت کے متعلق تفصیلات سنتا رہا۔ آپریشن بڑا طویل اور مشکل تھا۔ کمانڈر کے جسم میں خون اور نمکین پانی داخل کیا جا رہا تھا۔ ایوان نے اینی یوتا کو دلاسہ دینے کی کوشش نہیں کی۔ وہ خود ہی بیحد مضطرب اور پریشان تھا۔ وہ خاموش بیٹھا سگرٹ پر سگرٹ پیتا رہا۔

سرجن زخموں کو سی بھی نہ پائے تھے کہ آپریشن ٹیبل پر ہی گلیبوف نے دم توڑ دیا اس اچانک صدمے نے ایوان کی روح کو کچل کے رکھ دیا۔ اینی یوتا کے سوگ نے ایوان کے غم میں اور اضافہ کر دیا۔ اینی یوتا کئی دن تک ڈیوٹی پہ نہ آئی۔ اس کی غیر حاضری پر کسی نے اعتراض بھی نہیں کیا۔ خیموں کے اندر سفری بستروں پر لیٹے زخمیوں نے اپنی

یوتا کے رنج والم کو احترام اور قدر کی نظروں سے دیکھا اور تب ہی ایوان پر انکشاف ہوا کہ اُسے اس لڑکی سے بے حد گہرا لگاؤ پیدا ہو گیا ہے۔

جاڑوں کی طویل شاموں میں فیلڈ ہسپتال میں پڑے پڑے وہ ہنسنا، مذاق کرنا، سب بھول چکا تھا۔ وہ کچی تمباکو والے سگرٹ پھونکتا رہتا اور تیل کے چوبی ڈرم سے بنی ہوئی انگیٹھی کو جسے میڈیکل اردلی احمد شین ہمہ وقت دہکائے رکھتا گھورا کرتا۔ گلیبوف کی موت کے بعد اُس نے اپنی یوتا سے بات نہیں کی مگر وہ دونوں الفاظ کے بغیر ایک دوسرے کی دلی کیفیت کو اچھی طرح سمجھ رہے تھے۔ چند روز کے بعد اپنی یوتا ڈیوٹی پر آنے لگی مگر وہ اپنی شگفتگی کھو چکی تھی اور اپنی عمر سے کہیں زیادہ سنجیدہ اور سخت گیر بن گئی تھی۔ مشترکہ دکھ اور رنج نے ایوان اور اپنی یوتا کو ایک دوسرے سے بہت قریب کر دیا۔ اس المیے کے متعلق ایک لفظ کہے بغیر ایوان خاموشی سے وارڈ کے کاموں میں اپنی یوتا کا ہاتھ بٹاتا۔ اس خاموشی کے لئے اپنی یوتا ایوان کی ممنون تھی۔

ایوان کے زخم بھرنے لگے۔ اُسے اپنا ہاتھ گل پٹی میں ڈال کر باہر جانے کی اجازت مل گئی۔ وہ اور احمد شین ایک روز جنگل کے کنارے ایک تباہ شدہ گاؤں میں جا پہنچے۔ پچھلے سال کی پسپائی کے موقع پر جرمن فوجیں اپنے سپاہیوں کا ایک وسیع و عریض قبرستان اس علاقے میں چھوڑ گئی تھیں۔ لگ بھگ پچاس ایکڑ زمین پر سینکڑوں ہزاروں سیاہ صلیبیں قطار اندر قطار کھڑی تھیں۔ جس سمت سے بھی دیکھو صلیبوں کی قطاریں سیدھی اور ایک دوسرے کے متوازی نظر آتی تھیں۔ قبرستان کیا، اچھا خاصا پریڈ کا میدان تھا۔ صلیبوں پر لگی ہوئی تختیوں سے پتا چلتا تھا کہ مدفون نوجوان مختلف مقامات کے باشندے تھے اور مختلف سنوں میں پیدا ہوئے تھے مگر سب کے سب ایک

ساتھ، ایک ہی وقت میں ایک ہی جگہ کھیت رہے۔

کافی رات گئے اپنی یوتا اپنی ڈیوٹی ختم کرتی اور اس کے بعد ایوان کے اسٹریچر پر بیٹھ کر اس کے ساتھ انگیٹھی کے شعلوں کو تکتی رہتی۔ ایسے موقع پر کوئی نہ کوئی زخمی سپاہی جنگ کا کوئی ولولہ انگیز قصہ سنانا شروع کر دیتا جنگ سے پہلے کے خوشگوار زمانے کا کوئی تذکرہ چھیڑ دیتا۔ ایسے تذکرے ایوان اور اپنی یوتا کا دل بڑھاتے۔

کچھ دنوں میں بہت سے زخمی ٹھیک ہو کر اپنی اپنی یونٹ کو واپس چلے گئے۔ باقی لوگوں کو عقب کے بڑے ہسپتال بھیج دیا گیا۔ اور ایک دن وارڈ کا پُرسکون ماحول ایک اچانک تبدیلی کی وجہ سے درہم برہم ہو گیا۔

رات کے کھانے کے بعد ایوان اپنے جھوٹے برتن باورچی خانے کی طرف لے جا رہا تھا کہ خیمے کے دروازے پر چند آوازیں سنائی دیں اور دو وارڈ بلی بکری کی کھال کے کوٹ سے ڈھکے ایک زخمی کا اسٹریچر اندر لائے۔ یہ زخمی محاذ پر لڑنے والے بکتر بند دستے کا ایک نوجوان میجر تھا۔ اسے ایک آرام دہ بستر پر لٹا دیا گیا اور میڈیکل بٹالین کے کومیسار نے اس کی تیمارداری شروع کر دی۔ ایوان نے تعجب سے سوچا کہ اس زخمی افسر کے ساتھ یہ خصوصی برتاؤ نہ جانے کیوں کیا جا رہا ہے۔ جب برتن واپس کر کے وہ وارڈ میں واپس آیا اس وقت میجر بستر پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنا کوٹ اُتار دیا تھا۔ ایوان نے دیکھا کہ اس کی وردی پر رنگ برنگے فیتوں والے پانچ تمغے جگمگا رہے تھے۔ وارڈ کے دوسرے زخمی باتیں کرتے کرتے رُک کر اس افسر کو دیکھنے لگے۔ میجر ایک خوش مزاج اور ملنسار شخص ثابت ہوا۔ اُس کی دونوں ٹانگیں معمولی طور پر زخمی ہوئی تھیں۔ وہ بہت جلد ساتھی مریضوں اور اسٹاف کے لوگوں

سے گھل مل گیا، نرسوں سے دوستی کرلی اور ہر شخص کے ساتھ بڑی خوش مزاجی اور خلوص سے پیش آیا۔ دو ایک روز بعد اس کی یونٹ کے لوگ اس کی عیادت کو آنے لگے ان میں عام سپاہی اور بڑے عہدے والے افسر، سب ہی طرح کے لوگ شامل تھے۔ اپنی خوش خلقی اور ملنساری کے باوجود۔ میجر نے خواہش ظاہر کی کہ جس گوشے میں اس کا بستر ہے اُس پر پردہ لگا دیا جائے۔ دوسروں کو اس کی اس فرمائش پر کوئی تعجب نہیں ہوا اس لئے کہ بہر حال وہ افسر تھا اور عام سپاہیوں سے علیحدگی کی اُس کی یہ خواہش بے جا یا قابلِ اعتراض نہ تھی حالانکہ فیلڈ ہسپتالوں میں اس طرح کے خصوصی انتظام نہیں کئے جاتے تھے پھر بھی میجر کی خواہش کے مطابق ایک گوشے میں چوبی تختوں کا پلنگ بچھا کر اُس کے گرد اگرد چادریں تان دی گئیں۔ اس کے بعد وارڈ کی تاریخ کے دلچسپ ترین واقعات ان چادروں کے پیچھے ظہور پذیر ہوئے۔

الیوان نے محسوس کیا کہ اپنی یوتا کی شگفتگی واپس آگئی ہے۔ وہ کسی نہ کسی بہانے سے بار بار میجر کے پاس آتی جاتی۔ میجر بھی اس خوش مزاج اور نوجوان نرس میں دلچسپی لیتا ایک رات وہ معمول سے زیادہ دیر تک میجر کے پاس بیٹھی رہی۔ میجر کسی ناچ گھر کا تذکرہ کر رہا تھا اور اپنی یوتا بڑی دلچسپی سے اس کی باتیں سننے میں منہمک تھی۔ اس رات اُسے میڈیکل افسر کو اپنی رپورٹ دینے میں بھی دیر ہوگئی جس پر اس کو تنبیہ بھی کی گئی۔ اپنی یوتا روز بہ روز زیادہ بشاش ہوتی گئی۔ وہ خوش خوش زخمیوں کے بستروں کے چکر لگاتی اور ہنس ہنس کر اُن کی مزاج پرسی کرتی۔ ایک دفعہ تو وہ "ننھا نیلا رومال" کا گیت بھی لہک کر گانے لگی۔ اگر اُس وقت اس کی نظر الیوان پر نہ پڑی ہوتی تو شاید اپنی بے وفائی کی حد کا اُسے اندازہ تک نہ ہوتا۔ الیوان کی نگاہ ایک برچھی کی طرح اس کے دل میں اتر

گئی۔ وہ گاتے گاتے دفعتاً خاموش ہو گئی۔ پٹیوں کا بنڈل اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا۔ اُسے اُٹھائے بغیر وہ دوڑتی ہوئی وارڈ سے باہر نکل گئی۔ ایوان سوچتا رہا کہ اینی یوتا کی یہ تبدیلی نہ قابلِ یقین ہے ــــ اینی یوتا ہرجائی نہیں ہو سکتی۔ اس لڑکی سے گلیبوف کی مثالی محبت کی یاد ایوان کے دل کا ایک بیش بہا خزانہ تھی۔ ایک ایسا زخم تھا جو کبھی مندمل نہیں ہو سکتا۔ وہ گلیبوف کے المناک عشق کی خاطر خود دُکھ اُٹھانا چاہتا تھا۔ اُسے خود کبھی محبت نہیں ملی تھی اس لئے وہ ایک دوسرے انسان اور اس کی محبوبہ کی محبت کو اپنے دل میں زندہ رکھنا چاہتا تھا۔

ایوان نے محسوس کیا کہ اینی یوتا اُس سے نظریں چرانے لگی ہے۔ وہ اسی طرح میجر کے کونے کی طرف کھنچی چلی جاتی۔ ایوان اور زیادہ ملول رہنے لگا۔ اس کا وزن گھٹنے لگا۔ اس نے ہوا خوری کے لئے باہر جانا کم کر دیا۔

کئی دن گزر گئے۔

ایک صبح اینی یوتا میجر کے انجکشن لگا رہی تھی۔ پو ابھی ابھی پھٹی تھی اور محاذ کی طرف سے راکٹ مارٹر کے لپکتے ہوئے شعلے نظر آ رہے تھے۔ ایوان پردہ نشین میجر کی طرف کان لگائے ہوئے تھا۔ دفعتاً اُسے پردے کے پیچھے دو پرچھائیاں دکھلائی دیں، ــــ اینی یوتا خود کو میجر کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر خاموشی کے ساتھ ــــ چیخے چلائے بغیر۔ ایوان اُکتا کر بستر پر دراز ہو گیا۔ جب وارڈ میں صبح کے معمولات ختم ہو گئے تو اُس نے اپنا سامان اور کپڑے اکٹھا کئے اور کسی کو خدا حافظ کہے بغیر خیمے سے باہر نکل گیا شام تک وہ اپنی کمپنی واپس پہنچ چکا تھا۔

دوسرے روز کمپنی کا کوارٹر ماسٹر ایوان کے راشن کے کاغذات واپس لینے کے لئے

جب فیلڈ ہسپتال آیا تو اُس نے وارڈ کے مریضوں کو ایوان کے اس عجیب وغریب فرار کی تفصیل بتائی۔ مریض مسکرا کر چپ ہو گئے اور اس واقعے کو ہمیشہ کے لئے بھول گئے لیکن ایوان ایک اندھیری خندق میں تنہا بیٹھا بہت دیر تک اپنی لیونا کے بارے میں سوچتا رہا اس کی روح نہ جانے کس شدید اضطراب سے دوچار تھی۔ اس کے شانے کا زخم رفتہ رفتہ مندمل ہو گیا مگر ایک اور انسان کی محبوبہ کی اس انسان سے بے وفائی کا زخم کبھی نہ بھر سکا۔ ایوان نے طے کر لیا کہ سب لڑکیاں ناقابلِ اعتبار ہیں۔ اُسے نہیں چاہئیں۔

(۱۵)

حرارت کے احساس نے ایوان کو حقیقت سے ہم کنار کر دیا — حرارت نہیں شدید حدّت۔ دم گھونٹنے والی گرمی۔ اُسے ایسا لگا جیسے وہ تیل کے چوبی ڈرم والی انگیٹھی کے سامنے فیلڈ ہسپتال کے اسٹریچر پر پڑا ہے۔ اُس کا سر اس کی ٹانگیں اور اس کے کندھے سب گرمی سے پھنکے جا رہے ہیں، وہ گرم گرم پسینے سے شرابور ہو چکا ہے شدید پیاس لگ رہی ہے — وہ کہیں دور جا کر اس تپش سے پناہ لینا چاہتا ہے لیکن ایک خواب آور تھکی ہوئی غنودگی اُس پر غالب آ گئی۔ اُس کی آنکھیں بند ہو گئیں نیم خوابی کے اسی عالم میں وہ کافی دیر تک خندق میں لیٹا رہا۔ آخر کار وہ سپنا آہستہ آہستہ غائب ہو گیا۔

ایوان نے انگڑائی لے کر اپنی باہیں پھیلائیں اور گھاس پر بکھری سرد شبنم اچانک اپنے ہاتھوں پر محسوس کی۔ کوشش کر کے اُس نے اپنی آنکھیں وا کیں اور پہلی چیز جو اُسے

نظر آئی وہ ایک تیز سرخ پھول تھا جس نے بڑے اعتماد کے ساتھ اپنی چار پنکھڑیاں اُبھرتے ہوئے آسمان کی سمت واکر رکھی تھیں۔ آنسو کے قطرے کے مانند ایک شفاف قطرہ پھول کی ایک پنکھڑی پر جگمگا رہا تھا۔ نسیم سحری پھول کو دھیرے دھیرے ہلکورے دے رہی تھی۔ پھول سے کچھ دور ایک بھونرا بھنبھنا رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد بھونرے کی گنگناہٹ تھم گئی اور چاروں اور مکمل سناٹا چھا گیا۔ ایوان کو ایسے سناٹے کی عادت نہیں رہی تھی اس لئے اُسے ڈر سا لگنے لگا۔ اُس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کہاں ہے۔ نیند سے سرخ آنکھیں کھول کر اُس نے اُٹھنے کی کوشش کی اور گردوپیش کے دلفریب پرستانی منظر کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔

جگمگاتی تیز دھوپ میں پہاڑ کے سرسبز ڈھلان پر کوکنار کے سرخ پھول سکون کے ساتھ لہلہا رہے تھے۔ کوہستانی چراگاہ کے کنارے تک پھیلی ہوئی لاکھوں لال لال کلیاں ہوا میں نرمی سے لہرانے لگیں۔ ایوان نے دور، اُس سمت نگاہ ڈالی جدھر اُن کو جانا تھا۔ یکبارگی اس کی مسرت زائل ہوگئی۔ وادی کے اُس پار بھالو پہاڑ کا برفپوش سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا۔ یہ پہاڑ اُن پہاڑوں سے کہیں زیادہ اونچا تھا جنہیں عبور کر کے یہ دونوں اس جگہ پہنچے تھے۔

اب ایوان کی سمجھ میں آیا کہ سناٹا اس قدر خوفناک کیوں معلوم ہو رہا تھا۔ اس نے چاروں طرف نظر ڈالی۔ جولیا کی جیکٹ کوکنار کے پچکے ہوئے پھولوں پر ایک طرف پڑی ہوئی تھی۔ جولیا کہاں گئی؟ وہ فکرمند ہوگیا مگر خطرے کا فوری احساس یکایک زائل ہوگیا کیونکہ اس کا پستول اور ڈبل روٹی کا ٹکڑا گھاس پر رکھا تھا اور دھوپ سے بچانے کے لئے دونوں چیزوں کو جیکٹ کی آستین کے نیچے چھپا دیا گیا تھا۔ ایوان

نے کھڑے ہو کر متجسس نگاہوں سے ڈھلان کا جائزہ لیا۔ کہاں گئی جولیا؟ — کہیں اُس نے؟
ایک ناخوشگوار خیال ذہن میں کوندا۔ لیکن یقین کرنے کو جی نہ چاہا۔ وہ ایسا سوچنا نہ چاہتا
تھا — مگر واقعہ یہ تھا کہ وہ جولیا کو دیکھنا، اُس کا قرب محسوس کرنا اور اُسے اپنے پہلو میں رکھنا چاہتا
تھا۔ وہ اُسے بڑی شدّت سے چاہنے لگا تھا۔ ناکامیوں کے احساس سے کہیں زیادہ تلخ احساسِ
تنہائی نے اُسے اس بُری طرح اپنی گرفت میں لے لیا کہ اس کا سارا وجود زخمی سا ہو کر رہ گیا۔
اُس نے پستول اور ڈبل روٹی اٹھائی اور جیکٹ کو بغل میں داب کر تیزی سے
اُتار کی طرف دوڑنے لگا۔ شبنم آلود کلیاں اس کے زخموں سے ٹکرائیں۔ اُس نے پیچھے
مڑ کر اپنے جوتے تلاش کئے۔ مگر جوتے غائب تھے۔ اُس نے پھر تیزی سے چلنا شروع
کر دیا۔ اور کوکنار کے گھنے تختوں میں سے گزرتا کافی دور نکل گیا۔ شبنم آلود گھاس میں اُس کے
نقشِ پا بنتے چلے گئے — پھولوں کا سرخ سمندر چاروں طرف ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔
نم گھاس کے اوپر قدموں کے چند اور نشان پڑے ہوئے تھے جو ایک کھوہ کی طرف
جا رہے تھے۔ ایوان کے پاؤں اور پتلون کے پائنچے اوس سے بھیگ گئے۔ پھولوں کی تیز
خوشبو سے اُسے چکر سا آ گیا۔ بھوک کے مارے اس کا بُرا حال تھا۔ تکان اور کمزوری کی وجہ
سے اس کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ لیکن مسلسل بھوک اور ناتوانی کی اُسے عادت
پڑ چکی تھی۔ اس کے فولادی جسم کی قدرتی توانائی اور طاقت ہنوز باقی تھی۔ ابھی وہ کچھ اور صعوبتیں
جھیل لے جائے گا۔

دل میں اُٹھتے ہوئے وسوسوں اور خدشوں کو دبا کر اُس نے سدا بہار جنگلی گلاب کی
جھاڑیوں کا چکر کاٹا۔ اُس کی مٹھی کے برابر گلاب کے بڑے بڑے پھول شاخوں پر جھول
رہے تھے۔ اتنے میں اُسے ایک طرف سے آبشار کی آواز سنائی دی۔ جیسے جیسے وہ آگے بڑھتا

گیا آبشار کی آواز تیز ہوتی گئی۔ سیاہ پتھر کی ایک سرنگ پار کرنے کے بعد اُسے چٹانوں پر گرتا چمکیلا پانی دکھائی دے گیا۔ لطیف آبی غبار فضا میں منڈلا رہا تھا اور چٹان کی تاریکی کے بالمقابل ایک حسین دھنک نظر آرہی تھی۔ لیکن اتنا حسین اور دلکش نظارہ بھی ایوان کو متاثر نہ کر سکا۔ وہ متجسس نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ وہ اچانک زمین پر بیٹھ گیا۔ پچاس قدم کے فاصلے پر جولیا جھرنے کے نیچے کھڑی نہا رہی تھی۔ اس کی پشت ایوان کی طرف تھی۔

وہ جنگی قیدی کے لباس سے آزاد تھی اور فطرت سے ہم کنار، کیسی شرمیلی اور پُراسرار ہستی معلوم ہو رہی تھی! اپنے دُبلے پتلے نازک جسم کو بڑے احتیاط سے سنبھالے وہ جھرنے کے نیچے اطمینان سے کھڑی تھی۔ اس کے بھیگے نازک شانوں پر قوس قزح کے رنگ جگمگا رہے تھے۔ ایوان مسرت کے شرمیلے احساس کو ضبط نہ کر سکا اور گھاس پر لیٹ کر کروٹ بدل لی۔ نیلا آسمان اس کے اوپر پھیلا ہوا تھا اور دھرتی کی نشہ آور خوشبو اسے چکر ائے دے رہی تھی۔ کیف و نشاط کے جذبے سے سرشار ہو کر اُس نے نم گھاس پر باہیں پھیلائیں اور آہستہ سے مسکرا دیا۔

دل کے نہاں خانے میں خطرے کا احساس اُسی طرح سُلگتا رہا۔ سامنے والا پہاڑی سلسلہ ناقابلِ عبور معلوم ہو رہا تھا۔ واپس لوٹنے کی صورت میں موت ان کی گھات لگائے بیٹھی تھی۔ لیکن اس جانفزا گلستاں میں، اس ہستی کی معیت میں، جسے اُس نے کھو کر پایا تھا، ایوان کا دل کسی بچے کے دل کی طرح مسرور اور مطمئن تھا، جنگ کی اس طویل مدت میں اور قیدیوں کے کیمپ میں ایسا سکون اُسے کب میسّر آیا تھا! گھاس پر پڑے پڑے سکھ اور شانتی کے ان احساسات کو، اپنی بے تاب پیاس بجھانے کے لئے وہ شربت کی طرح پیتا رہا۔ ان احساسات کو سمجھنے کی اُس نے کوشش بھی نہ کی۔ شرافت اور حیا نے اسے کر جولیا کی طرف دوبارہ نظریں

اُٹھانے سے باز رکھا۔ پیٹ کے بل لیٹ کر غیر ارادی طور پر اس نے چند پھول توڑ کر ان کا ایک گلدستہ بنایا۔ ایک عجیب و غریب سکون کا عالم اُس پر چھا گیا۔ یکایک اس کو قدموں کی چاپ سنائی دی۔ جولیا دھاری دار جیکٹ پہنے اُس طرف بھاگی جا رہی تھی، جہاں انہوں نے رات بسر کی تھی۔ وہاں ایوان کو نہ پا کر جولیا پریشان ہو گئی وہ گھبرائی گھبرائی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھتی رہی۔ ایوان اس کی گھبراہٹ پر مسکرا دیا اور جیکٹ اُٹھا کر آہستہ آہستہ اس کی طرف چل پڑا۔ جولیا جنگلی گلاب کی ایک جھاڑی کی آڑ میں پریشان حال کھڑی تھی۔ اس کے سیاہ بال دھوپ میں جھلملا رہے تھے اور وہ بے حد خوف زدہ معلوم ہو رہی تھی۔ کچھ دیر کے بعد وہ اُتار کی سمت چلنے لگی۔ پھر تھوڑی دور جا کر پھر واپس پلٹ آئی۔ ایوان کو اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ چیخی۔

"ایوان!" خوف، اطمینان اور مسرت اس کی پکار میں جھلک اُٹھے اور وہ ایک مسرور چرند کی طرح باہیں پھیلائے، تالیاں بجاتی ہوئی اُس کی طرف دوڑ پڑی۔ ایوان اپنی جگہ ساکت و جامد کھڑا ہو گیا۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے یہ مسرور جھلملاتی شریر آنکھیں تمتماتے رُخسار اور اُلجھے بال اُس نے صدیوں سے نہیں دیکھے تھے۔ اُس کے سارے وجود نے پکارا کہ وہ بڑھ کر اُسے اپنی باہوں میں سمیٹ لے۔ مگر وہ ضبط کر گیا۔ جولیا کو کنار کے پھولوں کو روندتی کچلتی تیزی سے ایوان کے قریب آ کر اُس سے لپٹ گئی اور ایک شریر بوسہ اُس کے ہونٹوں پر ثبت کر دیا۔ ایوان اپنی سانس تک روکے رہا لیکن جولیا نے اپنی باہیں اس کے گلے میں حمائل کر دیں اور سر پیچھے ڈال کر زور کا قہقہہ لگایا اور بڑے پیار سے ایوان کے چہرے کو دیکھنے لگی جو اس کے سرد ہونٹوں کے لمس کی وجہ سے

تمتما اُٹھا تھا۔ پھر ہنسنا بند کر کے جولیا نے اپنی باہنیں ہٹالیں اور ایوان کو ذرا دھکیل کر گھاس پر گر گئی۔

اُس کی آنکھیں معصوم خوشی سے جھلملا رہی تھیں۔ اس کی جیکٹ جسے بٹن کے بجائے لکڑی کے ایک ٹکڑے سے بند کیا گیا تھا، کھُل گئی اور اس کے سینے پر ایک مُنی سی صلیب جگمگا اُٹھی۔ اِس صلیب نے ایوان کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ مگر جولیا نے شرما کر جیکٹ بند کر لی۔ اس کی آنکھیں، اس کے دانت، اس کا انگ انگ خوشی سے کھِل اُٹھا۔

ایوان کو سخت جھینپ محسوس ہو رہی تھی۔ وہ تیوری پر بل ڈالے ساکت وجامد کھڑا رہا۔ اُسے لگا جیسے اس کے اندر کوئی چیز چٹ سے ٹوٹ گئی ہے۔ کوئی انجانی طاقت اُسے اپنا حکم ماننے پر مجبور کر رہی ہے۔ اُس نے اس انجانے جذبے کے آگے ہار مان لی۔ اس ہار میں بڑا ہی انوکھا سرور پنہاں تھا۔ وہ لڑکی کی طرف بڑھا۔ جولیا ہنسنا بند کر کے قریب آگئی اور بولی:

"ایوان! سینورینا کے لئے تحفہ؟"

تب ایوان کو خیال آیا کہ وہ گلدستے لئے کھڑا ہے۔ وہ ہنس پڑا۔ جولیا بھی ہنس دی اور خوشبو سونگھ کر گلدستے کے پھولوں میں اپنا چہرہ چھپا لیا۔ پھر گلدستے کو زمین پر رکھ کر جلدی جلدی شگوفے توڑنے میں مصروف ہو گئی۔

"جولیا کا ایوان کو شکریہ —— بہت بہت شکریہ۔"

"شکریے کی قطعی ضرورت نہیں۔"

"بہت بہت شکریہ۔ ایوان نے سینورینا کو بچایا —— روسی نوجوان نے اطالوی لڑکی کی جان بچائی —— بین الاقوامی اخوت۔" جولیا نے جوش سے جواب دیا اور ایوان

کے اوپر پھول بکھیر دیے۔

" یہ کیا کر رہی ہو بھئی ___ " ایوان نے احتجاج کیا اور چمڑے کی جیکٹ اور ڈبل روٹی پکڑے پکڑے اس نے جولیا کو پکڑنا چاہا۔ ڈبل روٹی کی ٹکر سے جولیا معاً سنجیدہ ہو گئی۔

" روٹی ___ ؟ "

" ہاں۔ آؤ کھائیں۔ ایوان نے شگفتگی سے کہا۔ اور وہ دونوں گھاس پر بیٹھ گئے۔

(۱۶)

یہ پچکی ہوئی خستہ حال روٹی جو اب کوئی ایک کلو گرام کے قریب باقی رہ گئی تھی، بڑی اشتہا انگیز تھی۔ اس کو دیکھ کر دونوں کے منہ میں پانی بھر آیا۔

" ایک دم ساری ہی نہ کھا جائیں ؟ " ایوان نے ڈبل روٹی کو ہاتھ میں لے کر کہا۔

" ہاں ہاں۔ ساری۔ " جولیا نے روٹی پر سے نظریں ہٹائے بغیر ایوان کی بات دہرائی۔

ایوان نے دور کے برف پوش پہاڑ پر نگاہ ڈال کر آہ بھری اور بولا:

" سب نہیں کھا سکتے "

" کیوں ؟ کیوں نہیں کھا سکتے ؟ ؟ "

" نہیں "

وہ ایوان کا مطلب سمجھ گئی اور ٹھنڈی سانس بھر کر چپ ہو گئی۔ ایوان نے جیکٹ بچھائی اور اس پر روٹی کو رکھ کر دو حصوں میں تقسیم کیا۔ اسے معلوم تھا کہ جولیا بھوک سے بیتاب

ہے اس لڑکی کے لئے ایوان کے دل میں اب ایک نیا جذبہ جنم لے رہا تھا۔ بھائی یا باپ کی ایسی شفقت کا ۔۔۔ یا نہ جانے کیا ۔۔۔ ایک بڑا لطیف، نفیس لیکن عظیم جذبہ ۔۔۔ اس لڑکی کا بھولا پن، معصومیت اور دوشیزگی جنگ کی بھیانک غارت گری کا مقابلہ کرنے کے لئے کتنی ناکافی تھی۔ پھر بھی آزادی حاصل کرنے کی خاطر وہ کسی پرندے کی طرح احمقانہ حد تک نڈر تھی یہی سبب تھا کہ ایوان کے دل میں اس لڑکی کے لئے عزت و تکریم کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔

ایوان پورے انہماک سے روٹی کے حصے برابر کرنے میں مصروف تھا۔ ایک ایک ٹکڑے کو اُس نے ہاتھ پر رکھ کر تولا اور اندازہ لگایا کہ آیا دونوں حصے برابر ہو گئے یا نہیں پھر اُس نے جان بوجھ کر ایک حصے کو دوسرے حصے سے بڑا کر دیا اس لئے کہ پہلے حصے میں روٹی کا سخت کنارا تھا اور کیمپ کی زندگی گزارنے والے جانتے ہیں کہ سخت روٹی کا ٹکڑا اُسی کے ہم وزن نرم گودے والی روٹی کے ٹکڑے سے زیادہ اہم ہوتا ہے

دونوں حصے کرنے کے بعد اُس نے بچی ہوئی روٹی جیکٹ میں رکھ لی۔ اور بڑا حصہ جولیا کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

"یہ لو اپنا حصہ"

جولیا نے اپنی سیاہ بھنویں اُٹھاتے ہوئے کہا:

"نہیں ۔۔۔ یہ ایوان کا اور یہ جولیا کا" اُس نے حصے بدل دیئے۔

ایوان ہنسا۔ "نہیں جولیا۔ یہ تمہارا حصہ ہے" اتنا کہہ کر اُس نے جلدی سے چھوٹا ٹکڑا جیکٹ پر سے اُٹھا لیا۔ جولیا نے تیزی سے بڑا ٹکڑا اُس کے ہاتھ میں ٹھونس دیا۔ ایوان نے واپس کرنا چاہا مگر جولیا نے اپنے ہاتھ پیچھے کر لیے۔ ایوان مصنوعی ضد سے اس کی طرف جھپٹا۔ جولیا جیسے ہی پیچھے ہٹی ایوان اس کے سینے سے ٹکرا گیا۔ اس اچانک قربت سے سراسیمہ

ہو کر وہ پیچھے ہٹا اور بڑے مسرور انداز میں ایک طرف کو بیٹھ گیا۔ جولیا اپنے مخصوص بچگانہ انداز میں مسکرائی اور پلکیں جھپکاتے ہوئے اپنی جیکٹ درست کرنے لگی۔

"لو کھاؤ بھی۔" ایوان نے روٹی کا خشک ٹکڑا اُس کی طرف سرکایا۔ مگر جولیا ہٹی پہلے سے اپنا حصّہ کترنے میں لگی رہی۔

"یہ بھی لو۔" ایوان نے کہا۔

"نہیں کبھی"

"میں کہتا ہوں ۔ یہ لو"۔

"نہیں بالکل نہیں۔" جولیا نے سر ہلایا۔ اس کی آنکھیں شرارت سے مسکرا رہی تھیں۔

"ضدی کہیں کی ۔۔ خیر جیسی تمھاری مرضی" ایوان نے اپنے حصّے کی روٹی کھانی شروع کر دی۔ جولیا اپنا حصّہ کھا کر ایوان کی جیکٹ کی جیب کو تکنے لگی۔ ایوان نے دل میں کہا کیوں نہ کم از کم ایک دفعہ تو اپنا پیٹ بھر ہی لیں۔ مگر پھر ارادہ بدل دیا۔ بچے ہوئے روٹی کے ٹکڑے کی موجودہ اہمیت سے وہ خوب واقف تھا۔

" اور چاہیے؟" اُس نے جولیا سے پوچھا۔

جولیا نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"اور یہ ۔۔" ایوان نے جیکٹ پر پڑے ٹکڑے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"جولیا کو نہیں چاہیے۔"

"تو چلو آدھا آدھا کھا لیں۔"

کیا مطلب ۔۔ ؟ میں سمجھی نہیں۔" جولیا نے ناک سکیڑ کر شرارتاً پوچھا۔

ایوان نے اس کے سوال کا جواب دیئے بغیر بچی ہوئی ڈبل روٹی کے دو ٹکڑے کئے۔ اور

ایک ٹکڑا جولیا کی طرف بڑھا دیا۔ جولیا نے ٹکڑا ہاتھ میں لے لیا اور اُسے چوستے ہوئے کہا
"آہا ـــــ قیدیوں کی چاکلیٹ۔"

"ہاں۔ یہی ہماری زندگی ہے۔ سوکھی ہوئی باسی تباسی ڈبل روٹی ہمارے لئے چاکلیٹ سے کم نہیں۔"

"ایک بار جولیا نیپلز بھاگی ـــــ وہاں چاکلیٹ خوب کھائی۔"

"تم نیپلز بھاگ گئی تھیں؟"

"ہاں۔ روما سے ـــــ اپنے پاپا کے گھر سے۔"

"کیوں؟"

"یہ ایک لمبا قصّہ ہے"۔ جولیا نے روٹی چوستے ہوئے کہا: "پاپا میرے لئے خراب شوہر لائے ـــــ اس لئے جولیا گھر سے بھاگ گئی۔"

"شوہر؟" ایوان نے دہرایا۔ اس غیر متوقع اطلاع سے اس کا دماغ چکرا گیا۔ وہ دانت پیسنے لگا۔ لڑکی نے اُسے کن انکھیوں سے دیکھا اور ہنس پڑی۔

"شوہر نہیں ـــــ سینور زنگاریتی میرا شوہر نہیں ـــــ جولیا کو سینور زنگاریتی نہیں چاہیے۔"

"کیوں؟" ایوان نے پوچھا۔

"اوہ ـــــ یہ بڑے راز کی بات ہے۔"

"راز؟" ایوان نے اور زیادہ تعجب سے پوچھا۔ جولیا اُسے شوخی سے دیکھتے ہوئے روٹی کا ٹکڑا چوستی رہی۔ ایوان سر جھکائے گھاس کی پتیاں توڑ رہا تھا۔

"ہاں ـــــ راز ـــــ ایک چھوٹا سا راز ـــــ جولیا کو نوجوان ماریو سے محبت تھی۔"

"اچھا تو یہ بات ہے۔" ایوان نے پتیوں کو اُچھال کر ہوا میں بکھیر دیا اور جولیا کی طرف پیٹھ کر لی۔ وہ اس کا چہرہ نہ دیکھنا چاہتا تھا۔ جولیا، ایوان کی کیفیت کا اندازہ لگائے بغیر کہتی رہی:

"ماریو ــــ بڑا بانکا نوجوان۔ جولیا پستول لے کر ماریو کے پاس نیپلز بھاگ گئی۔ اور پھر جنگ چھڑ گئی۔ اطالوی جرمنوں سے لڑے۔ جولیا بھی لڑی۔ لیکن اٹلی میں جمہوریت کی حامی آزاد فوج زیادہ نہیں۔ جرمنوں نے بہت سے اطالوی مار ڈالے۔ بہتوں کو کنسینٹریشن کیمپوں میں ڈال دیا۔ جولیا بھی کیمپ میں ڈال دی گئی۔"

"تو تم جرمنوں کے خلاف لڑی تھیں۔"

"ہاں۔"

"اور تمھارا ماریو ــــ؟ اب وہ کہاں ہے۔"

"وہ بھی لڑا۔ اور مارا گیا۔"

"مارا گیا بے چارہ!"

جولیا نے فوراً کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ گھٹنے سمیٹے اور اُن پر اپنی ٹھڈی رکھے خلا میں مسلسل دیکھے جا رہی تھی۔ چند لمحوں کے بعد اس نے بڑے اُداس لہجے میں کہا:

"ہاں ــــ مارا گیا۔"

دونوں کافی دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔ پھر ایوان نے اُس پر نظر ڈالی۔ جولیا نے بھی متانت سے اُسے دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں جھلملاہٹ واپس آ گئی اور اپنا غم بھول کر وہ ہنس پڑی۔

"ایوان ہر وقت مجھے دیکھتا ــــ کیوں دیکھتا؟"

"بس یوں ہی۔"

"بس یوں ہی ــــــ" جولیا نے چڑانے کے انداز میں کہا۔ "بس یوں ہی سے تمھارا کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ چلو، اب ٹرلیسٹ چلیں" ایوان نے بات کا رُخ بدلتے ہوئے کہا۔

"اوہ ــــــ ٹرلیسٹ"۔ وہ گھاس پر سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ ایوان بھی کھڑا ہوگیا۔ اُس نے چمڑے کی جیکٹ اپنے کندھے پر ڈال لی۔ پھولوں کے درمیان چلتے ہوئے وہ ڈھلان پر اُترنے لگے۔ دھوپ تیز ہوتی جارہی تھی۔ پہاڑوں کے سائے مختصر ہوتے گئے۔

"ٹرلیسٹ بہت اچھا۔ وہاں حمایتی فوج۔ سمندر!" جولیا چہکتی رہی پھر دھیرے دھیرے وہ ایک اطالوی گیت گنگنانے لگی۔ ایوان یہ سمجھنے سے قاصر رہا کہ یہ گیت کس کے بارے میں تھا مگر اُس کی دُھن سمندر اور اونچی اونچی موجوں کی یاد دلا رہی تھی۔ بڑی دل آویز، نفیس اور پُرسکون سی دُھن ــــــ

دُکھ سے بچنے کے لئے
موت سے بچنے کے لئے
میں تمھیں یاد کرتا ہوں
تم سے پیار کرتا ہوں

ایوان سانس روکے جولیا کی سریلی آواز سنتا رہا۔ یہ آواز کسی ایسی دنیا سے آتی ہوئی معلوم ہورہی تھی جس سے وہ بالکل ناواقف تھا۔ دفعتاً لڑکی خاموش ہوگئی۔ پھر ایوان کی طرف مخاطب ہوکر بولی:

"ایوان! جولیا کو کاٹیوشا بھی معلوم۔"

"کاٹیوشا ـــــ؟

"ہاں ـــــ کاٹیوشا" پھر وہ ایک روسی گیت کے الفاظ بالکل توڑ مروڑ کر بچوں کی طرح گانے لگی۔ گانا ختم کر کے وہ خوب ہنسی۔ ایوان بھی ہنسنے لگا۔

"ایوان کیوں ہنسا؟" جولیا نے پوچھا۔

اس کے سوال کا جواب دینے کے بجائے ایوان نے گانے کے الفاظ کے صحیح تلفظ بتائے۔ جولیا توجہ سے سنتی رہی۔ پھر بولی:

"ٹھیک ـــــ اب سمجھی" اور اُس نے وہی گیت دوبارہ شروع کر دیا۔ اس بار اُس نے سب الفاظ ٹھیک طرح سے ادا کئے۔

"شاباش۔ مگر یادینی غلط ہے۔ یابلونی کہو۔ سیب کے درخت۔ سمجھیں؟"

"سمجھی"۔ اب اس نے ایک بچی کے سے جوش و خروش کے ساتھ از سرِ نو گیت شروع کیا، اور فرمانبردار بچّے کی طرح لفظوں کے صحیح تلفظ پر بھی دھیان رکھا۔ ایوان مسکراتا ہوا اُس کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ اس وقت ساری کائنات حسین اور مسرور نظر آرہی تھی، پہاڑ، آسمان، پھولوں سے لدی وادی، سبزہ زار ـــــ سب۔ یہ یقین نہ آتا تھا کہ اسی دنیا میں بھیانک خطرات اور قید و بند اور خونریزیاں بھی ممکن ہیں۔ شاید کنسنٹریشن کیمپ شکاری کتّے، قیدیوں کو زندہ جلا دینے والی بھٹّیاں ـــــ یہ سب کچھ ایک پریشان خواب کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ کیوں کہ اگر وہ سب حقیقت پر مبنی تھا تو اُس کے پڑوس میں اس جنتِ ارضی کا وجود کیسے ممکن تھا؟ کون سی زبردست طاقت، فطرت کی اس پاکیزگی کو انسان کی مجرمانہ زندگی اور دیوانگی سے ممیّز اور علیحدہ کرتی تھی؟ افسوس کہ خوفناک ماضی ایک خواب نہ تھا۔ یہ دھاری دار کپڑے ہی اس حقیقت کا ثبوت تھے کہ وہ جہنم زار موجود ہے اور وہ دونوں اُس

سے پوری طرح بچ کر ابھی نکل بھی نہ سکے ہیں۔ ایوان نے اس معطر اور پاکیزہ گلشن میں معاً اپنی دھاری دار جیکٹ نوچ کر اُتار لی اور اُسے چمڑے کی جیکٹ کے اندر چھپا لیا۔

جولیا نے گانا بند کر کے ایوان کے چوڑے چکلے کندھوں کو مسکراتی نظروں سے دیکھا۔

"اوہو! ہرقلس۔ روسی پہلوان!"

"کون گدھا ہرقلس ہے۔ سوکھ کر کانٹا تو ہو گیا ہوں" ایوان نے کسرِ نفسی سے جواب دیا۔

"نہیں نہیں۔ ہرقلس" جولیا نے ایوان کے کندھے پہ تھپکی لگا کر اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔

"مضبوط ـــــ روسو مضبوط۔ قیدی کیوں بن گئے؟"

"کیا جان بوجھ کے قیدی بن گیا۔ مجھے پکڑ لیا گیا تھا"

"فاشسٹوں کو مار ڈالو" اُس نے ننھی سی مٹھی ہوا میں بلند کر کے اعلان کیا۔

"جتنے مار سکتا تھا میں نے مارے مگر ـــ" اُس نے اپنی کہنی اُٹھائی اور جولیا کی طرف مڑا۔ جولیا کے چہرے پر ایک دم اُداسی چھا گئی۔

"اوہ ـــــ مقدس مریم!"

"ایسا ہرقلس ہوں میں" اُس نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"کیا اب بھی دکھتا ہے؟" جولیا نے جرمن سنگین سے لگے ہوئے گہرے گھاؤ کے نشان پر نرمی سے انگلی رکھ کر پوچھا۔ ایوان نے اپنے پہلو کو زور سے سہلایا۔

"نہیں ـــــ اب نہیں دکھتا"

"سچ؟" جولیا نے نشان کو ہلکے سے دبایا۔

"ڈرو مت بے وقوف ـــ زور سے دباؤ" ایوان نے رسان سے کہا۔

جولیانے اپنی انگلی نشان پر سے ہٹالی۔ ایوان نے اس کی انگلی پکڑ کر دوبارہ نشان پر رکھ دی اور زور سے دبا دیا۔ جولیانے ڈر کر چیخ ماری اور ایوان کے پہلو سے لپٹ گئی۔ ایوان نے آہستہ سے اُسے ہٹایا۔

"سنو! اب ہمیں فوراً روانہ ہو جانا چاہیے —— سمجھیں؟"

"ہاں۔ ضرور" جولیانے مسکرا کر جواب دیا۔ کوئی پُر اسرار خیال اُس کے ذہن میں جنم لے چکا تھا۔

(۱۷)

وہ نشیب کی طرف چل پڑے۔ نرگس کے پودوں کی تعداد کم ہونے لگی۔ اب ان کی جگہ جنگلی سنبل اور ازالیانے لے لی تھی۔ ہوا ان پھولوں کی خوشبو سے بسی ہوئی تھی۔ کہیں کہیں سنگلاخ چٹانیں سر اُٹھائے کھڑی تھیں۔ راستہ کنکریلا تھا۔ سنگریزے پیروں میں چُبھ چُبھ جاتے تھے۔ ایک جگہ پر ایوان کو جنگلی اسٹابری کے گچھے نظر آئے۔ اُس نے بڑھ کر اُنھیں توڑ لیا اور جیکٹ بچھا کر زمین پر بیٹھ گیا۔ جولیانے اس کی تقلید کی۔ دونوں نے جی بھر کر اسٹابری کھائیں۔ ندیدوں کی طرح انھیں نگلتے رہے۔

اب سورج ڈھلنا شروع ہو گیا تھا۔ بھالو پہاڑ کی گھاٹیاں روشن ہو گئی تھیں۔ توڑی ہوئی اسٹابریاں ختم کرنے کے بعد دونوں اُٹھے اور مزید اسٹابریاں تلاش کرنے اور کھانے لگے۔ زمین پر رینگ رینگ کر اسٹابریاں چُنتے چُنتے ایوان کو پسینہ آ گیا تھا۔ وہ آخر کار تھک کر ایک جگہ بیٹھ گیا۔ جولیا بھاگ کر اس کے پاس آئی اور اپنی جیکٹ کا کونا

اُسے دکھایا۔ اس کی جیب اسٹابریوں سے ٹھسا ٹھس بھری ہوئی تھی۔
" تو بھئی روسو ___ نوش فرماؤ" جولیا نے بڑی شان سے کہا۔
" میں نے بہت کھالیں۔ اب تم کھاؤ"
جولیا نے چند اسٹابریاں ایوان کے منہ میں زبردستی ٹھونس دیں۔ اُس کے ہاتھ سے کھاتے ہوئے ان پھلوں کا مزہ ہی بدل گیا ___ اسٹابریاں ہٹاتے ہوئے ایوان نے اپنے ہونٹ جولیا کی ہتھیلی پر رکھ دیئے۔
" جی نہیں "۔ جولیا نے مصنوعی غصّے سے کہا۔
اسٹابری کا ناشتہ ختم کرنے کے بعد سفر دوبارہ شروع ہوا۔ وہ دونوں اب ایک دوسرے کے قریب آچکے تھے۔ جولیا نے اپنا ہاتھ بڑے اعتماد سے ایوان کے کندھے پر رکھ دیا۔
" اسٹابری بڑا اچھا پھل ہے"۔ ایوان نے ذرا جھینپ کر کہا۔" جنگ سے پہلے گرمیوں میں صرف اسٹابری ہی کھایا کرتا تھا ___ اسٹابری اور دودھ "
" آہا ___ بے چارہ روسو۔ سبزی خور! جولیا گوشت کھاتی۔ گوشت کے تکّے، انڈے اور نمکین سوّیاں" ۔ جولیا نے فخریہ انداز میں کہا۔
" اور میکرونی ___؟" ایوان نے لقمہ دیا۔ دونوں ہنس پڑے
" ہاں! اور سپو بھی ___ اور روسو صرف اسٹابری کھاتا ہے؟"
" کبھی کبھی۔ اگر بھوک لگے تو کیا کیا جائے"۔ ایوان نے مسکرا کر کہا۔
جولیا نے اُسے حیرت سے دیکھا۔" روس میں بھوک ___؟ روس تو بہت امیر ہے ___ ہے نا؟"

"ہاں ۔ ہے تو ۔"

"پھر بھوک کیوں ؟ بتاؤ ۔" اُسے ایوان کی بات نے بہت مضطرب کر دیا تھا۔

ایوان خاموش رہا اور سوچنے لگا کہ وہ اس لڑکی کو اپنے ماضی کے متعلق بتلائے یا نہ بتائے۔ لیکن اس مخلص لڑکی کے ساتھ دیانت داری برتنا ضروری تھا۔

"بات یہ ہے کہ جب فصلیں خراب ہو جاتی ہیں تو اکثر ایسا ہی کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً ۱۹۳۳ء میں ہم لوگوں نے صرف گھاس کھا کر دن کاٹے۔"

"کیسی گھاس ؟"

"کیسی گھاس ؟" ایوان نے جھک کر گھاس کی پتیاں توڑیں — "ایسی — میرے ماں باپ بھوک ہی سے تو مرے تھے۔"

جو لیا ہکا بکا رہ گئی۔ اُسے ایوان کی بات پر یقین نہ آیا۔ وہ اس کا ہاتھ چھوڑ کر الگ ہو گئی۔ ایوان خاموشی سے چلتا رہا۔ ماضی کی یادیں خوشگوار نہ تھیں —

ہاں وہ سب بھوکے رہا کرتے تھے۔ اکثر آلوؤں نے ان کی جان بچائی۔ لیکن جب آلو نہ ملتے تو وہ جنگلی پودوں اور جڑی بوٹیوں سے پیٹ کی آگ بجھاتے۔ خود رو گھاس اُبال کر اُس میں تھوڑا سا آٹا ملا لیتے۔ اُس کے لڈو بنائے جاتے۔ وہی کھائے جاتے۔ ان کا تلخ مزہ آج تک یاد ہے۔ ۱۹۳۳ء میں ایوان کا باپ روزی کی تلاش میں یوکرین روانہ ہوا کہ شاید وہیں روٹی سے ملتی جلتی کوئی چیز پیٹ بھرنے کے لئے دستیاب ہو جائے۔ اس کی ماں کا جسم فاقوں کی وجہ سے سوج گیا تھا۔ چھوٹے بھائی بہن بھوکے رہتے رہتے بے حد لاغر ہو چکے تھے۔ خوش قسمتی سے اُن کے پاس گائے ابھی موجود تھی۔ اسی کے دودھ نے انھیں زندہ رکھا۔ اُس سال گرمیوں میں آلوؤں کی نئی فصل تیار ہونے کے انتظار میں انھوں نے فاقے کر کر کے

وقت گزرا۔ گرمیوں کے آخر میں اس کا باپ یوکرین سے لوٹ آیا۔ وہ تندرست کبھی نہ تھا۔ اس بار ایسا بیمار پڑا کہ کھاٹ سے اُٹھ نہ سکا۔ اس کا جنازہ ہی اٹھا۔ اس کا انتقال کرسمس کے دن ہوا۔ اپنے پیچھے چار بچے چھوڑ گیا۔ ایوان سب سے بڑا تھا۔ وہ اُن کی پرورش اور ان کا پیٹ بھرنے کی جدوجہد میں ماں کا ہاتھ بٹاتا۔ کتنا کٹھن، تلخ، درد بھرا زمانہ تھا وہ!

وہ دونوں چلتے رہے۔ جولیا اب کچھ پیچھے رہ گئی تھی۔ ایوان نے جولیا کے موڈ میں عجیب سی تبدیلی محسوس کی۔ مگر پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔

"تم سائبیریا بھی گئے؟ ___ اجتماعی کھیت ___ کیا اچھے نہیں؟" جولیا کے لہجے میں سرد مہری اور ایک طرح کا چیلنج تھا۔

ایوان خوف زدہ سا ہو کر ٹھٹھک گیا ___ "کیا مطلب تمہارا؟ تم سے کس نے کہا؟"

"ایک بُرے روسی نے۔ میں جانتی ہوں تم بھی وہی کہنا چاہتے ہو۔"

"میں ___؟"

"ہاں تم ___ کہو ___ کہتے کیوں نہیں۔"

"میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ میں کہہ بھی کیا سکتا ہوں۔"

"نہیں ___ تم کہو کہ جولیا نے غلط کہا۔ جولیا کچھ نہیں جانتی۔" اس کا چہرہ غصے سے تمتما رہا تھا۔ نرمی اور اپنائیت کا رویہ غائب ہو چکا تھا۔ اس اچانک تبدیلی اور اس کے ان ناخوش گوار سوالات کا مطلب ایوان قطعی نہ سمجھ سکا۔ شاید جولیا نے روم میں یا کیمپ میں روس کے بارے میں اس قسم کی باتیں سنی ہوں۔ بہرحال ایوان اُس کے سوالات

کا جواب دینے اور حقیقت کا اظہار کرنے سے قاصر تھا اور بھوک اور فاقوں پر ذکر کرنے پر پچھتا رہا تھا۔

"بے انصافی بھی تھی وہاں"۔ جولیا نے اصرار کرتے ہوئے پوچھا۔

"کیسی بے انصافی ـــــ؟ آخر تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"لوگوں کو زبردستی سائبیریا بھیجا جاتا ہے نا؟"

"سائبیریا؟" ایوان نے لڑکی کی تحقیر آمیز نظروں کی چبھن محسوس کی اور سوچنے لگا کہ اب اُس کو اصلیت بتانی ہی پڑے گی۔ یا پھر غلط بیانی سے کام لینا پڑے گا بہرحال وہ اس مکالمے کو کسی نہ کسی طرح ختم کرنا چاہتا تھا۔

"ہاں ـــــ یہ ضرور ہوا کہ چند موروثی کسان ـــ کُلک ـــ"

"جھوٹ ـــ بالکل غلط ـــــ ایوان بھی ولاسوف جیسا نکلا"۔ جولیا اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے چلائی۔ اس کی شعلہ بار نگاہوں کی تلخی اور اُداسی اور کُھلی مخالفت کوڑے کی طرح ایوان کے جسم سے ٹکرائی۔ پھر اُس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ ایوان سہم کر اس کی طرف بڑھا مگر جولیا نے زور سے "نہیں" کر کے روک دیا۔ ایوان ندامت سے اُسے تکتا رہا۔ ایک احمقانہ اور بے بات کی بات نے پل بھر میں کیا سے کیا کر دیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ موقع کی نزاکت کو کس طرح سنبھالے۔

جولیا دوڑ کر ایک پتھر پر جا بیٹھی اور سر جھکا لیا۔ ایوان بھونچکا ہو کر سوچنے لگا کہ یقیناً وہ کوئی حماقت کر بیٹھا ہے اور انجان پنے میں اُس نے اس نازک غیر مرئی رشتے کو توڑ دیا ہے جو اتنی مشکل سے ان دونوں کے درمیان قائم ہوا تھا اور جس کی ضرورت وہ

اتنے عرصے سے شدت کے ساتھ محسوس کر رہا تھا، یہ سب سوچ کر اس کا دل کٹ کر رہ گیا۔
یقیناً جولیا نے سُن رکھا تھا کہ چند برس قبل روس پر کیا بیتی تھی۔ شاید اس نے اُن حالات کا تصور کسی دوسری طرح کیا تھا۔ مگر اب وہ جولیا کو کس طرح سمجھائے اور کیسے منائے؟ سوچتے سوچتے وہ تھک گیا مگر اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس کی کس بات نے جولیا کو اس قدر ناراض کر دیا تھا۔ اس قدر قریب آ جانے کے بعد اس کا اعتماد کھو بیٹھنا کتنا بڑا المیہ ہو گا۔ اُسی لمحے ایوان کو لاشعوری طور پر ایسا لگا کہ جولیا کی اس خفگی کا سبب اس بات سے نہیں تھا کہ کوئی ایسا اہم اور عظیم جذبہ ان دونوں کے درمیان جاگ چکا تھا جس کے مقابلے میں اس قسم کی قیاس آرائیاں بالکل لغو تھیں۔

"مگر اب ہو گا کیا؟" وہ یہ تو سوچ سکتا تھا کہ جولیا کسی زیبِ داستان کے بغیر حقیقت کو سمجھ لے گی مگر جن حالات کو وہ خود اتنی مصیبت سے برداشت کر پایا تھا اُن کی پیچیدگیوں کو وہ کس طرح سمجھ پائے گی۔ بہر حال وہ جھوٹ نہ بولے گا اور بلا کم و کاست سب کچھ بتا دے گا اور پھر یہ لڑکی یقین کرے گی کہ ولاسوف سے اُس کا کوئی سرو کار نہیں اور وہ اس کی اور اس کی قوم کی عزت کرے گی۔ وہ اور اس کی قوم یقیناً اس عزت کے مستحق ہیں۔ یہ سب سوچ کر ایوان کو سکون آ گیا۔

(۱۸)

جولیا اب تک اُس کی طرف پیٹھ کیے چٹان پر بیٹھی تھی اور پیر کے انگوٹھے سے زمین کُرید رہی تھی۔ ایوان جیکٹ اُتار کر اس کے پاس پہنچا۔ اس کے قریب آتے ہی جولیا تیزی سے

اُٹھی اور اُتار پر آگے بڑھ گئی۔ وہ چپ چاپ کھڑا ہو گیا اور سوچنے لگا کہ اُسے اب کیا کرنا چاہیے۔ انتظار کرے یا آگے بڑھے۔ جولیا اور آگے جا کر ایک چٹان کے پیچھے چھپ گئی۔

ایوان نے اپنی جیکٹ زمین پر گرا دی اور اُس پر دراز ہو کر انتظار کرنے لگا کہ دیکھیے اب کیا ہوتا ہے۔ فضا کی حدت بڑھ چکی تھی۔ کھردری گھاس سے ڈھکی چونے کی چٹانوں میں سے خشک، گرد آلود تپش کی مہک اُٹھ رہی تھیں ـــــ روسی انگیٹھیوں سے نکلتی ہوئی اس خوشبو کے مانند جن کی آگ سرد ہو چکی ہو ـــــ ایوان کے کندھے اور پلیٹھ دکھ رہی تھی۔ گھاس پر رنگ برنگی مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں۔ جولیا چٹان کے پیچھے سے نہیں نکلی ایوان اونگھنے لگا۔ اسٹابریوں نے اس کی بھوک تو کم کر دی مگر اب پیاس ستانے لگی تھی۔

اب اُسے برف پوش پہاڑوں کے نزدیک پہنچ کر راستہ تلاش کرنا چاہیے۔ کھانا ڈھونڈنا چاہیے۔ سفر اچھا شروع ہوا تو اب یہ نت نئی اُلجھنیں ـــــ نیند کو بھگانے کے لئے وہ ایک پتھر سے زمین کھودنے لگا۔ اتنے میں ایک بڑا سا کالا سیاہ تِل چٹا کہیں سے نکلا اور ایوان کے سامنے آنکھیں گھُما گھُما کر مونچھیں ہلانے لگا۔ پتھر کی ایک ہلکی سی چوٹ نے تِل چٹے کو چت کر دیا اور اُس نے اپنی چھیوں ٹانگیں اوپر اُٹھا لیں۔ اتنے میں ایوان کو قدموں کی چاپ سنائی دی۔ ایوان اتنی تیزی سے پیچھے مڑا کہ آنے والا چیختا ہوا اُچھل کر دور جا کھڑا ہوا اور اپنی پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایوان کو ملتجیانہ نظروں سے تکنے لگا ـــــ دیوانہ قیدی یہاں تک آ پہنچا ـــــ!

"خوش آمدید ـــ آپ ابھی زندہ سلامت ہیں!" ایوان نے تلخی سے ہنس کر کہا وحشی، خستہ حال اور پسینے اور مٹی سے اٹے چیتھڑوں میں لپٹے پاگل کو وہاں دیکھ کر

ایوان بھونچکا رہ گیا۔ دیوانہ اب لنگڑا بھی رہا تھا۔ اس حالت میں بھی وہ جرمنوں سے بچ کر اتنی دور آ نکلا۔ اور ایک بھوت کی طرح ان کا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک آ پہنچا۔ اُس کی یہ مستقل مزاجی واقعی قابلِ رشک تھی۔

"روٹی —!" اُس نے ایوان کی طرف دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"پھر وہی روٹی — روٹی" ایوان نے غصے سے جواب دیا۔

دیوانہ ذرا جھجکتا ہوا ایوان کی طرف بڑھا اور ہاتھ پھیلا کر روٹی مانگنے لگا۔

"تم تو گسٹاپو کے پاس جا رہے تھے — اپنے ہٹلر کے پاس"

"ہٹلر نہیں — ہٹلر ختم"۔ اس نے جرمن میں جواب دیا۔

"اب ختم؟ اُسے تو بہت پہلے ختم ہو جانا چاہیے تھا"

دیوانہ غالباً ایوان کی بات سمجھ نہ سکا۔ وہ اپنے سوکھے ہوئے ہاتھ بھکاریوں کی طرح پھیلائے اُسی طرح کھڑا رہا۔

"اچھا بھئی — لو"۔ ایوان نے جیکٹ میں سے روٹی کا چھوٹا سا سخت ٹکڑا نکالا۔ قیدی کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔ اُس کا بڑھا ہوا ہاتھ تھر تھرانے لگا۔

"روٹی — روٹی!"

"لو پکڑو اور دفان ہو جاؤ یہاں سے" ایوان نے روٹی اُس کی طرف پھینکی مگر قیدی اُسے پکڑ نہ سکا۔ روٹی زمین پر گر گئی۔ جرمن قیدی گھاس پر اوندھے منہ گرا اور مٹی سمیت روٹی کو دبوچ لیا۔ پھر وہ اچھل کر اٹھا، چاروں طرف خوف زدہ نظر ڈالی اور ڈھلان پر سرپٹ دوڑنے لگا۔ اُسے ڈر تھا کہ یہ دونوں کہیں اُسے پکڑ نہ لیں۔

اب وہ واپس نہیں آئے گا - ایوان نے سوچا۔ جب وہ مخبوط الحواس قیدی نشیب میں غائب ہوگیا تو ایوان دوبارہ جیکٹ پر لیٹ رہا - اس جرمن قیدی پر پہلے روز اُسے بے حد غصہ آیا تھا۔ اب غصہ باقی نہ رہا تھا لیکن ترس اب بھی نہیں آیا۔ جرمنوں نے جتنے ان گنت بے قصور اور معصوم لوگوں کو قتل کیا تھا اس کی یاد ابھی ایوان کے ذہن میں تازہ تھی۔ ممکن ہے یہ جرمن قیدی سختی سے فسطائیوں کا مخالف رہا ہو اور اس کے ہم وطن فسطائیوں کے مظالم ہی نے اُسے اِس حالت کو پہنچایا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ایسا نازسی رہا ہو جسے سزا کے طور پر کنسنٹریشن کیمپ میں رکھا گیا ہو، کنسنٹریشن کیمپ میں ایسے بہت سے نازسی تھے۔ مثال کے طور پر کمانڈر فیوہر۔ سینڈلیر کو اُس بم کے پھٹنے اور اس کی وجہ سے قیدیوں کے فرار کے باعث یقیناً تعریف کا مستحق نہ سمجھا گیا ہوگا۔ اگر اس کو زندہ چھوڑ بھی دیا گیا ہوگا تو یہ بات یقینی ہے کہ وہ اُسی قید خانے میں ایک قیدی کی زندگی گزار رہا ہوگا۔ مگر اس حالت میں بھی اُسے دوسرے قیدیوں پر حکم چلانے کا حق حاصل ہوگا۔ گو کہلائے گا وہ بھی قیدی — جرمن قیدی۔

نازسیوں کی درندگی اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی - اپنے مخالفین پر ان کا وحشیانہ استبداد تو ایک حد تک سمجھ میں آسکتا تھا مگر وہ اپنے اُن ہم وطنوں پر، جو حکامِ اعلیٰ کو خوش نہیں کر سکے ایسے ایسے ظلم توڑتے تھے کہ عقل دنگ رہ جاتی تھی۔ جذبۂ خوف ان کے اِن مظالم کا بنیادی محرک تھا — اپنے حاکموں کی طرف سے ملنے والی سزا کا خوف — ان سب پر بغیر تحقیقات کئے دی جانے والی سزا کا خوف ہر وقت مسلط رہتا تھا۔ عہدے میں تخفیف کا ڈر، محاذ پر بھیجے جانے کا دھڑکا، اپنے عزیزوں اور رشتے داروں کی سزا کا نشانہ بننے کا خدشہ — شاید اسی وجہ سے وہ اپنے خوف کا انتقام اُن لوگوں

سے لیتے تھے جن سے انتقال لینے کی انھیں کھلی اجازت تھی۔ جنگی قیدی، کنسنٹریشن کیمپوں میں مقید بدنصیب اور مفتوں ممالک کے باشندے۔ ان حالات میں یہ کوئی تعجب کی بات نہ تھی کہ جرمن سپاہی محاذِ جنگ پر اتنی ہمت سے لڑے۔ سزا کے خوف کے غالباً دو ہی معنی تھے ــــ کورٹ مارشل کے بعد قتل یا پھر سوویت بندوق سے نکلی ہوئی گولی۔ اور کوئی دوسرا راستہ تھا ہی نہیں۔

ایوان کسی سپاہی کی دلاوری اور بے جگری کو اپنے پیمانے سے ناپتا تھا اور اس کے معیار پر کم ہی لوگ پورے اُتر سکتے تھے۔ وہ خود اپنے کو اس اعلیٰ معیار کا اہل نہیں سمجھتا تھا۔ اگر اُس نے زیادہ پامردی سے کام لیا ہوتا تو شاید پکڑا بھی نہ جاتا اور عین اپنی گرفتاری کے وقت کوئی ایسا کارنامہ نمایاں کرتا جس سے اس کا ماضی اور مستقبل دونوں سُدھر جاتے وہ اپنے آپ کو گولی سے بھی اُڑا سکتا تھا۔

ایک پَل کے لئے اس کے تصوّر میں وہ منظر آگیا جب بندوقوں کے دھوئیں سے سیاہ فضا میں وہ ٹینک سے نکل کر بھاگتے وقت جرمن سپاہی کی سنگین سے ٹکرا گیا تھا۔ اُسے وہ سنگین اور وہ فُل بوٹ اور وہ لمبے دستے والا دستی بم خوب یاد تھا۔ ــ پھر پہلو میں وہ ناقابلِ برداشت درد ــــ اور ایسے میں دھول سے اٹی ڈاڑھی والے ایک بڈھے جرمن سپاہی کی وہ خوفناک للکار ــــ عبدالرحمانوف کی لاش اس کے قدموں میں پڑی تھی اور ایک ٹینک گڑگڑاتا ہوا اس کے قریب سے گزر رہا تھا ــــ ہر چیز اس کو ایسے ہی یاد تھی جیسے کل کی بات ہو۔

اپنی رجمنٹ میں ایوان نے کوئی خاص کارنامہ انجام نہیں دیا تھا۔ بس تین مرتبہ اس کا نام "آرڈرز" میں نکلا۔ دو تمغے بھی ملے۔ وہ خود بھی اپنے کو اس سے زیادہ کا اہل

نہیں سمجھتا تھا۔ لیکن جب وہ قید ہوا، تو اُس وقت اس کو جوش دلانے تعریف کرنے اور اُس کی بہادری کا صلہ دینے والا کوئی بھی موجود نہ تھا۔ اس کے باوجود اس کے اندر بغاوت کا جذبہ بیدار ہوا۔ بہادری اور بے خوفی اور الوالعزمی عود کر آئی۔ کیمپ میں اُسے فسطائیت کا حقیقی روپ نظر آیا اور اُس پر یہ انکشاف ہوا کہ دورانِ جنگ میں موت ہی سب سے بڑی بدنصیبی نہیں۔

"روٹی دے دی؟" پیچھے سے جولیا کی آواز آئی۔ وہ یہ غیر متوقع جملہ سُن کر چونک پڑا "اب ہم ٹرلیسٹ نہیں پہنچ سکتے ــــ سب کچھ ختم" جولیا نے افسردگی سے کہا۔

"ہرگز نہیں۔ میں نے اُسے ایک ہی ٹکڑا تو دیا ہے ــــ صرف ایک ٹکڑا ــــ سمجھیں" ایوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور اسے باقی ماندہ روٹی دکھائی۔

جولیا نے تیوری پر بل ڈال کر ایوان کو غور سے دیکھا۔ وہ کسی اندرونی مشکل پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی ــ رفتہ رفتہ اس کی پیشانی کے بل غائب ہو گئے۔

"ٹرلیسٹ نہیں ــ ہاں ٹرلیسٹ نہیں جا سکتے اب۔" اُس نے کہا۔

"کیوں نہیں جا سکتے بھلا؟"

جولیا کا چہرہ اس کے ذہنی کشمکش کا آئینہ دار تھا۔ اُس نے اپنی جیکٹ کے گریبان کو دونوں ہاتھوں سے جکڑ لیا اور یکایک ایوان کے قریب گھاس پر بیٹھ گئی، ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لیے اور چہرہ آستینوں میں چھپا لیا۔ تھوڑی دیر وہ اسی عالم میں بیٹھی رہی پھر اپنا سر پیچھے ڈال کر زور سے بال جھٹکے۔

"روسو! تم بہت اچھے آدمی ــــ بہت اچھے" وہ ایوان کا ہاتھ دبا کر بولی۔ "تم وِلاسوف کے ساتھی نہیں۔ روسو اچھا۔ جولیا بُری ــــ ایوان جولیا سے خفا تو نہیں؟

"نہیں ـــــ" ایوان نے اس کا نرم و نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"ایوان خفا نہیں ـــــ ایوان خفا نہیں ـــــ ایوان کو پتا ہے کہ کون بات صحیح ہے ـــــ کون بات غلط ہے۔ جولیا ہی کو اصلیت کا پتا نہیں"۔

"اچھا۔ اچھا۔ سنو تو"۔

"جولیا ایوان کی بہت عزت کرتی ـــــ جولیا ایوان سے محبت کرتی" ـــــ وہ بغیر رکے کہتی رہی۔

ایوان نے موضوع بدلنے کے لئے اُس سے دریافت کیا:

"پیاس تو نہیں لگی؟ پانی لاؤں"۔

جولیا نے ایک گہری سانس بھری۔ پھر محبت اور ندامت بھری نظروں سے ایوان کو دیکھا۔

"پانی ـــــ؟ اُس نے اطالوی میں دُہرایا۔

دونوں اُٹھ کھڑے ہوئے اور ندی کی طرف چل دیے۔ جولیا نے اس کا بازو پکڑ کر اپنا رُخسار اس کے چہرے سے رگڑا۔ ایوان اپنی انگلیوں سے اس کے بالوں میں کنگھی کرنے لگا مگر پھر یہ محسوس کر کے کہ جولیا ذہنی طور پر بے حد بے چین اور مضطرب ہے جلدی سے ہاتھ روک لیا۔

(۱۹)

ندی اُتھلی مگر بے حد تیز رفتار تھی۔ اس کے ایک موڑ پر تیز دھارے نے بجری کے

ایک قطعے کو گھاس اور مٹی سے آزاد کر دیا تھا اور کنارہ صاف تھا اُس جگہ پہنچ کر ایوان اور جولیا نے چلّو سے پانی پیا اور پایاب ندی میں سے گزرتے ہوئے دوسرے کنارے کی طرف بڑھے۔ پانی بے حد سرد اور تیز رَو تھا۔ ان کے پیر کٹے جا رہے تھے۔ جولیا سیدھی دوسرے کنارے پر جا پہنچی مگر ایوان اپنی پھٹی ہوئی پتلون کے پائنچے چڑھا کر گھٹنوں گھٹنوں پانی میں اُتر گیا۔ اُسے منہ ہاتھ دھونے کی اشد ضرورت تھی۔ اُس نے اپنی بڑھی ہوئی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرا اور پانی میں اپنا عکس دیکھنا چاہا۔ اس جگہ پانی کا بہاؤ زیادہ تیز نہ تھا اس لئے اس کی یہ خواہش آسانی سے پوری ہو گئی۔ بالکل آوارہ گرد معلوم ہوتا ہوں، اس نے مسکراتے ہوئے سوچا پھر جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"عجیب ہونق لگ رہا ہوں"۔

جولیا نے کوئی جواب نہ دیا اور کنارے پر چُپ چاپ بیٹھی خلا کو تکتی رہی۔

"ارے بھئی کیا بہت خوفناک لگ رہا ہوں؟ —— بتاؤ نا؟"

جولیا نے جھرجھری لے کر ایوان کی طرف دیکھا اور بالوں بھرے گالوں کو رگڑتا دیکھ کر اُس کی بات کا مطلب سمجھ گئی۔

"ایوان خوفناک نہیں —— نفیس، بہت نفیس۔ ایوان بہت اچھا"۔

ایوان منہ دھوتے دھوتے سوچنے لگا کہ کوئی خاص بات ہے جس کی وجہ سے جولیا اس قدر دل گرفتہ اور پریشان نظر آ رہی ہے۔ اتنا متفکر اس نے اُسے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اُس وقت بھی نہیں جب وہ دونوں جرمنوں کے نرغے میں گھرے ہوئے تھے۔ فکر و تردد کا یہ انداز اُس کی فطرت سے لگّا نہ کھاتا تھا۔ جولیا کے برعکس ایوان اپنے سارے تفکرات فراموش کر کے اس پُر فضا مرغزار میں آرام کی سانس لے رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس

کی ہم سفر لڑکی پھر وہی پہلی سی شوخ و چنچل جولیا بن جائے۔ اُسے جولیا کی دلجوئی کرنا چاہیے اُسے پیار کرنا چاہیے۔ ایوان نے سوچا۔ مگر اُن دونوں کے درمیان جو ایک حدِ فاصل سی قائم تھی وہ اُسے پیار کرنے کی ہمت نہ رکھتا تھا۔ جولیا کی پرکشش شخصیت اُسے اپنی طرف کھینچتی مگر وہ ہر بار اپنے آپ پر قابو پا لیتا

منہ ہاتھ دھونے کے بعد ایوان نے شرارت سے جولیا کی طرف پانی اچھالا۔ جولیا چونک پڑی اور تعجب بھری نظروں سے ایوان کو دیکھنے لگی۔ پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"ڈر گئیں"

"نہیں"۔

"پھر سوچ کیا رہی ہو؟"

"کچھ بھی نہیں"۔

"کچھ تو"۔

"کچھ نہیں۔ ایوان جولیا کچھ نہیں سوچتی۔ جولیا نے ٹوٹی پھوٹی روسی میں جواب دیا۔

ندی سے باہر آتے ہوئے ایوان نے کہا: تمھیں روسی زبان سیکھنے میں زیادہ دیر نہ لگے گی۔ یقیناً تم اسکول میں بہت تیز رہی ہو گی"۔

"میں اسکول میں سب سے زیادہ ہوشیار لڑکی سمجھی جاتی تھی" جولیا نے ہنس کر جواب دیا۔ پھر ایوان کی ٹانگ کی طرف دیکھ کر وہ یکایک چلائی۔ "مقدس مریم — خون!"

"کیا؟"

"خون — خون! جولیا نے اُس کی ٹانگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

ایوان نے نیچے دیکھا۔ اس کے گھٹنے پر سے بہتے ہوئے خون کی ایک لکیر سی اس کی بھیگی ہوئی پنڈلی پر بن گئی تھی۔ گھٹنے کے زخم کا منہ کھل گیا تھا۔ جولیا کے پاس بیٹھ کر اُس نے پتلون کا پائنچہ اوپر کھسکایا۔ کتّے نے جہاں کاٹا تھا وہاں پانی لگنے کی وجہ سے خون دوبارہ رِسنا شروع ہو گیا تھا۔ جولیا گھبرا کر اُس پر جھکی۔ گو زخم زیادہ نہ تھا اور اندیشے کی کوئی ایسی خاص بات نہ تھی مگر وہ بے حد پریشان ہو گئی۔

"اوہ ایوان! بہت تکلیف ہو رہی ہوگی۔ اوہ مریم۔ یہ ہوا کیسے"

"ارے وہ شکاری کتا نہیں تھا — میں اس کا گلا گھونٹنا چاہ رہا تھا مگر اس بدذات نے میری ٹانگ دبوچ لی" ایوان نے ہنس کر جواب دیا۔

جولیا نے اس کی ٹانگ پکڑ لی اور جھاڑن سے خشک اور تازہ خون صاف کر دیا۔ اُس کی انگلیوں کے لمس سے ایوان کو بڑی راحت ملی اور وہ کہنیوں کے بل گھاس پر لیٹ گیا۔

"پہاڑ کی طرف دیکھو۔ اپنا منہ اُس طرف کرو" جولیا نے حکم دیا۔

ایوان نے فوراً تعمیل کی۔ جولیا نے اپنی پوشاک میں سے ایک لمبی پٹی پھاڑی۔ اور بولی — "دوا — چاہیے"

"دوا کیسی؟ معمولی زخم ہے۔ بھر جائے گا"

"نہیں — کتے کا کاٹا بہت بری — بہت بری بیماری"

"بیماری نہیں۔ معمولی زخم — روسی زبان میں زخم کو 'رانا' کہتے ہیں"

"رانا! — بہت برا رانا"

ایوان نے چاروں طرف دیکھ کر ایک خاص گھاس کا پتا توڑا اور جولیا کو دیتے ہوئے

بولا: —

"یہ لو اپنی دوا — امّاں ہمیشہ ایسی ہی دوائیں استعمال کرتی تھیں۔ جڑی بوٹیاں"

"یہ؟ — یہ تو پلانٹیگو میجر، ہے — دوا نہیں" جولیا نے پتے کو غور سے دیکھنے کے بعد کہا۔

"کیا اُڑا رہی ہو۔ یہ صاف پلینٹین ہے۔ تمھیں پتا ہی نہیں۔ اسے لگانے سے گھاؤ بھر جاتا ہے۔"

"پلینٹین نہیں۔ اسے لاطینی میں پلانٹیگو میجر کہتے ہیں۔"

"تمھیں لاطینی بھی آتی ہے؟"

"جولیا کو لاطینی خوب آتی۔ جولیا نے علم نباتات بھی پڑھا۔"

ابتدائی علم نباتات ایوان نے خود بھی پڑھا تھا اور جسے اب وہ بھول بھال چکا تھا اور دیہاتی علاج معالجے پر بھروسہ کرتے ہوئے اُس نے وہی پتا اپنے سوجے ہوئے زخم پر چپکا دیا جولیا نے پہلے تو احتجاجاً اپنا سر انکار میں ہلایا مگر پھر اس کی ٹانگ پر پٹی باندھنے میں مصروف ہو گئی۔

جب سے ان دونوں کی ملاقات ہوئی تھی اُس وقت سے اب تک ایوان نے پہلی مرتبہ اُس لڑکی کو اپنے سے برتر محسوس کیا۔ جولیا اُس سے زیادہ تعلیم یافتہ تھی۔ اس خیال سے اس کی عزت ایوان کے دل میں اور بڑھ گئی۔ ایوان کو اب ایسے پودوں اور پھولوں میں مزید دلچسپی پیدا ہوئی جس کے نام اُسے معلوم نہیں تھے۔ اُس نے ہاتھ بڑھا کر ایک پھول توڑ لیا جو بظاہر خودرو ڈیزی کا پھول معلوم ہو رہا تھا۔

"اس پھول کا کیا نام ہے؟"

جولیا بڑی توجہ سے پٹی باندھنے میں مشغول تھی مگر اُس نے سر اُٹھا کر پھول پر نظر ڈالی۔

"پائی ریتھرم روزیم"۔

"ہونہہ۔ ہم تو اسے روسی میں "روماشکا" کہتے ہیں"۔ پھر اُس نے ایک اور ننھا سا پھول توڑا جو جوار کے بھٹے کی طرح مرجھایا ہوا معلوم ہو رہا تھا اور اُسے جولیا کو دکھا کر پوچھا۔

"اور اسے؟"

"اِسے؟ —— اِسے، پرائی مُلّا اور کولاٹا"۔

"اور اسے" ایوان نے ایک اور پھول کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

"جینٹیا پائی رینکا"۔

"تم تو بڑی قابل نکلیں بھائی۔ مگر تمھارا علم صرف لاطینی ہی تک محدود ہے"۔

جولیا نے کوئی جواب نہ دیا۔ اُس نے پٹی کو آخری چکر دے کر گرہ باندھ دی اور ایوان سے کہا:

"بس اب لیٹ جاؤ۔ بالکل خاموش لیٹے رہو"۔

ایوان گھاس پر لیٹ گیا۔ جولیا نے اپنا ہاتھ اس کی پشت پر، جو دھوپ کی وجہ سے بے حد گرم ہو رہی تھی، رکھ دیا اور بولی

"روسو اچھا لڑکا —— بہت اچھا لڑکا"۔

"بس رہنے بھی دو۔ ابھی ابھی تو تم نے مجھے ولاسوف جیسا آدمی قرار دے دیا تھا"۔ ایوان نے کہا۔

"ولاسوف جیسا آدمی نہیں —۔ جولیا کو ایوان پر بھروسہ۔ ایوان کو سچی بات معلوم

جولیا کو اصلیت کی خبر نہیں۔"

"ولاسوف نے تمھیں کیا بتایا تھا۔کہاں ملی تھیں اس سے۔"

"کیمپ میں ـــــ ولاسوف بولتا تھا کہ روسی اجتماعی کھیت میں لوگ بھوکے۔ اجتماعی فارم بہت خراب"۔

"الّو، کا پٹھا ـــــ کُلک رہا ہو گا وہ"۔ ایوان نے ہنستے ہوئے کہا۔"یہ تو صحیح ہے کہ ہم سب کی زندگیاں ایک سی نہیں تھیں۔کچھ اچھے حال میں تھے اور کچھ برے حال میں۔ وہ کوئی جنت تو نہیں کہ جہاں چین ہی چین ہو ـــ میں تم سے اس کا تذکرہ نہیں چاہتا تھا مگر ـــــ"

"بتاؤ ایوان ـــــ ضرور بتاؤ"۔ جولیا نے اصرار کیا۔

اچھا تو سنو ـــــ اجتماعی فارم مختلف قسم کے تھے۔ ہر جگہ کی زمین ایک سی تو نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر جہاں میں رہتا تھا وہ بالکل پتھریلا علاقہ تھا کنکریلا اور دلدلی۔ اکثر ہماری فصلیں خراب ہو جاتی تھیں۔مگر رفتہ رفتہ سارے مسائل حل ہوتے گئے۔ تم نہیں جانتیں کہ اس عرصے میں ہم نے کتنے بڑے بڑے دلدلی علاقوں کو خشک کر کے کاشت کے قابل بنا لیا تھا۔ ہمارے علاقے میں ٹریکٹر اور دوسری زراعتی مشینوں کا بھی استعمال شروع ہو گیا تھا۔ اجتماعی کھیتوں میں بھی کام بہتر طریقے سے ہونے لگا تھا۔مگر پھر جنگ چھڑ گئی"۔

جولیا اس کے نزدیک سرک آئی اور بولی، ایوان کچھ سائبیریا کے متعلق بھی بتاؤ۔"

"اگر سائبیریا سے تمھارا مطلب سائبیریا کے کنسنٹریشن کیمپ ہیں، تو وہ بھی حقیقت پر مبنی تھے۔ ان کیمپوں میں دولت مند موروثی کُلک زمینداروں اور کسانوں کو

اور اسی طرح کے دوسرے سماج دشمن عناصر کو قید کیا گیا تھا۔ ایسے چار سماج دشمن خود میرے گاؤں ٹریشکی میں پکڑے گئے تھے۔"

"دشمن؟ دشمن کیوں؟"

"دراصل یہ لوگ بورژوازی کے طرف دار تھے۔ ان لوگوں نے اجتماعی کھیتوں کے مویشیوں کو ایک متعدّی بیماری میں مبتلا کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"اچھا ـــ تب تو بہت بُرے لوگ تھے وہ۔"

"ہاں۔ مگر شائد سب ہی اتنے بُرے نہ تھے لیکن اُن سب کو دس دس برس قید کی سزا ملی تھی اور ان سب کو سائبیریا چلتا کر دیا گیا تھا تاکہ وہاں کیمپوں میں رہ کر اپنے آپ کو سدھار سکیں۔"

"کیا یہ سب سچ ہے ایوان؟"

"ہاں۔ بالکل سچ ہے۔"

ایوان کروٹ کے بل لیٹ کر بڑے انہماک سے ڈیزی کی پنکھڑیاں توڑنے میں مصروف ہو گیا۔

"ایوان کو اپنے دیس سے محبّت ہے؟"

"اپنے دیس سے نہیں تو اور کس سے محبت کروں؟ ہر ملک میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ اچھے بھی اور بُرے بھی۔ لیکن میرے خیال میں ہمارے یہاں اچھے لوگوں کی تعداد بُروں سے زیادہ ہے۔ جب اَبّا مرے اور ہماری گائے نے بھی دودھ دینا بند کر دیا تو ہم لوگوں کو بہت کڑا وقت دیکھنا پڑا۔ ہم صرف آلو کھا کر گزارہ کرتے تھے کبھی گاؤں کی ایک عورت ہمارے لئے کچھ لے آتی، کبھی دوسری۔ جاڑوں کے لئے ہمارے

ایک پڑوسی نے از راہِ ہمدردی ایندھن فراہم کر دیا تھا۔ ہمارے سب ہی پڑوسی اماں کی بیوگی پر آنسو بہاتے تھے۔ مگر ہمارے گاؤں میں چند مفسد قسم کے انسان بھی تھے انھوں نے ہمارے اسکول کے ماسٹر اناطولی کے خلاف جھوٹی چغلیاں کھائیں اور اُن بے چارے کو گرفتار کرا دیا۔ اناطولی بے حد راستباز، نیک اور شریف انسان تھے۔ وہ بہت ذہین، سمجھدار اور بڑے صاف گو تھے۔ اجتماعی فارم کے چیرمین کے سامنے فارم کے کارکنان کی غلطیوں پر بے لاگ تنقید کرتے تھے۔ ایسی تنقیدوں سے وہ اپنے لوگوں کی مدد ہی تو کرنا چاہتے تھے۔ مگر ہوا یہ کسی کُتّے کے بچّے نے ان کے خلاف حکّام سے جا کر یہ شکایت کر دی کہ وہ اجتماعی فارم اور حکومت کے مخالف ہیں نتیجے میں ان کو بھی دس سال کی سزا ملی۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک سخت غلطی اور اناطولی کے ساتھ ناانصافی تھی۔"

"لوگوں نے اناطولی کا ساتھ کیوں نہ دیا، اُن کی طرف داری کیوں نہ کی؟" جولیا نے سوال کیا۔

"سب نے طرف داری کی — سارے گاؤں نے — مگر — مگر —" پُرانی تلخ یادوں کی یلغار کی وجہ سے ایوان اپنی بات جاری نہ رکھ سکا اور لیٹے لیٹے ڈیزی کے ڈنٹھل کُترتا رہا۔ جولیا نے آہستہ سے اس کا پٹّی بندھا اگرم گھٹنا سہلایا۔

"سب کچھ ہوا — پرانا طرزِ زندگی ختم کر دیا۔ نئے معاشرے کی بنیاد پڑی تھی۔ ہر چیز نئی تھی۔ ایسا انقلاب آسان بات نہیں۔ بہت خون خرابا ہوا۔ مگر کٹھن زمانے جلد بھلا دیئے جاتے ہیں۔ اچھے وقت زیادہ عرصے تک یاد رہتے ہیں۔ ہمارے سامنے مشکلات تھیں۔ طرح طرح کی تکلیفیں تھیں مگر امن تھا، چین تھا۔ پر امن

زندگی ہی اصل چیز ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ وہ مشکلات اور وہ تکلیفیں پھر لوٹ آئیں مگر جنگ بند ہو جائے، جنگ نہ ہو تو ہم ہر مشکل، ہر صعوبت پر قابو پالیں گے۔"

"روسی حیرت انگیز، روس حیرت انگیز — جنت"۔ جولیا نے جوش سے کہا۔

ایوان نے ڈیزی کا ڈنٹھل تھوک دیا اور بولا:

"حیرت کی کون سی بات ہے اس میں؟ جدوجہد — مسلسل اور پُر خلوص جدوجہد — ہمیں اپنا دفاع اور اپنی فوج کو مضبوط کرنا پڑا۔"

"اوہ — روسی فوج جیتے گی"۔ جولیا نے اُسی جوش و خروش سے جواب دیا

"وہ تو تم دیکھ ہی رہی ہو۔ ہم نے کتنی طاقت حاصل کرلی ہے۔ جنگ کے بعد جب یہی طاقت ہم اپنی معاشی حالت سدھارنے میں استعمال کریں گے پھر دیکھنا ہم کہاں سے کہاں پہنچتے ہیں۔"

جولیا تھوڑی دیر چپ بیٹھی رہی۔ پھر بولی: "جولیا نے روس کے بارے میں بہت کچھ سنا۔ روس بہت طاقتور"۔ پھر اُس نے اُداسی سے مسکراتے ہوئے کہا:

"جولیا کے ایسے ہی خیالات — جب ہی وہ اپنے پاپا کے پاس سے بھاگی۔ روما میں پاپا نے اپنی فرم کی جبلی منائی۔ بہت سارے مہمان جمع تھے۔ ان میں سے ایک ایس۔ ایس افسر تھا۔ وہ روس ہو آیا تھا — بولتا تھا — روس بہت برا، بہت غریب اور غیر مہذب' — جولیا بولی: 'غلط — روس جرمنی سے بہتر' — افسر بولا: 'تم کمیونسٹ' — جولیا بولی: 'کمیونسٹ نہیں — حق پرست' — پاپا نے جولیا کو تھپڑ مارا اور جولیا بھاگ کر ماریو کے پاس نیپلز چلی گئی۔ ماریو کمیونسٹ تھا۔ جولیا ہمیشہ کہتی۔ روس اچھا۔ ایوان کیمپ سے بھاگ نکلا۔ جولیا بھی اُس کے

پیچھے بھاگ نکلی ـــــ روسی ایوان ہیرو ـــــ"

"میں ہیرو بالکل نہیں ہوں۔ بس ایک معمولی سپاہی ہوں۔" ایوان نے احتجاج کرتے ہوئے جواب دیا۔

"معمولی سپاہی نہیں! روسی سپاہی۔ بہادر ـــ ہیرو۔ سب سے بہادر۔ سب سے مضبوط۔" جولیا نے چند روسی الفاظ استعمال کرتے ہوئے بڑے جوش اور ولولے سے کہا۔ اس کا لہجہ اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ اپنے نظریات پر ہمیشہ اور ہر حالت میں مضبوطی سے قائم رہے گی۔

"جولیا نے کیمپوں میں تمھارے ہیرو دیکھے ـــ جولیا نے مشرقی محاذ پر تمھارے دلاوروں کی جوانمردی کے قصے سُنے۔ ہمارا خیال ہے کہ تمھارا وطن سب سے زیادہ مضبوط، سب سے زیادہ انصاف پرست، سب سے۔"

"یہ حقیقت ہے کہ ہمارا ملک سب سے زیادہ انصاف پرست ہے۔ میں نے بغیر فیس ادا کئے ٹریکٹر چلانا سیکھا۔ تربیت یافتہ کسان بغیر کسی معاوضے کے ہماری رہنمائی کرتے تھے۔ ہمیں نئی نئی اور مفید باتیں بتاتے تھے۔" ایوان نے فخریہ انداز میں بتایا۔

جھگڑے کے بعد پہلی بار جولیا کی آنکھیں ہنس پڑیں۔

"حیرت انگیز! روس حیرت انگیز۔ جولیا روس پر عاشق۔ جولیا کو ہمیشہ ہر تعجب خیز چیز پسند ـــ ایوان غیر معمولی حیرت انگیز۔ ایوان روسی کمیونسٹ ـــ ایوان روس کو بچائے گا ـــ جولیا کو بچائے گا ـــ"

"سب سے پہلی بات تو یہ کہ یہ خاکسار کمیونسٹ نہیں ہے۔" ایوان نے جولیا

کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "میں ابھی اُس اسٹیج تک پہنچا ہی نہیں ہوں۔ دوسری بات یہ کہ سوویت یونین نے اٹلی اور فرانس اور یونان کو بچایا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی دوسرے ملکوں کو بچایا ہے — حالانکہ ان میں سے بہت سے ملک بورژوا ہیں۔ اگر ہم نے ہٹلر کو آگے بڑھنے سے نہ روکا ہوتا تو اور کون روک سکتا تھا۔"

"ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔" جولیا مسکراتے ہوئے اس کا گھٹنا اور برہنہ پہلو سہلانے لگی۔ ایوان جھینپ گیا۔ پھر اچانک اُس نے جُھک کر اُس کے رُخسار کے زخم پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے۔ ایوان کو جُھرجُھری سی آگئی۔ گویا اُسی جگہ پر اسے دوبارہ زخم لگا ہو۔ ایوان نے بازو اُٹھا کر ایک طرح اپنی مدافعت سی کرنا چاہی مگر جولیا نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور بڑے جوش کے ساتھ اُس کے زخموں کے نشان چومنے لگی — کندھے پر گولی کے زخم کا نشان، کُہنی کے اوپر دوسری گولی کے زخم کا نشان اور پھر پٹی بندھا گھٹنا۔ جولیا کی اس ہیجانی کیفیت نے ایوان کو بھونچکا کر دیا۔ وہ مضطرب ہو گیا۔ اُس کا دل بھر آیا۔ جولیا اُسے چومتی رہی۔ اُن کے درمیان جو حدِّ فاصل قائم تھی اب اُسے سلامت رکھنا ناممکن سا ہوتا جا رہا تھا۔ یہ جانے بغیر کہ یہ بات مناسب ہے یا نہیں، ایوان نے ایک انجانی طاقت کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ کہنی کے بل اُٹھا اور جولیا کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا، آنکھیں بند کیں اور اس کے نرم اور گرم ہونٹ چوم لئے۔ پھر وہ گھاس پر گر گیا۔ ہاتھ پھیلائے اور زور سے ہنسا۔ مگر آنکھیں کھولنے کی ہمت نہ کر سکا۔ اور جب اُس نے آنکھیں کھولیں تو جولیا کے جھوّا ایسے بالوں والا سر اپنے اوپر جُھکا ہوا پایا۔ اس کے

لب وا تھے اور موتی جیسے چمک دار دانت نظر آ رہے تھے۔ ایک لمحے کے لئے ایسا لگا جیسے جولیا کا دم گھٹ رہا ہو۔ وہ کچھ کہنا چاہتی ہے مگر کہہ نہیں سکتی۔ اُس کی آنکھوں میں جھلملاتا ہوا تعجب اور سرور باہر آنے کا راستہ تلاش کر رہا تھا۔ وہ ایوان سے لپٹ گئی اور بڑی گرم جوشی اور اپنائیت سے سرگوشی کی:

"ایوان ــــــ میری جان!"

(۲۰)

اس اَن کہی بات پر، اس نامعلوم چیز پر جس نے ان دونوں کو اب تک جُدا رکھا تھا، اب فتح پائی جا چکی تھی۔ اس کا تجربہ کیا جا چکا تھا، گو یہ تجربہ حیات افزا اور راحت بخش تھا مگر تقریباً لمحاتی تھا، جن سوالات نے جولیا کو اب تک پریشان کر رکھا تھا وہ حقیقت سے علیحدہ کر کے پس منظر میں ڈھکیلے جا چکے تھے۔ اس لمحے کے بعد اب صرف دھرتی کی نشہ آور مہک اور کوکنار کے پھولوں کی مہک اور بلند و بے کنار آسمان کی چمک ان دونوں کے سامنے موجود تھی۔ وہاں پہاڑوں کے ازلی سناٹے میں، موت سے صرف بال برابر فاصلے پر، نامعلوم، پُراسرار، قطعی اور لازمی زندگی سے بھرپور کسی نئی چیز نے جنم لیا ــ اپنی آمد کی اطلاع دی ــ اپنی طرف بُلایا۔

گھاس پر نیم دراز ایوان بار بار جولیا کی پشت پر، جو تمازتِ آفتاب سے جل رہی تھی۔ ہاتھ پھیرتا رہا، جولیا اُس کے سینے سے چمٹی ہوئی اپنے جلتے ہوئے رُخسار اُس کے کندھے کے زخم کے نشان سے رگڑتی رہی اور چند ناقابلِ فہم الفاظ

بڑبڑاتی رہی۔ مگر ایوان اِن ناقابلِ فہم الفاظ کے معنی سمجھ رہا تھا۔ وہ ہنس رہا تھا۔ ہلکا پھلکا ہو کر فضا میں تیر رہا تھا۔ آسمان مدہوش ہو کر زور زور سے چکر کاٹنے لگا۔ زمین ایک عظیم الشان ٹیڑھی میڑھی طشتری کے مانند ترچھی ہو گئی۔ ایک عجیب پُر افسوں اور مست کر دینے والی خوشبو، سارے میں پھیل چکی تھی۔

وقت تھم گیا۔ خطرے ٹل گئے۔ جولیا کی سیاہ آنکھیں ایوان کے چہرے پر سُلگ رہی تھیں۔ ان آنکھوں نے فکر، دُکھ، شرارت کسی بھی چیز کا اظہار نہیں کیا۔ اُس کی آنکھیں خاموشی مگر تحکمانہ انداز سے اُس کو صرف اُس کو پکار رہی تھیں وہ اس پکار کو نظر انداز نہ کر سکا۔ ایوان کے ہونٹوں نے لڑکی کے نرم ہونٹوں کو تلاش کیا اور اُسے اپنی طرف کھینچ کر دونوں بازوؤں میں جکڑ لیا۔ خاموشی مکمل ہو گئی اور اس خاموشی میں پہاڑی ندی کی آواز بلند ہوئی ــــ اُس ندی کی آواز جو خلا سے نکل کر شاہانہ انداز میں ابدیت کی طرف بہہ رہی تھی۔ ایوان چاہتا تھا کہ کہیں کھو جائے، گم ہو جائے، اپنے آپ کو ندی کی لہروں میں سمو دے اور ابدیت کی طرف بہتا چلا جائے۔ دھرتی سے قوت حاصل کرے اور اسی دھرتی کی فراخ دل، شانت اور ملائم قوت کا جزو بن جائے۔

لیکن زمین ہلتی رہی، ڈولتی رہی۔ آسمان چکر پر چکر لگاتا رہا۔ ایوان نے اپنی نیم وا آنکھوں سے دیکھا کہ لڑکی کے چہرے کے روئیں دھوپ نے سنہرے کر دیئے ہیں۔ اس کا ننھا سیپ جیسا کان گلابی ہو چکا ہے۔ اُس نے کان کی لو کو دھیرے سے اپنے دانتوں میں دبا لیا۔ جولیا نے ہلکی سی سسکی بھری۔ ایوان نے کان کی لو چھوڑ دی۔

ایوان کے دل نے ایک انوکھی اور انجانی آواز میں اُس ننھی سی شرمیلی نسکانی سسکی

کا اتنے ہی شرمیلے پن سے جواب دینا چاہا ۔ وہ آواز جو ذرا سا ہچکچائی، جس نے تھوڑا سا احتجاج کیا ـــ جو کسی بات سے خائف تھی، ایوان نے اسی آواز کو سُنی ان سُنی کرتے ہوئے اس کا احتجاج نظرانداز کرنا چاہا، وہ اب کچھ اور نہیں جاننا چاہتا تھا۔ اس کے شعور میں پہاڑی ندی شور مچائے جا رہی تھی۔ دھرتی اپنی ساری گہرائیوں کے ساتھ گنگنا رہی تھی اور اس کی روح کے نہاں خانے میں چھپے مسرت تحکم آمیز ہیجان کی آواز بازگشت فوارے کی مانند اُبل رہی تھی۔

دھرتی نے اُسے اپنا ازلی امرت پلایا۔ قوت کی ایک پُرشکوہ لہر اُس کے جسم میں اُمڈی۔ اُس نے جولیا کو نرمی سے اپنی باہوں میں لے لیا اور زمین و آسمان نے اپنی اپنی جگہیں بدل لیں۔

اب مطلق کوئی پرواہ نہیں۔ وہ اس کے بازوؤں میں تھی ـــ پُراسرار اور اجنبی۔ کوکنار کے پھولوں کی جگمگاہٹ میں گھری، خاموش۔ مختصر اور کمزور ـــ اور اس کے باوجود دھرتی کی مالکہ ـــ اپنی اور اس کی مالکہ ـــ

گاتی گنگناتی ندی نے، اَن جانے ساحلوں کی اُور اُن کو بلاتے ہوئے اپنا سفر جاری رکھا۔ جولیا اس کی باہوں میں چھپی رہی۔ انوکھے، اجنبی، لیکن جانے بوجھے الفاظ اس کے نیم وا ہونٹوں پر مچلا کیے۔ اس وقت الفاظ بے معنی ہو چکے تھے۔

پاتال، پہاڑ اور دھرتی کی ندیوں کے عظیم الشان ترانے، سب نے باہمی مشورے اور رضامندی کے ساتھ خاموش ہو کر زندگی کے عظیم راز کو برکت دی۔

(۲۱)

وہ جاگ اُٹھا۔ اُس نے محسوس کیا کہ جیسے وہ کوئی غیر معمولی، عظیم اور بے حد نشاط آفریں شے کھو بیٹھا ہے۔ اُس نے سر اُٹھا کر جولیا کو دیکھا اور مسکرایا۔ اُس کا اندیشہ غلط تھا۔ کوئی چیز غائب نہیں ہوئی۔ کچھ نہیں کھویا گیا۔ اور جیسا کہ اُس نے پہلے سوچا تھا، یہ خواب بھی نہیں تھا، مدتوں بعد پہلی مرتبہ حقیقت حسین ترین خواب معلوم ہوئی۔

جولیا اپنے بازو پر سر رکھے گھاس پر سو رہی تھی لیکن اس کی سانس خوابیدہ انسان کی جیسی ہموار نہیں تھی۔ بار بار ایسا لگتا جیسے وہ کچھ سننے میں منہمک ہو۔ اکثر وہ آہ بھرتی اُس کے نیم وا ہونٹ برابر ہل رہے تھے۔ جیسے وہ کچھ کہہ رہی ہے۔ لیکن الفاظ منہ سے نہیں نکل رہے تھے۔ اُس کے ابرو اور رُخسار شاید اُس کے سپنوں کا ساتھ دیتے ہوئے تھرتھرائے۔ جو کچھ بھی وہ سپنے میں دیکھ رہی تھی، محبت سے معمور تھا، سہانا تھا کیونکہ خود سپردگی کا خاموش، با اعتماد تبسّم بار بار اُس کے ہونٹوں پر کھیلنے لگتا تھا۔

اس مرغزار میں انہوں نے کافی وقت گزارا۔ سورج ڈوب گیا۔ تاریکی بڑھی اور وادی گہرے گہرے میں ڈوب گئی۔ صرف پہاڑوں کی بلند ترین چوٹیاں ڈوبتے ہوئے سورج کی کرنوں سے جگمگا اُٹھیں۔ یہ گویا اس غیر معمولی، غیر متوقع دن کو سورج کا الوداعی پیغام تھا۔ یہ دن جو ایک صلے کی طرح اس کی زندگی میں نمودار ہوا تھا۔

ایک تنہا اور اُداس ستارہ دور افق پر ٹمٹمانے لگا۔

اب سفر پھر شروع کرنا چاہیے یہ سوچ کر وہ جولیا کی طرف مڑا لیکن وہ سوتے میں اتنی پیاری، بے بس اور کمزور سی معلوم ہو رہی تھی کہ اس کو جگانے کی ایوان کو ہمت نہ ہوئی۔

وہ بے تابی سے اس کا چہرہ تکنے لگا گویا اُسے پہلی بار دیکھ رہا ہو۔ اب اس کی ہر جنبش، ہر تبسّم ایک اہم معنویت کا حامل تھا۔ وہ اس پیاری ہستی کے وجود کے اندرونی اسرار

سمجھنے کی کوشش میں اُسے دیر تک دیکھتے رہنا چاہتا تھا۔ اس لڑکی میں اُس نے غیر متوقع، پاکیزہ مسرت پائی تھی اور وہ اس مسرت سے مدہوش ہو رہا تھا۔ ابتدائی لمحات کا تیز نشہ اترتا جا رہا تھا مگر خوشی کا احساس زیادہ گہرا ہو چکا تھا۔ وہ ساکت بیٹھا اس ننّھے سے انسانی معجزے کو اس طرح تکتا رہا گویا کسی ناقابل فہم راز کا نظارہ کر رہا ہو۔ یہ معجزہ جو اتنی خوبصورتی اور مسرت سے، اور اس کی زندگی میں اتنے عرصے بعد ظہور پذیر ہوا تھا۔

وہ دھرتی ماتا کے مضبوط سینے سے چمٹی سوتی رہی۔ اس کے نازک نتھنے ہلکے سے پھڑپھڑائے۔ ایک بھنورا اس کی آستین پر رینگنے لگا۔ جیکٹ پر سے گزرتا ہوا کندھے پر پہنچ گیا، اُڑنے کے لئے پر پھیلائے مگر رینگنا جاری رکھا۔ ایوان نے احتیاط سے اُسے ایک طرف جھٹک دیا اور صلیب والا فیتہ گردن پر اپنی جگہ واپس رکھ دیا ——— جولیا جاگی نہیں۔ اُس کی نیند اور گہری ہو گئی۔ ایوان آہستہ سے مسکرایا۔ کون یقین کریگا کہ دو دن کے اندر اِس لڑکی نے اس کے دل میں وہ جگہ حاصل کر لی تھی جو اس کی ہم وطن لڑکیاں آج تک نہ حاصل کر سکی تھیں۔ اور ایسے بے موقع اور بے تکے حالات میں اُس لڑکی نے اس کا دل جیت لیا تھا ——— وہ کبھی سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ اپنے چوتھے فرار کے دوران جب کہ وہ موت کے مُنہ سے بچنے کی کوشش میں مصروف تھا، اچانک اپنی زندگی کی پہلی محبت سے دوچار ہوگا۔ دنیا کی ہر چیز آپس میں کس قدر اُلجھی ہوئی ہے! کسی کو نہیں معلوم کہ یہ بھول بھلیّاں کس نے بنائیں۔ انسان نے یا خدا نے؟ مگر کوئی نہ کوئی تو ضرور ہی اس گورکھ دھندے کا ذمہ دار ہوگا۔ آپ جنگی قیدیوں کے کیمپ سے بھاگتے ہیں، موت آپ کے تعاقب میں ہے اور آپ ایک اجنبی اور غیر ملکی لڑکی سے جا ٹکراتے ہیں اور وہ لڑکی جو ایک دوسری ہی دنیا سے تعلق رکھتی ہے۔ دفعتاً آپ کی زندگی کی

اہم ترین شے بن جاتی ہے۔

لیکن سفر ابھی باقی ہے۔ اب تاخیر کا وقت نہیں۔ اب جولیا کو جگانا ہی پڑے گا۔ مگر جگانے کے بجائے وہ خود آہستگی سے اُس کے نزدیک لیٹ گیا۔ اس کے سر پر جھکے کو کنارے کے ڈنٹھل کو ہٹا کر ایک سفید پتنگے کو، جو اس کے بالوں پر بیٹھنا چاہتا تھا، بھگا یا تھوڑا اور سو لینے دوں، ایوان نے آرام سے دراز ہوتے ہوئے سوچا۔

بھالو پہاڑ کی گلابی چوٹیاں بھی رات کے اندھیرے میں غائب ہو گئیں۔ ستارے نکل آئے۔ لیکن ایوان سو چکا تھا۔

جولیا سردی کے مارے کروٹیں بدلنے لگی۔ پھر وہ ایوان سے لپٹ گئی۔ ایوان جاگ اٹھا۔ جولیا نے اس کا بازو پکڑ کر اُس کے کان میں کچھ کہا۔ وہ اس اجنبی غیر مانوس زبان کا مطلب پہلے ہی سمجھ چکا تھا۔ اُس نے جولیا کو اپنی بانہوں میں لے لیا اور اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں پر رکھ دیئے۔

اب سردی بڑھتی جا رہی تھی۔ ہوا تھم چکی تھی مگر ندی کا شور اُسی طرح جاری تھا۔ مرغزار کے پودوں کی تیز مہک سے ان دونوں کے جسم میں گرم گرم خون کی گردش زیادہ تیز ہو گئی۔ زمین، آسمان اور پہاڑ اندھیرے میں اونگھا کئے۔ ایوان اٹھ بیٹھا اور لڑکی کی آنکھوں میں جو اُس کی دن والی آنکھوں سے بالکل مختلف تھیں، جھانکنے لگا۔ اس کی سیاہ آنکھوں کی گہرائیوں میں ستارے جل رہے تھے۔ رات کی پرچھائیاں اس کے چہرے پر سے گزرتی رہیں۔ وہ ایوان کی گردن، سر اور شانوں پر اپنے نرم اور لرزاں ہاتھ پھیرنے لگی۔

"جولیا ——!"

"ایوانیو ۔۔۔!" جولیانے خود سپردگی کے لہجے میں جواب دیا۔

"مجھ سے خفا تو نہیں ہو؟"

"نہیں ایوانیو۔"

"اور اگر میں تمھیں چھوڑ دوں؟"

"نہیں میری جان ۔۔۔ ایوان مجھے نہیں چھوڑے گا۔ ایوان روسی، ایوان شریف نیک اور مہربان۔ ایوان میرا شوہر ۔۔۔ سینور زنگاریتی میرا شوہر نہیں۔ ماریو بھی نہیں۔ روسی ایوان میرا شوہر۔"

ایوان مطمئن تھا۔ اُس نے ایک مخفی سا غرور دل میں محسوس کیا۔

"تم خوش ہو ۔۔۔ تم کو افسوس تو نہیں کہ ایوان ۔۔۔ تمھارا شوہر ۔۔۔"

جولیانے آنکھیں اُٹھائیں۔ اُس کی آنکھوں کے ستارے جھلملانے لگے۔

"ایوان اچھّا ۔۔۔ ایوان عمدہ شوہر۔ ہمارا منّا فیگلیو ہوگا۔ روسی میں کیا کہتے ہیں فیگلیو کو۔"

"ریبیونوک۔"

"نہیں بچہ" نہیں۔ مُنّے کی روسی کیا ہے؟"

"سن" ایوان نے ذرا متحیر ہو کر جواب دیا۔

"ہاں۔ سن۔ ننھّا سا۔ سن اس کا نام بھی ایوان رکھیں گے اچھّا؟"

"ایوان ۔۔۔؟ اس کا بھی نام ایوان رکھو گی! اچھا جیسی تمھاری مرضی۔" ایوان نے جواب دیا اور جولیا کے سر کے پرے اونچے سیاہ پہاڑ کو دیکھ کر ایک آہ بھری۔ جولیا کسی گہرے خیال میں ڈوب گئی۔ چاروں طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ پہاڑ خاموش

کھڑے، تھے۔ ندی اسی طرح رواں تھی۔ ایوان کو ایسا لگا جیسے دنیا میں صرف ان ہی تین کا وجود باقی رہ گیا ہے ـــــ وہ اور جولیا اور ندی۔

جولیا کے آخری جملے نے ایوان کے چہرے سے مسکراہٹ چھین لی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اُن کے اِس اُلجھے ہوئے رشتے میں ایک نئی ہستی۔ ایک نئی پیچیدگی کا اضافہ ہو جائے گا۔ لیکن جولیا ایک اور طریقے سے اس پیچیدگی کا حل تلاش کر چکی تھی۔ وہ مسرور بیقراری سے اُس کے بازوؤں میں سمٹ گئی۔

"ایوانیو! ہمارا بچہ بڑا پیارا ہوگا۔ اولاد بھی کتنی پیاری شے ہے۔ ننّھا منّا سا بچہ ـــ" پھر اُس نے اپنی مٹھیاں کھولیں۔ چہرہ نیچے جھکایا۔ اور ستارے اس کی آنکھوں سے غائب ہو گئے۔ اُس کے چہرے پر دھندلکا سا چھا گیا۔

"ایوان! ہم لوگ رہیں گے کہاں؟ روما میں؟ نہیں نہیں نہیں۔ روما میں پاپا۔ پاپا بہت بد مزاج۔ ہم ٹریسٹ میں رہیں گے۔"

"یہ سب ابھی سے کیوں سوچ رہی ہو۔"

"اوہ ـــــ" اُس نے دفعتاً کہا۔ "جولیا کو معلوم۔ ہم بیلو روس میں رہیں گے۔ وہاں ٹریشکی گاؤں۔ دو جھیلوں کے کنارے۔"

"شاید ـــ" ایوان نے جواب دیا۔

"شاید کیوں؟ ـــ" جولیا نے پوچھا۔ پھر اُسے کچھ یاد آیا اور وہ فکر مند سی ہو گئی "ٹریشکی میں اجتماعی فارم؟"

"ہاں جولیا۔ ٹریشکی اجتماعی فارم ہے۔ کیوں؟"

"ایوانیو ـــ اجتماعی فارم بُرا۔"

"برا کیوں؟ بہت اچھا ہے"۔ ایوان نے جولیا کے بال، زور سے اُلجھا دیے۔ وہ کسمسا کر اس کی گرفت سے نکلی اور اپنے بال درست کرنے لگی۔

"جولیا اپنے بال اور بڑھائے گی۔ لمبے بال حسین۔ ہے نا؟"

"ہاں بہت حسین"۔

جولیا کچھ دیر خاموش رہ کر پھر پُرانے موضوع پر واپس آگئی — "ایوان کے پاس خوب بڑا سا کھیت جولیا بنگلے میں رہے گی۔ ہم ڈھیر سارے کو کنار کے پھول اُگائیں گے۔

"ہاں ہاں۔ضرور"۔ ایوان نے جواب دیا۔ مگر اس کا ذہن کہیں اور تھا۔ ٹانگ میں سخت تکلیف ہو رہی تھی۔ اُس نے ٹانگ گھاس پر پھیلادی تو ذرا چین پڑا۔ وہ جولیا کی مسلسل چہکار بے دھیانی سے سنتا رہا۔

"ہماری قسمت بہت اچھی ہوگی۔ ہر طرح کا آرام۔ ہر طرح کی آسائش — ہماری قسمت بہت اچھی ہونی چاہیے ایوانیو"۔

"ہاں۔ہاں"۔

جولیا کو پھر نیند آگئی۔ اس کی آواز دھیمی پڑنے لگی۔ باتوں میں بے ربطی پیدا ہوئی اور تھوڑی ہی دیر میں وہ پُر سکون نیند سے ہم آغوش تھی۔ ایوان نے اُس کے گداز شانے پر نرمی سے ہاتھ پھیرا اور سوتا رہنے دیا۔

رات بہر حال جلد ختم ہونے والی تھی۔ اُن دونوں کی مسرت کی پہلی اور غالباً آخری رات — کل سے جادہ پیمائی کا دوبارہ آغاز ہوگا اور کون جانے کل اُن کی قسمت میں کیا لکھا تھا۔

ایوان آسمان کو تکتا رہا۔ کائنات ــــ کہکشاں کے ان گنت ستاروں کی موجودگی میں اُسے خطرے کے احساس نے از سرِ نو آن دبوچا۔

جنگ کے دوران وہ مسرت اور خوشی کے ان جذبات کا عادی نہ رہا تھا۔ جن کی ہر فرد کو قدرتی طور پر حاجت ہوتی ہے۔ جب اس کی ساری قوت اور صلاحیت محض زندہ رہنے کی تگ و دو اور مارے نہ جانے کی کوشش میں صرف ہو رہی تھی، وہ خوشیوں کی تلاش میں کیسے نکلتا۔ لیکن وہ وقت بھی آئے گا جب انسانیت فاشزم کو نیست و نابود کر دے گی اور ساری دنیا کے لوگ اخوت، آزادی اور محبت کی فضا میں آسانی سے سانس لے سکیں گے۔ مگر وہ اور جولیا شاید اُس وقت زندہ نہ ہوں گے۔ ان کی تقدیر میں تو کچھ اور ہی لکھا ہے۔ یہ پیاری حسین اور نرم دل لڑکی جس کے خواب اُسے کیسی کیسی بلندیوں پر پہنچا دیتے تھے، مگر جسے مطلق علم نہ تھا کہ ٹریسٹ کے راستے میں ان پر کیا کچھ گزرنے والا ہے۔ وہ دونوں کیمپ سے بھاگ نکلے تھے۔ انہوں نے اس دلفریب گلزار میں محبت کے معنی دریافت کئے تھے اور اس بھولی لڑکی نے فوراً طے کر لیا تھا کہ خطرات اب پیچھے رہ گئے ہیں لیکن ابھی کیسی کیسی مصیبتوں کے پہاڑ اُن کے سامنے حائل تھے۔ وادی کی مصروف سڑکیں، طوفانی دریا، بستیاں، جرمن چوکیاں، شکاری کُتّے اور ان سب کے علاوہ وہ وہ ناقابلِ عبور بلند و بالا برفپوش پہاڑ ــــ وہ دونوں خالی پیٹ ننگے پیر اور تقریباً نیم برہنہ حالت میں اس ہیبت ناک سلسلۂ کوہ کو کس طرح پار کر سکیں گے؟ اور پھر اس کے بعد ــــ؟ اگر وہ کسی طرح اُس پار پہنچ بھی گئے تو اُس کے بعد کیا ہوگا؟ وہ ان سب چیزوں کے بارے میں سوچنا نہ چاہتا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ اس پہاڑی

راستے پر ان کی یہ اتفاقیہ ملاقات اور اُن کا عشق بہت ہی بے موقع تھا۔

کیوں؟ —— اس لئے کہ مسرت جس کے لئے انسان پیدا ہوتا ہے، ساری عمر جس کے حصول کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ اُس کے سلسلے میں اُمید کی ذرا سی رمق بھی اس کے سامنے موجود نہیں —— کیوں؟ اگر یہ لڑکی دو جھیلوں کے کنارے ٹریشکی گاؤں جانا چاہتی ہے تو کیوں نہیں جا سکتی؟ جب کہ وہ اس لڑکی سے انتہائی محبت کرتا ہے اور یہ لڑکی اس کے لئے ایک بہترین بیوی ثابت ہو سکتی ہے پھر بھی وہ اس کے ساتھ ٹریشکی نہیں جا سکتی —— کیوں؟ آخر کیوں؟

وہ اس سیاہ چشم حسینہ کو اپنے گاؤں لے کر پہنچتا تو سب کتنے خوش ہوتے! سارے گاؤں والے اُسے یقیناً بے حد پسند کرتے۔ وہ بھی گاؤں والوں سے محبت کرتی۔ گو وہ بے چارے زیادہ تعلیم یافتہ اور نستعلیق قسم کے لوگ نہیں مگر ایماندار، رحم دل اور اڑے وقت میں کام آنے والے اور خوشی کے موقعوں پر کشادہ دلی برتنے والے لوگ ہیں۔ جولیا بھلا انھیں کیوں نہ پسند کرے گی۔

وہ اُس سے کیوں کر جدا ہوگا، وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔ وہ اپنے جیتے جی اُس کا ساتھ نہ چھوڑے گا۔ موت آتی ہے تو آنے دو اُسے موت کا ڈر نہیں۔ وہ جب اپنی زندگی کی بقا کے لئے لڑ سکتا ہے تو وہ دو اور زندگیوں کا ذمہ دار بن گیا ہے اور وہ اور زیادہ دلیری اور بے جگری سے لڑے گا۔ نہ دیکھوں گا کہ دشمن میری جولیا کو مجھ سے کس طرح چھینتے ہیں۔ ذرا سامنے تو آ کر دیکھیں

جولیا، ایوان کے پہلو میں بے خبر سو رہی تھی۔ وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ چاروں طرف دیکھا اور پھر دل گرفتہ سا ہو کر زمین پر بیٹھ گیا۔ اُسے سخت بھوک لگ رہی تھی۔ ٹانگ کی تکلیف بھی

زیادہ ہوگئی تھی۔ کسی ہوئی پٹی کے نیچے پنڈلی سوجتی جا رہی تھی۔ ایوان نے پٹی ڈھیلی کر کے پنڈلی کو چھوا۔ وہ بُری طرح تپ رہی تھی۔ سردی بڑھ چلی تھی۔ ایوان نے منحوس دھاری دار جیکٹ اُٹھا کر پہن لی مگر جاڑا پھر بھی کم نہ ہوا۔ وہ ایک منٹ تک اپنی حالت پر غور کرتا رہا۔ بس اب یہی کسر باقی ہے کہ میں بیمار بھی پڑ جاؤں۔ پھر کیا ہوگا؟ نہیں میں ہرگز بیمار نہیں پڑوں گا۔ یہ کیا بات ہوئی بھلا۔ چلو۔ کمر باندھو۔ جو کچھ بھی ہو۔ ہمت نہ ہارو۔

ایوان کے اندر کوئی تبدیلی آگئی تھی۔ جس طرح شکستہ کشتی میں پانی بھرنا شروع ہو جاتا ہے۔ اُسی طرح خطرے کا احساس رِس رِس کر اس کے شعور میں داخل ہو رہا تھا۔ شکر ہے کہ جولیا سو رہی تھی اور ایوان کا یہ تغیر نہ دیکھ سکی۔ وہ اس کے پاس بیٹھ گیا اور جولیا پر ڈھکی چمڑے کی جیکٹ کے اندر اپنے پاؤں سرکا دیئے اور رات کی تاریکی پر نظریں جما دیں۔ تکان کی وجہ سے اُسے بھی نیند آنے لگی تھی۔ لیکن جولیا سو رہی تھی۔ پورے اطمینان اور بھروسے کے ساتھ۔ ایوان کو جاگ کر اُس کی نگرانی اس کی حفاظت کرنی تھی۔ وہ کیسے سوتا؟

رات بھر وہ جاگتا رہا لیکن پو پھٹتے پھٹتے نیند نے اُسے آدبوچا اور وہ بیٹھے ہی بیٹھے گھٹنوں پر سر رکھ کر سو گیا۔

(۲۲)

کسی کے چلّانے کی آواز نے اُسے چونکا دیا۔ کوئی شخص جرمن زبان میں چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا: ”کدھر ہو؟ اِدھر آؤ۔ یہ لوگ تم کو روٹی دینا چاہتے ہیں۔“

دور اُفق پر اُجالا پھیل رہا تھا۔ لیکن آس پاس کے علاقے میں ناخوشگوار سا

دھند لکا چھایا ہوا تھا۔ مرغزار پر ہلکا ہلکا کہر تیرتا پھر رہا تھا۔ ایوان نے جولیا کے پیروں پر سے جیکٹ اُٹھائی وہ گھبرا کر اُٹھ بیٹھی اور خوف زدہ ہو کر کچھ کہا۔ ایوان نے آواز پر کان لگا دیئے۔ وہ سمجھ گیا کہ دیوانہ پھر آ پہنچا ہے۔ مگر اس بار وہ اکیلا نہ تھا۔ کچھ اور لوگوں کو بھی اپنے ساتھ لایا تھا۔ اتنے میں ایک غصیلی آواز سنائی دی۔

"بکواس بند کرو"۔ اور اس کے بعد جرمن گالیاں۔

جولیا فوراً سمجھ گئی کہ بات کیا ہے۔ وہ ایوان سے لپٹ کر نشیب کی طرف، جہاں اُسے چند پر چھائیوں کا شبہ ہو رہا تھا، دیکھنے لگی۔ ایوان اس کا ہاتھ پکڑ کر جھکے جھکے ندی کی طرف لپکا۔ وہ دونوں ندی کے کنارے کنارے چڑھائی پر دوڑنے لگے۔ ایوان ایسی جگہ کی تلاش میں تھا جہاں سے ندی کو عبور کر کے دوسری طرف کی چٹانوں اور خودرو گلاب کی جھاڑیوں میں چھپا جا سکے لیکن ندی اتنی تیز رو تھی کہ اس میں کودنا خودکشی کے برابر تھا۔ یکایک کہرے کا ایک گہرا بادل ان کے چاروں طرف پھیل گیا۔ "شکر ہے خدا نے یہ بادل اچھے موقعے پر بھیج دیا"۔ "کم بخت دیوانہ — میں نے اُسے مار کیوں نہ ڈالا؟" ایوان سراسیمگی کی حالت میں سوچتا ہوا جولیا کا ہاتھ پکڑے آگے بڑھتا رہا۔ اب وہ ندی کے موڑ سے آگے نکل کر اونچے کنارے پر پہنچ چکے تھے۔ آگے کھلا وسیع علاقہ تھا۔ تیز رو ندی کو عبور کرنے کا خیال چھوڑ کر، کھلے مرغزار میں جانے سے قبل ایوان ہانپتا ہوا زمین پر بیٹھ گیا اور پیچھے مڑ کر حالات کا جائزہ لینے لگا۔ اب کہرا چھٹتا جا رہا تھا اور وہ چٹان نظر آنے لگی تھی جس کے پاس رُک کر کل اُس نے جولیا کا انتظار کیا تھا۔ چند نازی سپاہی دھند میں سے نمودار ہوئے اور منتشر ہو کر اُس جگہ کی طرف بڑھنے لگے جہاں جولیا اور ایوان نے رات گزاری تھی۔

ایوان نے جولیا پر نظر ڈالی۔ کاش جولیا بس یہ وقت جھیل لے جائے ۔ کاش۔ اب صرف ان کی ٹانگیں ہی انھیں بچا سکتی تھیں۔ ذرا سا دم لینے کے بعد اُس نے پھر جولیا کا ہاتھ کھینچا۔ جولیا پوری طاقت سے اس کے پیچھے پیچھے بھاگنے لگی۔

وہ سبزہ زار کے بلند ترین حصے تک جا پہنچے۔ ان کی ٹانگیں شبنم سے بھیگ چکی تھیں۔ ایوان بُری طرح لنگڑا رہا تھا۔ دایاں پاؤں بے حد وزنی ہو چکا تھا۔ گھٹنا خوب سوج گیا تھا۔

"ایوانیو! تمھارا پیر؟"

ایوان گھاس پر احتیاط سے چلنے لگا۔ جولیا نے جلدی سے اس کی پتلون کا پائنچہ اُٹھا کر اس کے زخم کو دیکھنا چاہا اور بولی: "پٹّی ــــ پٹّی باندھ دوں۔"

"نہیں ــــ کوئی ضرورت نہیں۔" ایوان نے جھٹک کر اُس کا ہاتھ ہٹا دیا

دُکھ رہا ہوگا۔ لاؤ میں پٹّی بدل دوں۔" جولیا نے ہمدردی سے کہا۔

"نہیں۔ کوئی خاص تکلیف نہیں ہے۔" ایوان نے جواب دیا اور لنگڑاتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ جولیا بار بار پیچھے دیکھتی ہوئی اُس کے ساتھ بھاگنے لگی۔

"ایوانیو ــــ ہم لوگ زندہ رہیں گے نا؟ بتاؤ ــــ ہم زندہ رہ پائیں گے نا؟"

جولیا نے ایسی بےبسی سے پوچھا کہ ایوان کے دل پر چھریاں سی چل گئیں۔ جولیا کی نظروں میں ایسی التجا اور اُمید جھلک رہی تھی کہ ایک لمحے کے لئے ایوان خطرات کو بھول گیا۔

"ہاں ہاں زندہ کیوں نہ رہیں گے بھئی۔ ہمیں مار ہی کون سکتا ہے؟ بس ذرا جلدی کرو۔ تیزی سے چلو۔"

"ایوانیو ــــ میں بہت تیز ــــ بہت تیز تیز چلوں گی۔"

”ہاں۔ شاباش۔“

اب وہ سبزہ زار کی بالائی حد تک، جہاں سے وہ پگڈنڈی شروع ہوتی ہے، جس پر وہ رات میں چل کر یہاں تک آئے تھے، پہنچ چکے تھے۔ وہ دونوں ایک ایسی بڑی چٹان کی تلاش میں تھے جس کے پیچھے وہ چھپ سکیں۔ مگر اب کہرا چھٹنے لگا تھا۔ چٹانیں اور پھول نظر آنے لگے تھے۔

ہمیں یہاں سے فوراً بھاگ جانا چاہیے ورنہ وہ لوگ ہمیں دیکھ لیں گے۔ ایوان نے سوچا اور جولیا کو ساتھ لئے اوپر چڑھنے لگا۔ گو چڑھائی زیادہ مشکل نہ تھی مگر چونکہ جولیا کھڑاویں وہیں بھول آئی تھی جہاں ان دونوں نے پچھلی رات گزاری تھی، اس لئے اس کو چلنے میں تکلیف ہو رہی تھی۔ تلوؤں میں کانٹے چبھنے لگے تھے۔ لیکن اپنے لہولہان تلوؤں کے باوجود جولیا، ایوان سے چند قدم آگے آگے چل رہی تھی۔ ایک بار اُس نے پلٹ کر ایوان پر نظر ڈالی۔ ایوان نے خطرے سے بچنے کا ایسا اٹل اور مضبوط ارادہ جولیا کے چہرے پر دیکھا جو کیمپ سے بھاگنے کے بعد سے اب تک اُس کے چہرے پر نظر نہ آیا تھا۔ وہ تکان، کانٹوں اور نوکیلے پتھروں سے بے پروا، شیرنی کی طرح اپنی زندگی کے لئے لڑنے میں مصروف تھی۔

”ایوانیو! جلدی کرو۔ جلدی جلدی چلو“۔ اب وہ الٹے ایوان سے جلدی کرنے کو کہہ رہی تھی۔ ایوان کی ٹانگ زیادہ بوجھل ہو چکی تھی۔ گھٹنا سوج کر نیلا ہو گیا تھا۔ ایوان نے دانت بھینچ کر سوچا — خون میں زہر پیدا ہو گیا تو بس سونے پر سہاگہ ہی سمجھو۔

کہرا پوری طرح غائب ہوا اور کوکنارد کا لہلہاتا مرغزار اُن کی آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ اُسی لمحے دھندلکے میں سے ایک ایک کر کے جرمن فوجی سیاہ سنگی مورتوں کے مانند

نمودار ہونا شروع ہوئے - وہ تعداد میں آٹھ تھے اور تھکے تھکے قدموں سے پھولوں کے تختوں کو روندتے، سامنے کے پہاڑ کو خوف زدہ نظروں سے تاکتے آگے بڑھ رہے تھے -

"اب بچنا محال ہے"۔ ایوان نے سوچا اور مایوس ہو کر چمڑے کی جیکٹ زمین پر ڈال کر بیٹھ گیا - جولیا سر جھکائے اس کے پاس ہی کھڑی ہو گئی - وہ دونوں اس قدر تھک چکے تھے کہ ایک دوسرے سے کچھ کہہ بھی نہ سکے - اپنا پیچھا کرنے والوں کو چپ چاپ تکتے رہے - یکایک جرمنوں نے چلانا شروع کر دیا - اُن میں سے ایک نے ہاتھ اٹھا کر جولیا اور ایوان کی طرف اشارہ کیا - حکم دینے کی آواز سنائی دی، جرمنوں کی قطار کے بیچ میں دھاری دار کپڑوں میں ایک اور شخص موجود تھا جس کے دونوں ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے تھے - جب وہ رُکتا، جرمن سپاہی اُسے پیچھے سے دھکا دیتے - یہ وہی دیوانہ قیدی تھا -

جرمن سپاہی چیختے چلاتے، تیزی سے چڑھائی پر چڑھتے اُن کی طرف بڑھنے لگے -

"جولیا ڈرو مت - آنے دو کم بختوں کو"۔ ایوان نے کہا اور جیکٹ پہن کر پستول جیب سے نکال لیا - ارادے کی پختگی نے اس کا چہرہ سخت کر دیا تھا - ایوان نے جولیا پر نظر ڈالی - جولیا کی نظروں میں خوف و ہراس کا شائبہ تک نہ تھا، خطرے کے احساس کے بجائے اب اس کی سیاہ آنکھوں میں موت کا سامنا کرنے والوں کی سی اُداسی تیر رہی تھی -

"کیا وہ گولی چلا دیں گے؟" جولیا نے اچانک اس طرح پوچھا گویا اصل خطرے کا احساس اُسے اب ہوا ہے -

"ابھی ہم اُن کی گولیوں کی زد سے بہت دور ہیں۔ گولیاں چلائیں گے تو اپنے کارتوس ضائع کریں گے۔ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

جرمنوں نے گولی نہیں چلائی۔ صرف "رک جاؤ"۔ "ٹھہر جاؤ" چلاتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ جولیا اور ایوان نے گھنی جھاڑیوں کی سمت بھاگنا شروع کر دیا۔ جولیا۔ اب ہر مصیبت کا سامنا کرنے کے لئے تیار تھی۔ ایوان نے جولیا کی سرد انگلیاں اپنے ہاتھ میں تھام رکھی تھیں۔

"ایوانیو! اگر انھوں نے گولی چلانے میں پہل کی تو جواب میں تم بھی گولی چلا دینا۔ ہم مریں گے تو اُن کو مار کر مریں گے۔"

"بالکل۔ مگر تم ڈرو نہیں۔"

"میں ڈرتی ہرگز نہیں۔ روسو نہیں ڈرتا۔ جولیا بھی نہیں ڈرتی۔"

ایوان خوف زدہ نہ تھا۔ جنگ میں اس طرح کے خطروں سے وہ بار بار دوچار ہو چکا تھا۔ اس خیال سے کہ جرمنوں نے اُن کا کھوج پا لیا ہے وہ گھبرایا نہیں بلکہ اس نے ایک عجیب سا اطمینان کا سانس لیا۔ وہ سوچنے لگا کہ عیاری اور چالاکی کی اب چنداں ضرورت نہیں۔ اب تو خدا بس اُسے طاقت اور ہمت عطا کر دے اور جولیا اس کے پہلو میں رہے اب پھرتی، چستی اور تیز رفتاری کا ایک مقابلہ سا شروع ہو گیا تھا۔ اُنھیں بہر صورت یہاں سے جلد از جلد نکل بھاگنا تھا اور ساتھ ہی ساتھ اپنی قوت بھی برقرار رکھنی تھی۔ جرمنوں کو اپنے قریب آنے کا موقع نہ دینے ہی میں اُن کی خیر تھی۔ اُن کو رات پڑنے سے پہلے ہی پہاڑ کی چوٹیوں پر بکھرے بادلوں کے اندر پہنچ کر روپوش ہو جانا چاہیے۔

(۲۳)

بالآخر وہ جھاڑیوں تک پہنچ گئے مگر اُن میں چھپنے کی کوشش نہیں کی۔ اب ان کو کسی اچھی جائے پناہ کی ضرورت تھی۔ جولیا نے ایک کراڑے کی کنکریلی ڈھلان پر چڑھنے کی کوشش کی۔ بجری اس کے پیروں کے نیچے سے کھسکنے لگی۔ اس نے جلدی سے خاردار جھاڑیوں کو پکڑ لیا اور کسی نہ کسی طرح اوپر پہنچ کر ایوان کا انتظار کرنے لگی۔ بے چارہ ایوان لنگڑاتا ہوا اس کے پیچھے چلا آرہا تھا۔ وہ جولیا کی طرح کراڑے پر چڑھنے کی ہمت نہ کر سکا۔ جولیا نے جھک کر اپنے پتلے اور نازک ہاتھ ایوان کو سہارا دینے کے لئے بڑھا دیے۔ ایوان نے اس کے نازک نیلی رگوں پر نظر ڈالی اور اس کے ہاتھوں کا سہارا لئے بغیر اوپر چڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔ جولیا نے اطالوی، جرمن اور روسی الفاظ کی کھچڑی میں چیختے ہوئے مصر ہو کر اُسے سہارا دیا اور اس کا بھاری جسم چٹان کے اوپر کھینچ لیا۔

"جلدی کرو والوانیو —— جلدی۔ وہ آرہے ہیں۔" جولیا نے خالص آواز میں ایوان کو فہمائش کی۔

اب جرمن واقعی کافی نزدیک آگئے تھے۔ اُن میں سب سے زیادہ تیز رفتار جرمن نے سبزہ زار عبور کر لیا تھا۔ باقی اس کے پیچھے پیچھے بھاگے چلے آرہے تھے۔ دیوانہ بھی لڑھکتا پڑھکتا ان کے ساتھ ساتھ چلا آرہا تھا۔ آگے آنے والے جرمن نے ایوان اور جولیا کی جھلک دیکھتے ہی اپنی مشین گن چلا دی۔ مشین گن کی گمگرج سے گھاٹی گونج اُٹھی۔ ایوان

نے پلٹ کر دیکھا۔ ابھی تک وہ گولیوں کی زد میں نہ آئے تھے۔ اطمینان کا سانس لے کر ایوان نے آگے قدم بڑھایا تو جولیا اس کے پیروں میں آ گئی۔ وہ ڈھلان پر لیٹی ہوئی تھی۔

"کیا ہو گیا؟"

"کچھ بھی نہیں"۔ کہتے ہوئے وہ اُچھل کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی آنکھیں خوشی سے جھلملا اُٹھیں مگر اس کا چہرہ وحشیانہ مسرت سے تمتما رہا تھا۔ "ایس، ایس کے حرامزادو" اُس نے شعلہ، جوالا بن کر جرمنوں کو للکارا۔

"اچھا، اچھا۔ اب خاموش بھی رہو۔ چیخ چیخ کر خود کو ہلکان کرنے سے کوئی فائدہ نہیں"۔ ایوان نے جولیا کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ لیکن جولیا مزاحمت کے بغیر مرنے کو تیار نہ تھی۔ بے پناہ طیش اور کیمپ میں سہے ہوئے مظالم کی یاد اس کی سمجھ بوجھ پر غالب آ چکی تھی۔

"ہٹلر مر گیا۔ تم بھی مر دگے ـــــ چلو۔ چلاؤ اپنی بندوقیں"۔ جولیا نے اُسی لہجے میں جرمنوں کی طرف گھونسہ اُٹھاتے ہوئے کہا۔

جرمنوں نے دوبارہ فائرنگ کی۔ مگر یہ دونوں اب تک اور زیادہ بلندی پر پہنچ چکے تھے۔ گولیاں اُن تک نہ آ سکیں۔ ایوان جانتا تھا کہ ثقل زمین کے قانون کے تحت جرمنوں کی مشین گن سے نکلی ہوئی گولیوں کا ان تک پہنچنا ناممکن ہے۔ جولیا کو بھی اس چیز کا اندازہ ہو گیا اور جب ایک گولی بھی اُن تک نہ آئی تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔

"فاشسٹو، قزاقو ـ کتّو" وہ دانت کٹکٹا کر چیخی۔ اس کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا، آنکھیں سُلگ رہی تھیں۔ بال اور زیادہ اُلجھ چکے تھے بے گالیوں کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔

تو اُس نے ایک پتھر اُٹھا کر زور سے نیچے پھینکا۔ پتھر چٹانوں سے ٹکراتا ہوا نشیب میں غائب ہوگیا۔

بالآخر ایوان اُس کنکریلی چٹان سے اُتر آیا۔ جولیا بھی اُتر آئی اور وہ دونوں جھاڑیوں کی آڑ میں آگے بڑھنے لگے۔ اب چڑھائی زیادہ کٹھن ہوگئی تھی۔ جھاڑیاں الگ قیامت ڈھا رہی تھیں۔ دونوں کے پاؤں زخمی تھے۔ کپڑے تار تار ہو چکے تھے۔ ان جھاڑیوں میں سے گزرنے کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اُن کی خاردار تار کی نوکوں کی طرح سخت اور رال دار شاخیں آپس میں بُری طرح گتھی ہوئی تھیں۔ مگر اُن میں سے گزرنے کے علاوہ اور کوئی دوسرا راستہ بھی نہ تھا۔ اوپر ایک اور کڑاڑے کے نیچے پہنچ کر ان کو پتا چلا کہ وہ اُسے کسی طرح پار نہیں کر سکتے۔

جولیا نے اس کڑاڑے کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ وہ جرمنوں کو بُرا بھلا کہنے میں بدستور منہمک تھی اور ایوان سے پیچھے رہ گئی تھی۔ اب ایوان بے دم ہو کر چٹان پر بیٹھ گیا اور اپنی زخمی ٹانگ پھیلا دی۔

"درد ہو رہا ہے؟ ایوانیو!"

"ہاں۔ مگر ٹھیک ہے۔ چلو۔" ایوان نے جواب دیا اور ہمت کر کے اُٹھ کھڑا ہوا

اب دوبارہ جھاڑیوں میں چھپ جانے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا۔ ایوان دانت پیس کر ان بھیانک جھاڑیوں میں داخل ہوگیا جن میں گھستے ہوئے جنگلی جانور بھی گھبراتے تھے۔ اُس کی پنڈلیوں میں ان گنت کانٹے چبھ گئے۔ گھٹنے میں درد کی شدت کی وجہ سے وہ سر د پسینے میں نہا گیا لیکن چٹان کی دوسری طرف پہنچنے کے لئے وہ جھاڑیوں کے اندر رینگنے میں مصروف رہا۔

جولیا اس کے پیچھے پیچھے رینگتی ہوئی تکلیف اور بے بسی سے کراہی۔ ایوان نے پیچھے پلٹ کر جھاڑیوں کے اندر سے جھانکتے ہوئے اُس چٹان کی طرف دیکھا جہاں جرمن سپاہی کسی بھی لمحے ظاہر ہونے والے تھے۔ چند لمحے سستانے کے بعد وہ دونوں پھر آگے بڑھنے لگے۔ تھوڑی دیر میں وہ جھاڑیوں کے بالائی حصے تک پہنچ گئے۔ ایوان نے ایک بار پھر پیچھے مڑ کر دیکھا۔ ایک جرمن سپاہی تیزی سے بڑھتا ہوا نچلی چٹان تک آپہنچا تھا۔ اور خطرناک حد تک قریب آگیا تھا۔ اس کے اور ان دونوں کے درمیان فاصلہ زیادہ رہا تھا اور نہ اونچائی۔ جوں ہی جرمن نے اپنا سر چٹان کی آڑ سے نکالا، ایوان نے نشانہ لے کر پستول چلا دیا۔ ایک مدھم سی بازگشت پہاڑوں میں گونجی۔

نشانہ خطا ہوگیا۔ شاید فاصلہ زیادہ تھا۔ جرمن فوراً چٹان کے پیچھے چھپ گیا جوں ہی پستول کی آواز کی گونج ختم ہوئی جولیا اور ایوان آگے بڑھنے لگے۔ پستول کے اچانک فائر نے جرمنوں کو خوف زدہ کر دیا تھا۔ انھوں نے بغیر دیکھے بھالے مشین گن سے فائرنگ شروع کر دی۔ اس کی گڑگڑاہٹ کی گونج دور دور تک پھیل گئی۔

کچھ دیر تک نچلی چٹان کے پیچھے سے کوئی نمودار نہ ہوا۔ مشین گن کی فائرنگ رُکنے کے بعد ایک دھاری دار ہیولہ، جسے جولیا نے پہلے دیکھا، چٹان کے پیچھے سے نکل کر سامنے آگیا۔

"ایوانیو! پاگل آگیا!"

پاگل رینگ کر چٹان کے اوپر چڑھ آیا اور ٹانگیں پھیلا کر جھومتے ہوئے بھیانک آواز میں چیخا: "روسی! روسی! ٹھہرو۔ بھاگو نہیں۔ یہ لوگ تمھیں کھانا کھلانا

چاہتے ہیں۔ یہ تم کو مارنا نہیں چاہتے۔"

"ہٹ جاؤ سامنے سے۔" ایوان نے چلّا کر جواب دیا۔

دیوانہ گھگھیا کر پیچھے ہٹ گیا۔ جرمنوں نے اُس کو آگے دھکا دیا اور پھر وہ سب کے سب چٹان پر چڑھنے لگے۔ صورتِ حال بد سے بدتر ہوتی جا رہی تھی۔ ایوان اور جولیا اب جرمن مشین گنوں کی زد میں تھے۔

ایوان نے جرمنوں کی پیش قدمی روکنے کے لئے ایک جھاڑی کی آڑ میں دو زانو بیٹھ کر پستول چلا دیا ڈز۔ ڈز۔ ڈز۔ اس نے متواتر تین فائر کئے۔ پھر وہ جھک کر جھاڑی میں دبک گیا۔ جولیا بھی اُس کے قریب بیٹھ گئی اور آہستہ سے بولی۔

"ایوانیو ساری گولیاں مت خرچ کر دینا۔"

ایوان نے جولیا کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اس کو اطمینان دلایا کہ وہ آخری دو کارتوس بچا رکھے گا۔

اپنی فائرنگ کے جواب میں وہ جرمن گولیوں کی بوچھار کا متوقع تھا۔ مگر جرمن خاموشی کے ساتھ جھاڑیوں میں چھُپ کر منتشر ہو گئے۔ ایوان نے جولیا کا ہاتھ پکڑا اور جھکے جھکے ڈھلان کی چوٹی کی طرف بڑھنے لگا۔

اس جگہ مفروروں کا تعاقب کر کے جرمنوں نے غلطی کی تھی۔ کیونکہ جھاڑیاں نہ صرف اُن کے راستے میں رکاوٹ ثابت ہو رہی تھیں بلکہ اُن کی وجہ سے وہ نشانہ لیتے ایوان کو دیکھ بھی نہ سکتے تھے۔

اِدھر جرمن جھاڑیوں سے اُلجھ رہے تھے اور اُدھر ایوان اور جولیا تیزی سے آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ وہ دونوں جھاڑیوں سے نکل کر ہانپتے کانپتے وین تما

تنگ درے تک پہنچ گئے۔ اور وہاں سے تقریباً لڑھکتے ہوئے درے کے اُس پار جا نکلے۔ یہاں اُن کے سامنے ایک بے حد اونچی سپاٹ چٹان بادلوں سے سرگوشی کر رہی تھی۔ نشیب میں ایک گھاٹی تھی جس کے پرے ایک اور پہاڑ ایستادہ تھا۔ سفید بھیڑوں کی طرح کے بادل چاروں سمت بکھرے ہوئے تھے اور ان کے بعد گہرے سرمئی بادلوں کے دبیز پردے نے برفپوش چوٹیوں کو چھپا رکھا تھا۔

درے سے باہر آتے ہی جولیا نے دو زانو ہو کر سینے پر ہاتھ باندھے اور تیزی سے زیر لب کچھ پڑھنے لگی۔

"کیا کرنے لگیں؟ اُٹھو۔ رُک کر وقت مت ضائع کرو۔" ایوان نے آگے بڑھتے ہوئے جولیا کو ڈانٹا۔

جولیا نے مزید کچھ پڑھا اور پھر ڈھلان پر ایوان کے پیچھے بھاگنے لگی۔

"مقدس مریم ہماری مدد کریں گی۔ میں نے اُن سے مدد مانگی ہے۔" جولیا نے ایوان سے کہا۔

"صرف حماقت۔ تمھاری کوئی مدد وِدد نہیں کرے گا۔"

ایوان نے بھاگتے بھاگتے چاروں طرف نظر ڈالی مگر اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کس طرف کا رُخ کرے۔ چڑھائی پر چڑھنے کی طاقت دونوں میں سے کسی میں نہ تھی چنانچہ وہ ڈھلان پر کھائی کی طرف چلنے لگا۔ درے اور چٹانوں نے انھیں جرمنوں سے چھپائے رکھا۔

ایسے حالات میں آثار پر تیزی سے چلنا بھی آسان بات نہ تھی۔ ان دونوں کی ٹانگیں شل ہو چکی تھیں۔ ایوان بُری طرح لنگڑا رہا تھا۔ جولیا آگے آگے بھاگ رہی تھی اور

بار بار پیچھے مڑ کر ایوان کو دیکھتی جاتی تھی۔ جرمنوں کے نرغے سے نکل بچنے کے احساس نے اُسے بے حد مسرور کر دیا تھا۔ اُس نے ایوان پر ایک پُر اُمید نظر ڈالی اور بشاش لہجے میں کہنے لگی۔

"ایوانیو! ہم زندہ رہیں گے۔ ضرور زندہ رہیں گے۔ میں زندہ رہنا چاہتی ہوں۔ ہم دونوں زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ ہم مرنا نہیں چاہتے۔ ہم نہیں مریں گے۔"

"اُفوہ! ابھی سے اتنی خوشی منانا قبل از وقت بھی ثابت ہو سکتا ہے۔" ایوان نے کہا۔ پھر اُس نے یکایک پلٹ کر دیکھا۔

ایک طویل القامت جرمن سپاہی درّے سے نکل کر پتھروں پر چڑھنے میں مصروف تھا۔ اس نے چست برجس پہن رکھی تھی۔ ٹیونک کے بٹن کھلے ہوئے تھے، اور اُس کے اندر سے سفید قمیص نظر آ رہی تھی۔ حالانکہ ایوان اور جولیا دونوں اُس کی بندوق کی زد میں تھے۔ مگر اس نے گولی نہیں چلائی۔ وہ اِن دونوں کو تھوڑی دیر تک گھورتا رہا پھر چلّا کر اپنے ساتھیوں سے کچھ کہا۔ جو اس کے پیچھے پیچھے لپکے چلے آ رہے تھے۔

پھر وہ زور سے ہنسا اور قہقہے لگا کر دونوں مفروروں کو مخاطب کرتا رہا۔ اپنی ٹوپی اُتار کر ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔

جولیا نے ایوان کے نزدیک آ کر آستین پکڑی اور پُر اُمید انداز میں کہنے لگی۔
"ایوانیو! یہ جرمن بھلے لوگ معلوم ہوتے ہیں۔ انھوں نے ہم پر گولی نہیں چلائی۔"
ایوان یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ انھوں نے گولی کیوں نہیں چلائی اور درّے ہی پر کیوں رُک گئے۔ کچھ دیر کے بعد ایک جرمن سپاہی نے اپنی مشین گن اُن کی طرف

اُٹھائی اور فائر کرنے کے بجائے جرمن زبان میں اُن کو آگے بھاگنے کے لئے کہا۔

"ایوانیو! جرمن ہمیں جانے دے رہے ہیں۔ ہم زندہ رہیں گے"۔ جولیا نے دوڑتے ہوئے بے حد خوشی کے ساتھ کہا۔

ایوان خاموشی سے سوچ رہا تھا کہ یہ جرمنوں کی عیاری ہے یا کچھ اور اُسے یقین تھا کہ ان کے اس ناقابلِ یقین رویے میں کوئی چال ضرور ہے۔ انھوں نے از راہِ عنایت مفروروں کا تعاقب کرنا بند نہ کیا ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ اُن کے ذہن میں کوئی بے حد خطرناک ارادہ ہو۔ لیکن کیا؟؟

جولیا اور ایوان دوڑتے دوڑتے کھائی کی تہہ میں پہنچ گئے اور جنگلی گلاب کی جھاڑیوں کو روندتے ہوئے دوسری طرف ایک سنگلاخ ڈھلان پر جا نکلے۔ پھر تھکے تھکے قدموں سے اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔

خار دار گھاس اور سنگریزے ان کے تلوے زخمی کرتے رہے۔ لیکن دھرتی کی یہ بے رحمی انھوں نے زیادہ محسوس نہیں کی۔ جولیا نے آگے بڑھ کر ایک بار پیچھے نظر ڈالی اور جرمنوں سے دوری بڑھتے ہوئے دیکھ کر اُس کی خوشی کا ٹھکانا نہ رہا لیکن فوراً ہی ایوان کے پژمردہ اور متفکر چہرے نے اُسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

"ایوانیو! کیا بات ہے؟ کیا ٹانگ زیادہ درد کر رہی ہے؟"

"نہیں"

"پھر۔ ہم زندہ رہیں گے نا؟ ایوانیو ہم لوگ اب محفوظ ہیں نا؟"

لیکن ایوان کو شائد اصل صورتِ حال کا احساس ہو چکا تھا۔ وہ جولیا کو جواب دیئے بغیر لنگڑاتا ہوا گنبد نما پہاڑی پر چڑھتا رہا، یہ پہاڑی دوسری طرف جا کر ایک

سپاٹ ڈھلان میں تبدیل ہو گئی تھی۔

جرمن اس چٹان کی اوٹ میں آ گئے تھے لیکن جب وہ دونوں پھر کھلی چٹانوں پر پہنچے تو جولیا نے بھی موقعے کی نزاکت کا اندازہ لگا لیا۔ وہ ایک دم ٹھٹھک گئی۔ سامنے ایک وسیع اور گہرے کھڈ پر نیلا دھند لکا تیر رہا تھا اور نشیب کی نیم تاریک گھاٹی میں کہرے کا غبار بادلوں کی طرح آسمان کی طرف بلند ہو رہا تھا۔ وہ دونوں کھڈ کے کنارے کی طرف دوڑے پھر لڑکھڑاتے ہوئے دو قدم پیچھے ہٹے اور سُن ہو کر کھڑے ہو گئے۔ ایک اونچا پہاڑ دیوار کی مانند اُن کے پیچھے ایستادہ تھا جس کی چوٹیوں پر جگہ جگہ پچھلے سال کی برف اب تک چمک رہی تھی اور ان کے قدموں کے سامنے کہرے سے بھری ایک گہری گھاٹی تھی۔

سیدھی سنگلاخ چٹان کی دیوار سے پانچ قدم کے فاصلے پر جولیا ایک پتھر پر گر گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

ایوان اس کو دلاسہ دینے کے بجائے اس کے پاس بیٹھ گیا اور کائی آلود پتھر پر ہاتھ رکھ کر گہری فکر میں ڈوب گیا۔

سامنے خطرناک گہری گھاٹی تھی، دائیں بائیں اونچی سنگلاخ چٹانیں تھیں، اور پیچھے کی طرف ناقابلِ عبور پہاڑ سدِ سکندری بنا کھڑا تھا اور درّے میں جرمن۔ کتنا مکمل پھندا تھا اور ان کی بدبختی کہ وہ اس پھندے میں اس طرح گرفتار ہوئے۔ یقین کی حد تک کامیاب فرار اور نجات کی امید کے بعد یہ انجام جولیا کے لئے ناقابلِ برداشت تھا ایوان اسے تسکین نہ دے سکا، دلاسہ نہ دے سکا، تسکین اور دلاسہ دینے کے لئے اُس کے پاس الفاظ ہی نہ تھے۔

نشیب سے سرد اور نم کہرہ اُن کی طرف لپکا۔ اُن کے جسم ٹھٹھرنے لگے۔ چاروں طرف تیز ہوا چل رہی تھی۔ گویا کسی سرد جہنم کی بھٹیوں سے آ رہی ہو۔ فضا ابر آلود تھی۔

جرمن جہاں تھے وہیں رُکے رہے۔ انھوں نے گولی بھی نہیں چلائی۔ وہ سب کے سب درّے کے مُنہ پر دیوانے قیدی کے اِردگرد جمع تھے اور آپس میں ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ وہ پاگل کے ماتھے، گردن اور پشت پر جلتی ہوئی سگرٹوں سے چرکے لگا رہے تھے۔

پاگل، جس کے ہاتھ پیچھے کی طرف بندھے ہوئے تھے، سانپ کی طرح بل کھا رہا تھا۔

"روسی! روسی!! —— مدد"۔

پاگل کی ملتجی چیخ ایوان کے کانوں میں پہنچی۔

ایوان چوکنا ہو گیا۔ اب یہ سوُر کے بچے کون سا کھیل کھیلنے والے ہیں؟ یہ لوگ! ان لوگوں کا دوسرے انسانوں سے بلکہ خود اپنے ہم وطنوں سے ایسا وحشیانہ سلوک! آخر کیوں؟ کس لئے؟ کیا یہ ان کی کمینگی ہے یا محض تفریح؟

اب کچھ ایسا لگ رہا تھا جیسے جرمن کسی چیز کے منتظر ہیں۔ لیکن کس چیز کے؟ کسی کمک کے؟ کسی مدد کے؟ لیکن اب فکر کرنے سے کیا فائدہ۔ بقول جولیا اب خاتمہ قریب ہے۔ افسوس کہ اس حسین اور سیاہ چشم باتونی لڑکی کا ساتھ، جس کی معیت میں مصیبت کے یہ لمحات بھی اتنے کیف آگیں ثابت ہوئے تھے، کتنا مختصر ثابت ہوا۔ بہر حال وہ اس اتفاق کا ممنون تھا جس نے اس کی زندگی کے آخری اور ناقابلِ فراموش وقت میں یہ لڑکی اس کے پاس بھیج دی تھی۔

کسی کنسنٹریشن کیمپ کی موت کی بھٹی میں زندہ جل مرنے کے مقابلے میں اسے لڑکی کی دُسرا اتھ میں جان دینا زیادہ آسان معلوم ہو رہا تھا۔

جولیا شاید جی بھر کر رو چکی تھی۔ وہ خاموشی کے ساتھ لیٹی ہوئی تھی۔ البتہ سردی کی وجہ سے کبھی کبھی اس کا جسم کپکپا جاتا تھا۔ ایوان نے چرمی جیکٹ اُتار کر احتیاط سے جولیا کو پہنادی۔ جولیا زبردست کوشش کر کے اُٹھ بیٹھی اور اپنی گندی، زخمی مٹھیوں سے اپنی بھیگی ہوئی آنکھیں ملنے لگی۔

"اب کیا ہوگا ایوان؟"

"گھبراؤ مت۔ میرے پاس ابھی دو کارتوس ہیں۔" ایوان نے اُسے پستول دکھایا

"جولیا بدقسمت ہے ـــــ جولیا ختم ہوگئی۔"

لڑکی نے بے انتہا اداسی سے کہا۔

ایوان خاموشی کے ساتھ جرمنوں کو تکتا رہا۔ اس کے اندر اندوہ اور لاچاری کی آندھی سی اُٹھ رہی تھی۔ اُس کا ضمیر پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ جولیا کی اس بدنصیبی کا وہی ذمہ دار ہے۔ مگر وہ کر بھی کیا سکتا تھا

نیچے خوفناک گہرا گھڈ تھا اور پہلو میں سپاٹ دیوار جیسا پہاڑ، جس پر وہ اپنی لنگڑی ٹانگ کے ساتھ کسی طرح بھی نہ چڑھ سکتا تھا۔ اور ان تمام مجبوریوں کا صرف ایک نتیجہ تھا ـــــ ان دونوں کی موت!

جس سے اب کسی طرح بچا نہیں جا سکتا۔

"روسی! مدد ـــــ مدد!"

پاگل کی کمزور آواز ایک بار پھر سنائی دی

جولیا نے چٹان پر کھڑے جرمنوں کو دیکھا اور کھڑے ہو کر اپنے ننھے مُنّے مُکّے کو ہوا میں لہراتے ہوئے چلّائی:

"فسطائیو ـــــ قزاقو ـــــ سؤر کے بچّو ـــــ آؤ اور آکر ہمیں پکڑ لو۔"

درّے پر کھڑے جرمن خاموش تھے مگر جلد ہی ہوا کا ایک جھونکا اُن کی آواز ساتھ لے آیا۔

"ہلو ـــــ ہم لوگ جلد ہی تمھارا فیصلہ کرنے والے ہیں۔"

"قید خانے واپس چلو ـــــ یہ سرد پہاڑ چھوڑ دو اور کیمپ کی گرما گرم موت کی بھٹّی میں چلی چلو ـــــ جانِ من" دوسری آواز نے کہا۔

جولیا کا چہرہ غصّے سے سُرخ ہو گیا اور مُکّا دکھا کر جرمنوں پر بُری طرح گرج پڑی۔ جرمنوں نے اس کے الفاظ سُن لئے اور اُسے فحش گالیاں دینے لگے۔ جولیا غصّے میں آپے سے باہر ہو گئی مگر جرمنوں کی مغلظّات کا جواب نہ دے سکی اور غم و غصّے میں اپنے ہونٹ کاٹنے لگی۔ ایوان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اُسے اپنے سے لپٹا لیا۔ جولیا نے اُس کے سینے پر اپنا سر ٹکا دیا اور بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگی۔

"رؤ نہیں۔ غصّہ مت کرو جولیا۔"

ایوان نے اُس کی پیٹھ تھپکتے ہوئے تسلّی دی۔ حالانکہ اسے خود اپنے پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔

جولیا چُپ ہو گئی اور ایوان دیر تک اُسے اپنے سینے سے لگائے رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اُن کا سفر کتنے پُر امید حالات میں شروع ہوا اور اب کیسی کس مپرسی کی حالت

میں ختم ہو رہا ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہی بد قسمت رہا۔ جب فرار کے اس سنہرے موقع سے بھی وہ فائدہ نہ اُٹھا سکا تو اُس سے زیادہ بدنصیب دنیا میں اور کون ہوگا؟

گولو دائے، یانُشکا اور اس کے دوسرے ساتھی یقیناً بچ نکلے ہوں گے اور ٹریسٹ پہنچ کر آج فسطائیوں کے خلاف لڑنے میں مصروف ہوں گے اور وہ خود ان منحوس پہاڑوں میں پھنس کر رہ گیا ہے۔ اُس نے خود کو ایک بے وقوف بھیڑیئے کی مانند صیادوں کے جال میں پھنسنے دیا۔

یہ کہیں زیادہ اچھا ہوتا کہ وہ بم کو ہتھوڑا مار کر خود بھی فنا ہو جاتا اور دوسروں کو فرار کا موقع دیدیتا۔ اور سب سے بڑی بدنصیبی کی بات تو یہ ہوئی کہ وہ جولیا کو بھی اپنے ساتھ موت کی جانب کھینچ لایا۔ اُس جولیا کو جس نے اُس پر یقین کیا تھا۔ اُس کا ساتھ دیا تھا اُس سے محبت کی تھی اور اُس نے اس لڑکی کے اعتماد، پیار اور اُمیدوں کا یہ صلہ دیا!

اُس نے جولیا کا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ اپنے سینے سے لگالیا اور اپنے اتھاہ دکھ کے باوجود اس کے لرزاں ہاتھ کا لمس اپنے شانوں پر محسوس کیا۔ اس لرزہ خیز صورت حال کے باوجود یہ لڑکی اس کے دل میں محبت کے ایسے جذبات جگا رہی تھی جن کے اظہار کے لئے اُس کے پاس الفاظ نہ تھے۔

پھر وہ اُس کے پاس بیٹھ گئی اور ہاتھ اُٹھا کر ہوا میں اُڑتے ہوئے اپنے بال درست کرنے لگی۔

”جولیا کے بال چھوٹے رہ گئے ہیں۔ اب وہ کبھی لمبے بال نہیں رکھے گی۔ کبھی

نہیں رکھے گی۔" جولیا نے افسردگی سے کہا۔

ایوان نے بے بسی سے اپنے دانت پیسے۔ ان حالات میں بھی اُس کا دماغ اس حقیقت کو قبول کرنے پر تیار ہو رہا تھا کہ موت اب یقینی ہے۔

"ایوانیو! ــــ آؤ روٹی کھالیں۔" جولیا نے خود کو سنبھال کر جلدی سے کہا۔

جولیا نے جیکٹ کی جیب سے روٹی کا آخری ٹکڑا نکالا۔ اس کی نم آنکھیں خوشی سے جھلملا اُٹھیں۔ اس نے روٹی کے دو حصّے کیئے اور بڑا ٹکڑا ایوان کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی:

"لو ــــ ایوانیو۔"

ایوان نے اس دفعہ بلا پس و پیش بڑا ٹکڑا لے لیا۔ اب حصّہ بخرا کرنے میں اس التزام کی چنداں ضرورت نہیں رہی تھی۔ دونوں مزہ لے لے کر روٹی کھانے لگے۔ لیکن یہ آخری ٹکڑا تو وہ "بھالو پہاڑ" کے سفر کے لئے بچا کر رکھنا چاہتے تھے۔ اس آخری ٹکڑے کو اس وقت کھاتے ہوئے ایوان کو قبل از وقت خاتمے کا زیادہ شدت سے احساس ہوا۔ روٹی کے اس چھوٹے سے ٹکڑے کی یوں کوئی حقیقت نہ تھی مگر اس وقت یہی ٹکڑا زندہ بچ رہنے کی آخری اُمید کا نمائندہ معلوم ہو رہا تھا، اس کے کھانے کے بعد وہ زندگی کے تمام تفکرات کو الوداع کہنے والے تھے۔ اب اُن کی زندگی کے صرف چند لمحے اور باقی تھے اور اس کے بعد ــــ موت!۔

بچ نکلنے کی ساری جدوجہد بیکار ہو گئی، یہ سوچ کر ایوان کو گہرا صدمہ ہوا۔ اس وقت جب کہ مشرق میں نوجوانوں نے مادرِ وطن کو آزاد کرا لیا تھا اور وہ سوویت یونین کی سرحد پار کر کے ان دونوں کی طرف تیزی سے بڑھتے آرہے تھے، وہ موت سے ہم

آغوش ہونے جا رہا تھا۔ جیف اُن سور ماؤں سے جا ملنے کی اُس کی ساری کوششیں رائیگاں گئیں۔

جولیا دُکھ بھری نظروں سے کبھی گھاٹی کو دیکھتی اور کبھی فرازِ کوہ پر نظر ڈالتی جہاں اُن کے خون کے پیاسے جرمن درّے پر بیٹھے ان کو تکے جا رہے تھے۔

"ایوانیو! ۔۔۔ خدا کہاں ہے؟ مقدس مریم کہاں گئیں؟ انصاف کدھر ہے؟ فاشزم کو سزا کیوں نہیں ملتی"؟ ۔۔۔ جولیا نے اپنے نازک سانولے ہاتھ ملتے ہوئے مایوسی سے پوچھا۔

"انصاف؟ ۔۔۔ انصاف ہے اور ان سب کو سزا ضرور ملے گی"۔ ایوان نے گویا اچانک جاگ کر جواب دیا۔ "سزا ملے گی اور ضرور ملے گی"۔

"کون دے گا سزا ان کو؟ انگلستان؟ امریکہ؟ سوویت یونین؟

"یقیناً سوویت یونین۔ وہ ان کے دانت کھٹے کر کے رکھ دے گا۔ ان سوروں کے بچوں کی گردنیں مروڑ کر رکھ دے گا"!

"سوویت یونین؟"

"ہاں سوویت یونین"!

جولیا یک بیک ایوان کی طرف مڑی اُس کی آنکھیں اُمید سے جھلملا اٹھیں۔

"اچھا ہے۔ بہت ہی اچھا"!

ایوان نے دھندلی آنکھوں سے جولیا کو دیکھا اور پوچھنے لگا! "کیا اچھا؟ کون اچھا ہے"۔

"روس اچھا ہے۔ انصاف پرست ہے۔ بلند کردار ہے۔ کل ایوانیو ہی نے

تو مجھے بتایا تھا۔"

اس وقت ایوان نے اُسے، اپنے آپ کو اور اپنے دور افتادہ وطن کو ایک نئی روشنی میں دیکھا۔ وہ وطن جو اس کے لئے سب کچھ تھا۔ ساری عمر اُس نے اس وطن کو کیا سمجھا تھا اور کیا سمجھنا چاہیے تھا۔

"ہاں روس ارفع ترین، خوبصورت ترین اور ساری دنیا کے لئے ایک مایۂ ناز ملک ہے"۔ ایوان نے فخر کے ساتھ کہا۔ "کوئی سرزمین اس سے بہتر نہیں اور مستقبل میں۔ جنگ کے بعد وہ کیسا دیس ہوگا؟ جب ہم ہٹلر کو کچل چکیں گے۔ کاش میں اس وقت اسے دیکھ سکتا۔ کاش میں صرف ایک دن کے لئے اس وقت اپنے دیس کو دیکھ سکتا! صرف ایک دن کے لئے۔!

جوش و اضطراب میں اُس نے کائی کے گچھے چٹان پر سے اُکھیڑ ڈالے۔ اپنے وطن کے لئے ناقابلِ برداشت پیار کی ایک لہر اُس کے وجود پر چھا گئی اور الفاظ نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اُسے لگا جیسے بس اب وہ رو پڑے گا۔ وہ اس سے پہلے کبھی وفورِ جذبات سے اس طرح مغلوب نہ ہوا تھا جولیا اس کی دلی کیفیت بھانپ گئی اور ملائمیت سے اپنے ہاتھ اس کے گھٹنے پر رکھ دیئے۔

"مجھے پتا ہے۔" اُس نے بیک وقت روتے اور مسکراتے ہوئے کہا: "میں جانتی ہوں مجھے تم پر یقین ہے۔ کچھ دیر کے لئے میں نے سوچا تھا کہ ایوان سچ نہیں بولتا۔ مگر میں غلطی پر تھی"!

معاً ایسا لگا جیسے جولیا کی ہمت اور بشاشت واپس لوٹ آئی ہے۔ سردی شدید ہوتی جا رہی تھی۔ تیز سرد ہوا چل رہی تھی۔

جولیانے اپنے جسم کے گرد جیکٹ لپیٹ لی۔ اُس کے خون آلود سُرخ پیر زخ ہو چکے تھے اور ان کو چھپانے کے لئے کوئی چیز نہ تھی۔ دفعتاً اُسے کچھ یاد آیا۔ جرمنوں کی طرف چہرہ کرکے وہ اُٹھی اور اپنا پسندیدہ روسی گیت:

"سیب اور ناشپاتی کی شاخوں پر پھول کھلے تھے"

گانے لگی۔ پہلے تو ایوان کو بڑا اچنبھا ہوا۔ موجودہ صورتِ حال سے یہ گانا قطعی لگا نہ کھاتا تھا پھر بھی کسی نامعلوم جذبے کے تحت ایوان نے بھی جولیا کے ساتھ گانا شروع کر دیا۔ گیت نے جرمنوں کو بھونچکا کر دیا۔ وہ تھوڑی دیر خاموشی سے ان دونوں کا گانا سنتے رہے۔ پھر ایک دم چیختے چلانے لگے۔

ایوان نے اُن کی چیخ پکار نہیں سنی۔ وہ اِس سیدھے سادے نغمے میں کھو چکا تھا جس نے اِن دونوں کی یاس اور ناامیدی کو زائل کر کے انھیں ایک مہربان اور بے حد منوّر دُنیا میں پہنچا دیا تھا۔

مفروروں کی اس گستاخی کو جرمن زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکے۔ ایک جرمن سپاہی نے مشین گن کندھے سے اُتاری اور اُن کی سمت سخت شعلہ باری شروع کر دی۔

اس مرتبہ گولیاں پتھروں سے ٹکرائیں اور گرد و غبار کے ننھے ننھے بادل اِن دونوں کے چاروں طرف بکھر گئے۔ ایوان نے اپنی چرمی جیکٹ کا دامن اونچا کیا اور جولیانے اپنا سر ایک چٹان کی آڑ میں کر لیا۔

"اور چلاؤ گولیاں ــــ سوٗر کے بچو ــــ اور چلاؤ۔ تمھاری اس فائرنگ کی آواز سن کر کیمپ کے قیدیوں کو کم از کم یہ تو معلوم ہو ہی جائے گا کہ ہم لوگ ابھی زندہ

ہیں "۔ ایوان نے کہا۔

وہ دونوں کئی منٹ تک چٹانوں کے پیچھے چھپے رہے۔ مشین گن کی تڑتڑاہٹ گھاٹی میں گم جا کی۔

پھر فائرنگ بند ہوگئی مگر اس کی آواز، بازگشت دیر تک پہاڑوں میں گونجتی رہی۔ دور دور تک پھیلی اور معدوم ہو گئی۔ ہوا کا ایک تھپیڑا انجی مانوس آوازیں درّے کی سمت سے لے کر آیا۔

جولیا نے کچھ کہنا چاہا مگر ایوان نے اشارے سے اُسے روک دیا۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے آوازوں پر کان لگائے رہے۔ درّے پر شکاری کتے بھونک رہے تھے۔

جولیا کی موجوگی کے باوجود ایوان نے گالیاں دینی شروع کر دیں۔ ایوان جو اب تک انتہائی ضبط و تحمّل سے کام لے رہا تھا، آگ بگولا ہو گیا۔ وہ تن کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اِس وقت وہ ایک دیو قامت شعلۂ جوّالا معلوم ہو رہا تھا، اُسے دیکھ کر ڈر لگتا تھا، ہول آتا تھا۔

" درندو —— جانورو —— ہم سے ڈرتے ہو اس لئے اپنے لئے کمک منگائی ہے؟ مگر یاد رکھو کہ تم ہمیں زیر نہیں کر پاؤ گے۔ سمجھے؟" ایوان نے للکار کر جرمنوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

ظاہر ہے کہ جرمن اس وقت اُسے گولی کا نشانہ بنا سکتے تھے مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ ایوان جوش اور ولولے کی وجہ سے تھر تھرا رہا تھا۔ اُس نے سر اُٹھا کر اوپر دیکھا مطلع صاف ہو رہا تھا اور بادلوں میں سے آسمان کی نیلاہٹ اور طلوع ہونے والے

آفتاب کی کرنیں نظر آنے لگی تھیں ۔

اب کسی بھی لمحے بھالو پہاڑ بادلوں میں سے نمودار ہو جائے گا۔ بھالو پہاڑ جو اب ہمیشہ کے لئے اس کی پہنچ سے باہر ہو چکا تھا۔

ایوان زمین پر بیٹھ گیا۔ اب کیا ہو گا؟ اس کا اندازہ اُس نے لگا لیا تھا۔ اُسے اپنے انجام کی قطعی پرواہ نہیں رہی تھی۔ جب بھونکتے ہوئے کُتّے درے میں سے نمودار ہوئے تو اس نے اُن کی جانب دیکھا تک نہیں۔

کُتّے شکار ملنے کے جوش میں دوڑتے ہوئے اُن کی طرف تیزی سے بڑھ رہے تھے۔ دفعتاً جولیا نے خود کو ایوان پر گرا دیا۔ اُس سے لپٹ گئی اور پھر اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا۔

"کُتّے ــــ کُتّے آ گئے ایوانیو۔"

ایوان کا غصّہ اور جوش اچانک غائب ہو گیا اور ان کی جگہ سکون واطمینان نے لے لی۔

خودکشی آسان رہے گی۔ ایوان نے سوچا۔ مگر جولیا کس طرح مرے گی؟ اُسے بھی مجھے ہی ختم کرنا ہو گا ــــ اب صرف یہی ایک راستہ باقی رہ گیا ہے۔ ایس۔ ایس کے ہاتھوں گرفتار ہو کر کیمپ میں پھانسی پر لٹکنے سے کہیں بہتر ہے کہ خودکشی کر لی جائے۔ ان کم بخت جرمنوں کو ہماری لاشیں لاد کر کیمپ تک لے جانا پڑیں۔ مرنے کے بعد کم از کم ان کو اتنا تنگ اور کر لیا جائے۔

اُسی لمحے ــــ ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ پانچ بھورے السیشین کُتّے ڈھلان پر سے اُن کی طرف جھپٹے۔ جرمن اُن کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔

ایوان نے اُچھل کر جولیا کا بازو پکڑ لیا۔ جولیا اس کے گلے سے لپٹ گئی۔ آنسوؤں سے اس کا گلا رُندھ گیا۔

ایوان کو خیال آیا کہ اس وقت اُسے جولیا سے کچھ کہنا چاہیے۔ وہ اہم ترین الفاظ جواب تک اس کے لبوں پر نہ آسکے تھے، اب کہہ ہی دینا چاہیے۔ مگر نہ معلوم کیوں اُس کے دل کی بات ہونٹوں پر نہ آسکی۔

غراتے ہوئے کُتے اور قریب آچکے تھے۔ ایوان نے جولیا کا ہاتھ پکڑا اور اُسے گھسیٹتا ہوا گھاٹی کے خطرناک کنارے تک لے آیا۔

جولیا نے مدافعت نہیں کی، ایسا لگتا تھا جیسے اس کا دم گھُٹ رہا ہو۔ اُس کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔ مگر ان آنکھوں میں اب آنسو نہیں تھے محض دہشت تھی۔ لبوں پر ایک ایسی چیخ تھی جسے اس دہشت نے خاموش کر دیا تھا۔

کنارے پر آکر ایوان نے مرطوب، سرد اور تاریک گھاٹی پر نظر ڈالی۔ کہرہ چھٹ رہا تھا۔ گھاٹی کی تہہ میں برف ایک نیلی سی زبان کی مانند پھیلی ہوئی تھی۔ ایک پُر امید مگر خطرناک خیال ایوان کے ذہن میں کوندا۔

اس نے جولیا سے کچھ نہ کہا۔ پستول والا ہاتھ نیچے کر کے اس کو بالکل کنارے پر لا کھڑا کیا اور بالکل فوجی انداز میں حکم دیا۔

"کودو"

جولیا نے ایک قدم آگے بڑھایا مگر خوف زدہ ہو کر لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے ہٹ آئی ـــــ ایوان دوبارہ چلایا: "کودو۔ نیچے بچھی ہوئی برف پر کود جاؤ۔"
مگر جولیا کی ہمت نہیں پڑی۔ وہ اور پیچھے ہٹ آئی اور اپنا چہرہ دونوں

ہاتھوں میں چھپا لیا۔

کتوں کے غرانے کی آواز بہت ہی قریب آچکی تھی۔ ایوان نے پستول دانتوں میں دبا لیا اور جھپٹ کر ایک ہاتھ سے جولیا کی گردن اور دوسرے ہاتھ سے دونوں ٹانگیں پکڑ لیں ایک پھول کی مانند اس کو سر سے اوپر اٹھا لیا اور اس کے پاؤں آگے کر کے عمیق کھڈ میں پھینک دیا۔ اُسے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ برف پر گری یا کسی چٹان سے جا ٹکرائی۔ اُسے تو صرف ایسا لگا جیسے وہ کنارے پر سے اُڑتی ہوئی نیچے جا رہی ہے۔

اپنی لنگڑی ٹانگ کی وجہ سے وہ اس کے ساتھ کھڈ میں نہ کود سکا اِس کا اُسے بے انتہا افسوس تھا۔

کُتے اب صرف چند گز کے فاصلے پر تھے اور ایوان کو دیکھ کر بُری طرح بھونک رہے تھے۔ ایوان کنارے سے دو قدم پیچھے ہٹ آیا۔ کُتوں کا سردار، ایک جسیم شحیم کن کٹا خوفناک السیشن چٹانوں کو پھاندتا پھلانگتا ایوان کے بالکل قریب آ کر اپنی پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہو گیا۔ اور منہ پھاڑ کر ایوان کی گردن کی طرف لپکا۔

ایوان نے مافوق الفطرت ہوشمندی کے ساتھ اس درندے کے کھلے مُنہ میں پستول داغ دیا۔ اور رُکے بغیر دوسرا فائر قریب ترین کُتے پر کر دیا۔ کن کٹا سیدھا کھڈ میں لڑھک گیا۔

دوسرے کُتے کے گولی لگی یا نہیں یہ دیکھنے کا موقع ایوان کو نہ مل سکا اس لئے کہ بقیہ تین کُتوں نے بیک وقت اُس پر حملہ بول دیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے ایوان نے اپنے حلق میں ناقابلِ برداشت تکلیف محسوس کی۔ ایک لحظہ کے لئے ابر آلود آسمان اس کی نظروں کے سامنے کوندا اور پھر ہمیشہ کے لئے اوجھل ہو گیا۔

ایوان کے رشتے داروں، دوستوں اور نیلی جھیلوں والے
ترشکی گاؤں کو میرا سلام پہنچے!

یہ خط جولیا نو دیلی آپ لوگوں کو روما سے لکھ رہی ہے اور چاہتی ہے کہ آپ اس بات پر متعجب نہ ہوں کہ ایک اجنبی اطالوی خاتون آپ کے ایک ہم وطن سے اور بیلورشا میں آپ کے گاؤں ترشکی سے واقف ہے۔ آج برسوں کی تلاش کے بعد میں آپ کا پتا حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکی اور اب یہ خط آپ کو لکھ رہی ہوں۔

آپ لوگ یقیناً اس خوف ناک وقت کو نہ بھولے ہوں گے جب ہزار ہا انسان انتہائی یاس کے عالم میں موت کے گھاٹ اُتارے جا رہے تھے۔ بہت سے لوگوں نے اپنی عزت و ناموس کو بچانے کی خاطر موت کو خوش آمدید کہا تھا۔ موت ہی وہ نجات دہندہ تھی جس نے انھیں فاشزم کے استبداد سے چھٹکارا دلایا۔ انھوں نے بڑے وقار کے ساتھ اپنے خاتمے کا سواگت کیا۔ کچھ ایسے بھی تھے جنھوں نے موت کو اپنے سامنے

گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا اور انسانیت کے لئے بہادری اور شجاعت کی درخشندہ مثالیں چھوڑ گئے۔ ان لوگوں نے اس آن بان سے موت کو گلے لگایا کہ اُن کے دُشمن بھی حیرت سے انگشت بدنداں رہ گئے۔ دشمنوں کو اپنی فتح سے کوئی طمانیت حاصل نہ ہوسکی کہ اُن کی فتح مشکوک اور عارضی تھی۔

ایسا ہی ایک شخص آپ کا ہم وطن ایوان ترلیشکا تھا۔ ایوان ترلیشکا کو قدرت نے ایک کامیاب جدوجہد اور ایک عظیم المیے کے راستے پر میرا ہمسفر بنا دیا تھا۔ میری خوش نصیبی تھی کہ ایوان کی زندگی کے آخری تین دنوں میں مجھے اس کی رفاقت میسّر آئی اور میں اس کی شریکِ حال رہی۔ یہ تین دن تین صدیوں جیسے طویل تھے۔ فرار اور عشق اور ناقابلِ یقین مسرّت کے محض تین شب و روز!

خداوند کی یہ مرضی نہ تھی کہ میں موت میں بھی ایوان کی شریک رہتی۔ گھاٹی میں گر کر مرنے کو میں جرمنوں کی "موت کی بھٹی" میں زندہ جلنے پر یقیناً ترجیح دیتی مگر گھاٹی کی تہہ میں پھیلا ہوا نیم منجمد برف میری جان بچانے کا ذریعہ بن گیا اور میں اتنی بلندی سے گرنے کے باوجود زندہ بچ گئی۔ پھر کچھ نیک دل لوگوں نے مجھے برف پر سے اُٹھایا، میری مرہم پٹی کی اور مجھے گرمی پہنچائی۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے محسوس کیا کہ میں زندہ ہوں مگر ایوان ختم ہو چکا ہے کیوں کہ اوپر پہاڑ پر مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ نہ کتوں کے بھونکنے کی آواز تھی نہ جرمن سپاہیوں کی چیخ

پکار اور نہ پاگل جرمن قیدی کی دل سوز چیخیں۔

آہستہ آہستہ میں زندگی کی سمت واپس لوٹی۔ پہلے پہل مجھے ایوان کے بغیر جینا بے معنی سا معلوم ہوا۔ تنہائی کے پہاڑ جیسے دن میں نے محض اُن تین اُداس اور مسرور دنوں کی یاد میں گزارے جو میں نے ایوان کے ساتھ گزارے تھے۔

میں آپ کو ایوان کے متعلق کیا بتاؤں؟ آپ سے کہوں کہ وہ کیسا آدمی تھا۔ مجھ سے زیادہ آپ لوگ اس سے واقف ہوں گے میں آپ کو صرف یہ بتانا چاہتی ہوں کہ اُس کے بعد میری زندگی صرف اُسی کی یاد سے وابستہ ہے۔

امن کمیٹی میں میرا چھوٹا موٹا کام، بس یہی میرا مشغلہ ہے ٹریڈ یونین اخبار کی اشاعت اور ایوان کے بیٹے جیوونی کی پرورش جیوونی اب خدا کے فضل وکرم سے اٹھارہ سال کا ہے اور صحافی بننے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میں آپ کی زبان اچھی طرح نہیں جانتی جیوونی نے روسی زبان میں کافی دسترس حاصل کر لی ہے اور میرے اس خط کا اُسی نے روسی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔

ایک بات اور — میرے پاس بیلوروس کا ایک نقشہ ہے جو میرے کمرے میں آویزاں ہے۔ یہ وہی دیس ہے جسے ایوان دل و جان سے چاہتا تھا۔

افسوس کہ میرے پاس ایوان کی کوئی تصویر نہیں۔ ایوان کے

بچپن کی، نوجوانی کی یا سپاہی کی وردی میں کسی طرح کی کوئی بھی تصویر میرے پاس نہیں

جب مجھے ایوان کی یاد آتی ہے تو میں سوچ کر لرز اٹھتی ہوں کہ یہ بھی تو ممکن ہو سکتا تھا کہ زندگی میں کبھی بھی میری اُس سے ملاقات نہ ہوتی۔ میں کسی اور کیمپ میں ہوتی اور کمانڈر رفیو ہرر سے اس کی دست بدست جنگ کے نظارے سے محروم رہ جاتی یا بم پھٹنے کے اس خوف ناک دھماکے کے بعد میں اُس کے پیچھے نہ بھاگی ہوتی۔

میں نے اس سے علیحدہ دور کہیں زندگی گزاری ہوتی اور اُس کے قرب کی سعادت مجھے حاصل نہ ہوئی ہوتی۔ لیکن میری خوش بختی سے ایسا نہ ہوا۔ اور مجھے اس کا قرب حاصل ہو گیا۔ اس کے لئے میں قضا و قدر کی مشکور رہوں۔

میں اُن سب آزمائشوں کے لئے مشکور رہوں جو میرے مقدر کا حصہ بنیں

اُن حالات کا شکر بجالاتی ہوں جن کی وجہ سے ایوان کا ساتھ مجھے نصیب ہوا۔

میں ممنون ہوں اس شخصیت کی جس نے ایوان جیسے بے مثال بہادر انسان کو جنم دیا۔

اس کی پرورش کی اور اُسے جانا۔

اپنے عظیم وطن کے اِس عظیم فرزند کو کبھی نہ بھولنا۔
ہم لوگ اُسے کبھی نہ بھولیں گے۔
شکریہ۔ بہت بہت شکریہ۔ دلی شکریہ۔

روم — اخلاص کیش

سنہ ۱۹۶۳ء — جولیا لنوویلی۔

ہماری مطبوعات

کارِ جہاں دراز ہے (حصہ اوّل)	قرۃ العین حیدر	پاگل	خلیل جبران
، ، ، (حصہ دوم)	، ، ،	محبت اور جوانی	، ،
آگ کا دریا	، ، ،	ایک گدھے کی سرگذشت	کرشن چندر
فصلِ گل آئی یا اجل آئی	،	پھول کی تنہائی	، ،
پطرس کے مضامین	پطرس بخاری	الشا ورغمت	، ،
پطرس کے خطوط	، ،	محبت کی رات	، ،
زیرِ لب	صفیہ اختر	مضامین کرشن چندر	، ،
حرفِ آشنا	، ،	لذیذ پکوان	شائستہ کوثر
گنجے فرشتے	منٹو	نقوشِ زنداں	سجاد ظہیر
انارکلی	،	کلیاتِ جگر	جگر مرادآبادی
ٹھنڈا گوشت	، ،	آتشِ گل	، ،
کرنیں	شفیق الرحمٰن	کلیاتِ شکیل	شکیل بدایونی
دو ہاتھ	عصمت چغتائی	کلیاتِ ساحر	ساحر لدھیانوی
رات چور اور چاند	بلونت سنگھ	تلخیاں	، ،
تعمیرِ حیات	ڈیل کارنیگی	گلِ نغمہ	فراق گورکھپوری
سد پتے	خلیل جبران		

مکتبہ اُردو ادب لاہور